

DAMAGE BOOK

UnEven Page
Numbers within
the book only

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224307

UNIVERSAL
LIBRARY



للسلام
تیمقی جلد

شان لندن

تجربہ مسٹریز آف لندن

checked 1978

جارج ویلیو - ایمپریال سائنس



پیشہ لال برادر س
مہتمم تیرتھ رام فیروز پوری
پارستروڈ نوکٹ لاہور

رینالڈس کے مشہور ناولوں کے ترجمے

نام کتاب	نام ترجمہ	نام مترجم	صفحات	قیمت
سٹریٹ آف لندن	فناء لندن (۱۷ حصے)	منشی نیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۲۳۴۸	۵۰
سیمٹرس	سونن عشق	پنڈت بشبر ناتھ صاحب پیرد	۵۱۹	۵۰
پوپ جان	طلسمات	منشی خلیل الرحمن صاحب	۱۶۸	۵۰
فاسٹ	غریب حسن	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰	۵۰
مے ٹیلین	شکستہ دل	مسٹر پی ایم گمار	۱۳۶	۱۲
بلی باشار آف سنگریلیا	فناء دین دیلی	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۳۷	۵۰
بروز سیٹھ	نسبت فرنگ	منشی رام نرائن صاحب	۷۲۷	۵۰
مارگرٹ	مارگرٹ	منشی گرباسا بی صاحب بی۔ آ	۱۴۸	۱۲
عمر	عمر پاشا (۲ حصے)	منشی غلام قادر صاحب ضیاع سیکوٹی	۵۰۳	۵۰
سوچرس وائف	سپاہی کی دلہن	ڈاکٹر لکشمی دت صاحب عابر	۱۲۷	۱۲
روز المبرٹ	روز المبرٹ (۲ حصے)	منشی جے نائن صاحب دروازہ نگہبونی	۳۵۹	۵۰
نیکر و منیسر	اسرار (۲ حصے)	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴	۵۰
ویگز وی دہر ولف	ویگز ولسیڈا	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۳	۵۰
ماسٹر ٹوٹھیز بک کیس	دھوکا یا طلسمی قانون	منشی سجاد حسین صاحب بروم	۳۶۱	۵۰
کیمنٹ	پاداش محل (۵ حصے)	مولوی صدیق حسن صاحب	۱۱۰۰	۵۰
میری پرائیس	سرگزشت (۴ حصے)	منشی نور الدین علی صاحب	۱۱۰	۵۰
الفرڈ	شاد کام	منشی ایچ حسین خاں صاحب رحوم	۲۱۰	۵۰
لوز آف دی حرم	اسرار حرم	منشی احمد الدین صاحب بی۔ آ رحوم	۲۱۰	۵۰
ایگنس	شام جوانی (دو حصے)	منشی نوبت رائے صاحب نگہبونی	۶۰۰	۵۰
فشرین	نیزنگ	سید احمد شاہ صاحب نگہبونی	۹۵	۵۰

لال برادر س - ۷ - پارسنر روڈ نوکھا - لاہور



فسانہ لندن

مشتی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری
ایڈیٹر سالانہ مجلہ
۱۹۷۱ء

لال برادر س
پار سنز روڈ نوکھا لاہور

(جارجیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ اشرف حسین پرنٹ چھاپا) اشاعت ثانی
قیمت ۲۰ روپے حقوق محفوظ



کتاب

نہایت مطالب

صفحہ

صفحہ	باب
۲۴۹	باب ۲۸ اولڈیٹیہ سیدان عمل میں۔
۲۶۶	باب ۲۹ اولڈیٹیہ کا مکان۔
۲۷۸	باب ۳۰ اولڈیٹیہ کا گودام
۲۸۵	باب ۳۱ اولڈیٹیہ کے اسرار
۳۰۰	باب ۳۲ دین فرزند خانہ میں
۳۰۷	باب ۳۳ پارسا خانہ
۳۱۴	باب ۳۴ گریہ میکن
۳۲۶	باب ۳۵ مجلس دعا
۳۳۴	باب ۳۶ اوباش امیر اور اس کی داشتہ
۳۳۹	باب ۳۷ شام دین اور جیکب
۳۴۹	باب ۳۸ جیکب سمیٹہ کی سرگزشت (۱)

سلسلہ ثانی

Checked 1969.

فسانہ لندن

Checked 1975

تیسری جلد

باب ۲۸ اولڈ ڈیوٹیجہ میدان عمل میں

بریتین شریٹ لاکس فیلڈس کے جس مکان میں امام رین رہا کرتا تھا۔ اس کے بالکل ایک شراب خانہ تھا۔ جس سے اولڈ ڈیوٹیجہ کی واقفیت تھی۔ اسی رات کو جس کا ذکر گذشتہ باب میں کیا گیا ہے۔ نوٹیک کے تھوڑی دیر بعد اولڈ ڈیوٹیجہ ٹوبی بس اور جیکب ساتھ لئے اس شراب خانہ میں داخل ہوا۔ اور مالک شراب خانہ نے اسے پہلی منزل کے سامنے والے کمرہ میں بٹھایا۔

جیکب کو یہ بات کی گئی کہ وہ کھڑکی میں بیٹھ کر دیکھتا رہے۔ کس وقت امام رین اس کمرہ پر روانہ ہوتا ہے جو اولڈ ڈیوٹیجہ نے محض اسے لانے کے لئے تجویز کیا تھا۔ خود اولڈ ڈیوٹیجہ اور ٹوبی آتشدان کے سامنے جس میں خرتکوار لگ چلی رہی تھی۔ بیٹھ کر شراب پینے اور اپنی تجویز کو عمل میں لانے کے لئے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے۔

ہرچہ کہ بارش بڑے زور سے ہو رہی تھی۔ اور کسی کہنی نے اب تک لاکس فیلڈس میں گیس کی نالیاں لگوا ہونے کی جرات نہیں کی تھی جس سے بازار میں نہ تاروں کا اجالا اور نہ لمپوں کی روشنی موجود تھی تاہم جیکب کی عیسائی آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی اس

قدر عادی تھیں کہ وہ قدرتی یا مصنوعی روشنی کے بغیر ہی معلوم کر سکتا تھا۔ نام رین کب گھر سے نکلتا ہے۔ اس کے علاوہ اولڈ تچہ نے اُسے تھوڑی گرم شراب پلا کر اور بھی زیادہ چمکا کر دیا تھا۔ اور جبیک اس وقت کھڑکی کے قریب اس طرح بے حرکت گھر پوسے طور سے ہوشیار بیٹھا تھا۔ جیسے بی کسی چوہے کے بل کے پاس اس کے باہر آنے کی منتظر ہوتی ہے۔

اولڈ تچہ اطمینان کے ساتھ شراب پیتا ہوا کہنے لگا ”میرے خیال میں اس مختصر کام کو رفتہ رفتہ اطمینان بخش انجام تک پہنچانا زیادہ مشکل نہ ہو گا۔ جبیک دن بھر گریٹ آرٹسٹ شریٹ میں کھڑا اس وقت تک کہ ہم اسے اپنے ساتھ یہاں لائے۔ اس خوبصورت بیوہ کے مکان کو دیکھتا رہا۔ اور اس عرصہ میں وہ ایک مرتبہ بھی گھسکا یا ہر نہیں نکلی۔ کیوں جبیک؟“

اس نے جواب دیا ”ہاں وہ ایک مرتبہ بھی گھر سے نہیں نکلی۔“
 ٹھہر کر تو نہیں معلوم تھا وہ ضرور گھر میں ہے؟
 لڑکے نے بدستور اپنی نگاہ بازار کی طرف جمائے ہوئے کہا ”ہاں کیونکہ میں نگاہ بچاؤ اس کی صورت کھڑکی کے قریب دیکھتا رہا ہوں۔“

اولڈ تچہ کہنے لگا ”خوب!۔۔۔ میری رائے میں یہ اغلب بھی نہیں ہے۔ وہ اسٹیل پینٹ آؤٹ چلی۔“
 آج شام کو نام کے مکان پر آئی ہو۔ یا آئندہ آنے کا ارادہ رکھتی ہو۔۔۔ وہ کچھ کہتا کستاڑک گیا۔ کیونکہ ٹوپی بنس کے ساتھ وہ عموماً لڑکی باتیں نہیں کرتا تھا۔ ٹوپی کی بھی یہ حالت تھی کہ وہ اولڈ تچہ کے معاملات میں کبھی بے جا دخل اندازی پسند نہ کرتا تھا۔ نہ اس کے منصوبوں کو جاننے کی کوشش کا اسے کبھی خیال ہی پیدا ہوا۔

ذرا دھڑکے بعد ٹوپی نے پوچھا ”مشرین فوڈ اور اس لڑکے کے علاوہ مکان میں اور کون رہتا ہے؟“

مشرینجنم بونزلے جواب دیا ”صرف ایک بوڑھی عورت جو اس گھر کا انتظام کرتی ہے۔“

یا ایک جبیک کہنے لگا ”اے لو مکان کا دروازہ کھل گیا ہے۔۔۔ بچینا مشرین فوڈ

باہر نکلا ہے اور . . . وہ جا رہا ہے۔“

اولڈ ڈیوڈ بولا ”اچھا ہوا سب سے خیال میں وہ اُس مقام کی طرف چلا ہے۔ جہاں وہ اپنا گھوڑا رکھتا ہے۔“

جیکب کہنے لگا ”جس وقت دروازہ کھلا تو ڈیوڈ جی کے اندر روشنی میں میں دیکھا اُس نے اپنا سفید کوٹ پہنا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں چابک تھائی۔ بٹا ہر کسی عورت کے ہاتھ میں تھی۔ میں نے روشنی میں صرف اس کا سایہ ہی دیکھا ہے۔“

بوز نے پوچھا ”تمہاری رائے میں وہ یہودن تو نہ تھی؟“

جیکب نے کہا ”میں ٹھیک طور پر کہہ نہیں سکتا۔ کیونکہ سایہ صاف نہیں تھا۔ لیکن اگر فرض کر لیا جائے وہ تیرہ رات مشرقین فورڈ کے مکان پر آنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ گرٹ آرشد مشرٹ سے چل کر ہم سے پہلے یہاں پہنچ جاتی۔“

اولڈ ڈیوڈ کہنے لگا ”جیکب تم نے بیعت خوب سوچا۔ میں خوش ہوں۔ اب تم زفرہ سے سمجھ رہے جا رہے ہو۔ آئندہ میں تمہیں شراب کا ایک پورا گلاس دیا کروں گا۔“

ٹوبی بس اولڈ ڈیوڈ کی اس غیر معمولی قیاسی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ اور کہنے لگا ”وہ پورا ایک گلاس!“

بوز نے جواب دیا ”ہاں پورا اپنی کا گلاس“ چنانچہ اُس نے شراب خانہ کے مالک کو بلا کر اُسے جیکب کے لئے ایک گلاس فوراً ہی لانے کا حکم دیا۔

شراب خانے کا منتظم تھوڈری ویر میں ایک گلاس لے کر آ گیا۔ اور اولڈ ڈیوڈ نے قیمت ادا کرنے کے لئے جیب سے نقدی نکالی۔ ایسا کرتے ہوئے اُس کی جیب سے کچھ ایک بکڑا فرش پر گر پڑا۔ جسے جیکب کے سوا اور کسی نے نہیں دیکھا۔

رکے نے ایک کرسی آتشہان کے قریب سرکالی۔ اور اُس پر بیٹھتے ہوئے اُس پر زہ کاغذ کے اوپر اپنا پائوں رکھ دیا۔ چونکہ اُس کی رنگت سیلی تھی۔ اس لئے اُس نے اُسے بنک نوٹ سمجھا۔

جب شراب خانہ کا منتظم گلاس دے کر چلا گیا۔ تو اولڈ ڈیوڈ اور ٹوبی بس میں گفتگو ہونے لگی۔

آخر الذکر نے کہا ”مجھے امید ہے جب ہم گھر واپس پہنچیں گے۔ تو بیسی نے غصہ دیا“

برکت ہے۔

ٹوبی نے پانی پی ہوئی شراب کا ایک گھونٹ پی کر اس آہ کو جو اس کے سینہ سے نکلنے کو تھی۔ دیا یا۔ اولڈو تھ نے آتش دان میں آگ تیز کی۔ اور جبکے اس موقع سے فائدہ حاصل کر کے اس پرزہ کاغذ کو اٹھالیا۔ جواب تک اس کے پاؤں کے نیچے پڑا ہوا تھا اور اپنے ساتھیوں کی نظر بھا کر اسے جیب میں ڈال لیا۔ گوا سے یہ معلوم کر کے بہت باہوسی ہوئی۔ کہ کاغذ اتنا سخت ہے کہ بنگ ٹوٹ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے علاوہ وہ چھٹی کی طرح تیکیا ہوا تھا۔

اسی طرح وقت گزرتا گیا۔ اور آخر کار اولڈو تھ نے گھڑی دیکھ کر کہا ”گیا رہ بچ گئے“ اب سامنے والے مکان میں کسیں روشنی نظر آتی تھی۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا۔ کہ فوراً ہی زیرِ تجویز کارروائی عمل میں لائی جائے۔

اولڈو تھ کہنے لگا ”چلنے سے پیشتر ہم میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا فرض اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ جبکے تم۔۔۔ اور ٹوبی تم بھی اس بات کو ذہن نشین کر لو۔ کہ تم دونوں نے نقاب پہن کر اندر گھسنے کے بعد دروازہ بند کرنے کے بعد بھی خانہ دار عورت کی ٹھیس کنا ہو۔ اس کے بعد جبکے واپس آکر مجھے اندر لے جائے گا۔ میں چاہتا ہوں وہ بونڈی عورت مجھے کچھ نہ لے۔ کیونکہ میرا قد غیر معمولی طویل ہے۔ اور اگر اس نے ٹام دیں گے واپس آئے

اس کے آگے میرا حلیہ بیان کیا۔ تو وہ ضرور مجھے پہچان لے گا۔ تم دونوں میں چونکہ کوئی نہیں اس لئے نقاب اکو کی خاص حلیہ اس کے ذہن نشین نہیں ہو سکتا۔“

ٹوبی نے کہا ”مشر بنو زاطہ بیان رکھو۔ ہم اس سارے کام کو پوری ہوشیاری سے سرانجام دیں گے۔“

اب یہ تینوں شراب خانہ سے باہر نکلے۔ ٹوبی اور جبکے بازار سے گزر کر سامنے والے مکانات کی قطار کی طرف چلے گئے۔ اور اولڈو تھ چلتا ہوا دروازے پر چل گیا۔

بازار اس وقت خیر باد تھا۔ اور اس پاس پوری خاموشی تھی۔ ٹوبی جس اور جبکے دروازہ کے قریب رک گئے۔ اور وہاں انہوں نے نقاب پہن کر دروازہ پر دستک دی۔ چند منٹ سے بعد مالک مکان بیچہ عورت نے خود دروازہ کھولا۔ ٹوبی کی تیزی کے ساتھ شمع اس کے ہاتھ سے گرادی گئی۔ اس کے منہ سے چیخ نکلتی تھی۔ مگر ٹوبی اسے نہ دیکھا۔

اس کے منہ میں چیخا پلا شر پھریا۔ جس سے چیخ حلق کے اندر ہی رہ گئی۔ غریب عورت کو مارے خوف کے فتنے چٹپٹا۔ اور اسے اسی حالت میں اٹھا کر یہ دونوں پاس کے کمرہ میں لے گئے۔ جہاں پر جیکب نے پھر شمع روشن کی۔

اس حد تک کامیابی حاصل کرنے کے بعد ٹوپی نے جھکیا کی نگرانی اپنے اوپر لی۔ اور جیکب اولڈ ڈیوٹیہ کو بلانے چلا۔ چند منٹ کے بعد میں وہ اسے ساتھ لے کر پٹنا۔ اور دونوں نے اندر داخل ہو کر صدر دروازہ کو بڑی احتیاط کے ساتھ بند کر دیا۔ یہ وہ عورت اب تک بدستور ہیوش پڑی تھی۔ ٹوپی نے بھی اسے ہوش میں لانے کی کوشش نہ کی۔

اولڈ ڈیوٹیہ جس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ”تم بیس ٹھیرو۔ اگر یہ عورت ہوش میں آگئی۔ یا اس نے جدوجہد شروع کی۔ یا شر وغل مچایا۔ تو اس کے سر پر ایک دو گھونٹے لگا دینا۔ مگر اسی قدر کہ خاموش رہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔“

”بہت اچھا“ ٹوپی نے جواب دیا۔ اور وہ خوش تھا کہ مجھے ایک ڈھکیا کی نگرانی کا کام ہی سپرد کیا گیا ہے۔

اب اولڈ ڈیوٹیہ نے شمع ماتھ میں لی۔ اور جیکب کو ساتھ لے کر بڑی احتیاط سے زینہ لگا۔ بالائی منزل پر پہنچ کر دونوں سامنے والے کمرہ میں داخل ہوئے۔ یہ نشست گاہ دو پر سجھا ہوا اور بہت صاف ستھرا تھا۔ مگر کوئی آدمی وہاں موجود نہ تھا۔

اولڈ ڈیوٹیہ نے آواز دیا کر کہا ”وہ لڑکا غالباً قبی کمرہ میں ہو گا۔“

چنانچہ دونوں اُس طرف کو ہو گئے۔

دروازہ کو بڑی آہستگی کے ساتھ کھول کر یہ دے پاؤں کمرہ میں داخل ہوئے۔ لیکن جو بھی شمع کی روشنی کمرہ کے اندر پڑی۔ دونوں ٹھٹھک کر رہ گئے۔ کیونکہ بستر پر وہی لڑکا جس کی انہیں تلاش تھی۔ ایک حسین جوان عورت کے ننگے ٹھٹھا بازو کے ساتھ لپٹا ہوا اچھاتی کے ساتھ لگ کر بویا پڑا تھا۔ عورت بچاے خود صحتاً اب تھی۔ اور اس کے سیاہ بال مخمیر پر پھیلے اور جدوی طور پر اس کی خوشنما چھاتی کو چھپائے ہوئے تھے۔

جیکب کے منہ سے فوراً نکلا ”بیوون!“

اولڈ ڈیوٹیہ نے اپنے استخوانی ہاتھ سے شمع کے آگے سایہ کر لیا۔ اور جیکب کو ساتھ

لئے کمرہ سے واپس پٹا۔

عین اس وقت کسی نے بڑے زور سے صدر دروازہ پر دستک دی۔ اور اس کے ساتھ ہی پچھلی منزل میں اس کمرہ سے ایک جگہ دوڑتی سنائی دی۔ جہاں پر ٹوہنی جنس بڑھتی دکھائی دے گی۔

اولڈ ڈیوٹ کے منہ سے غلیظ کالی مٹی۔ شمع کو گل کر کے وہ بڑی تیزی سے لیکن دہکے پاؤں زینہ سے نیچے اترنے لگا۔ جبیکب بھی پوری احتیاط سے پیچھے آ رہا تھا۔ اس کے مخاطب ہو کر اولڈ ڈیوٹ نے دہی زبان سے کہا دوہیں عقبی دروازہ کی راہ سے فرار ہو جانا چاہیے لیکن تم پہلے جا کر ٹوہنی کی حالت دیکھو۔ اس پر اس بڑھیا کی طرف ضرور کوئی نصیحت نازل ہوئی ہے۔“

جبیکب تیزی سے قدم اٹھاتا سامنے والے کمرہ میں داخل ہوا۔ اور وہ کہہ رہا تھا بالکل ساری جگہ تھی۔ اس لئے ایک کرسی کے ساتھ ٹھوکر کھا کر گرا۔ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اپنے منہ سے پلا شہ جھانکے میں کامیاب ہو کر ٹوہنی کے ساتھ رہائی کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ ٹوہنی نے اس کو گھٹے سے مضبوط پکڑا ہوا تھا۔ اور چونکہ اس کی آہنی گرفت میں اس غریب کا دم گھٹ رہا تھا۔ اس لئے اس نے دوبارہ چیخ ماری۔

اس اثنا میں صدر دروازہ پر پھر کسی نے زور کے ساتھ دستک دینی شروع کر دی تھی چند منٹ کے بعد میں زینہ کے اوپر روشنی نمودار ہوئی۔ اسے دیکھ کر اولڈ ڈیوٹ نے دہکے نظموں میں غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ”پناہ بہ شیطان! یہ تو وہی کج بخت یہود ہے!“ تیزی کے ساتھ سامنے کمرہ میں داخل ہو کر اس نے چلا کر کہا ”جس طرح بھی ہو سکے۔“ حائض بچا کر عقبی دروازہ کی راہ سے بھاگ چلو۔“

عین اس موقع پر اس شخص نے جو باہر پہرے درپے دستک دے رہا تھا۔ صدر دروازہ کو زور دیا دھکا دے کر اسے کھول لیا۔ یہ نام رہین تھا!

رہبان کے اندر داخل ہو کر اس نے صدر دروازہ کو بند اور مقفل کر لیا۔ اور اس کی معروف آواز یہ کہتی سنائی دی ”میاں پر آج کس بھوت کا سیر ہے! یہ پہنچ کیا معنی رکھتی ہے۔۔۔ اور۔۔۔“

”اوہ اہتمام تم ہوا“ ایک منایت شیریں مگر کسی قہر پر آشوب آواز زینہ کے بالائی سر سے

پر سنا کی دی ”اچھا ہوا تم آگے۔ مگر میں چار اور قاتل گھس آئے ہیں“
 یہ کہتی ہوئی وہ نیم برہنہ خاتون جس کے پر زار کی طرح سیاہ۔ بال چھاتی اور شانوں پر
 گھرا رہے تھے۔ بیخبر ہاتھ میں لے تنگ زین کے موٹر پر نمودار ہوئی۔ شمع کی روشنی سے بڑھتی
 میں اجالا ہو گیا۔ اور اس روشنی میں تمام رین صدر دروازہ سے پیچھے لگاے دونوں
 ہاتھوں میں پستول لے کھڑا دکھائی دیا۔ عین اس ہوجہ پر سنانے والے کمرہ سے صبح کی آواز
 تیسری مرتبہ سنا کی دی۔

رین فورڈ جلدی سے قدم اٹھا تا اندہ داخل ہوا۔ اور وہاں ٹوٹی اور جیکب کو دیکھ کر اس
 نے انہیں اس آسانی کے ساتھ گویا وہ دو چھوٹے بچے ہوں۔ دھکا دیکر بوڑھی کی طرف ہٹ چکا
 دیا۔ چونکہ بڑھیا کے ساتھ جید وہب میں ان کے نقاب چہروں سے اتر گئے تھے۔ اس لئے اب
 روشنی ان کے تنگ سنہ پڑی۔ تو رین فورڈ کو یہ دیکھ کر نہ دونوں اولاد تھکے کے کارکن میں اس
 قدر حیرت ہوئی کہ کلمہ حیر کے لئے کوئی لفظ اس کی زبان سے نہ نکل سکا۔

”یہ معاشقہ قاتل“ مالک مکان بوڑھی عورت نے چلا کر کہا۔ اس کے بال کھیرے
 اور کپڑے پٹھے ہوئے تھے۔ ”ک سے خون بہا تھا۔ مگر اس حالت میں بھی اس حوصلہ ور
 عورت نے آگے بڑھ کر کہا ”دوسرے رین فورڈ میں جا کر ابھی سپاہی کو بلا لاتی ہوں“

تمام کئے دیکھا ”نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ میں خود ان یہ معاشقوں سے پٹھ لوں گا۔
 میری جان“ اس نے حسین یسودن سے مخاطب ہو کر کہا جو زینہ کے ہٹلی حصہ میں ہی رک
 گئی تھی ”شمع سیکر ہاتھ میں دے دو۔ اور تم جا کر آرام کرو۔ میں ان بد ذاتوں سے
 دود و بانس کرنا چاہتا ہوں“ پھر اس نے مالک مکان سے مخاطب ہو کر کہا ”میری بڑی
 تم بھی مہربانی سے اوپر جا کر میری بچی کے پاس ٹھیرو۔ اور کسی بات کی فکر نہ کرو۔ کیونکہ
 میں خود یہاں آگیا ہوں“

اشارہ پا کر دونوں عورتیں بالا خانے کی طرف ہوئیں۔ اور رین فورڈ نے شمع ہاتھ میں
 لیکر ٹوٹی جس اور جیکب کو گھماتا دروازے اپنے آگے آگے اس کمرہ کی طرف چلے کو کہا۔ جہاں
 سے فقہری دیر پہلے یہ ان دونوں کو کھینچ لیا تھا۔

دروازہ کو اپنے پیچھے بند کر کے اور دونوں پستولوں کو اپنے سفید کٹ کی جیبوں سے
 نکالتے ہوئے نہ نہیں اس نے اس دقت جیب میں ڈال لیا تھا۔ جب بوڑھی عورت کی مدد

کے لئے کمرہ میں پہنچا۔ اس نے سخت اور فیصلہ کن لہجہ میں کہا ”دیکھو جو کچھ میں پوچھتا ہوں اس کا جواب تم میں سے کوئی ایک . . . مجھے پورا نہیں کون . . . صاف اور مختصر لفظوں میں دے۔ پہلا سوال یہ ہے تم یہاں کس لئے آئے؟“

”سشدرین فورڈ اس کا بہتر علم جیکب ہی کو ہے“ منس نے پستولوں کی طرف ہتھ آئینہ نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

جیکب نے لاپرواہی سے کہا ”مجھے تو کچھ معلوم نہیں“
رین فورڈ بولا ”جیکب کچھ شک نہیں بتائیں تمہارے آقا نے ایسے معاملات میں پختہ کر دیا ہے۔ مگر دیکھو ٹوپی منس میں تم سے پوچھتا ہوں۔ تم سیکیس اس سوال کا جواب دو تم دونوں یہاں کس غرض سے آئے تھے۔ بخدا اگر تم نے میرے سوال کا صحیح جواب نہ دیا تو پستول کی گولی تمہارے سر کے پار ہوگی“

عین اس وقت کمرہ کے دروازہ کے باہر کسی نے آہنگی سے دستک دی۔ نام رین جو کمرہ کے اندر دروازے کے ساتھ لگا کھڑا تھا کہنے لگا ”کون ہے؟“
”میں ہوں“ اولڈ فیتھ نے اپنی مری ہوئی کھوکھلی آواز میں کہا۔

”خوب! اسماعیل پیچیدہ ہوتا حیار ہے!“ نام کہنے لگا۔ اور دروازہ کھول کر اس نے مشرب بنجن بوز کو کمرہ کے اندر داخل کیا۔

اولڈ فیتھ کہنے لگا ”نام ان دونوں سے بڑی غلطی ہوئی۔ کہ ایک اور مکان کی بجائے نام حق اس مکان میں گھس آئے۔ کیا باتوں مجھے اس واقعہ سے کس قدر بچ ہے۔ . . یقیناً تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ . .“

”بیشک نہیں کر سکتا“ رین نے سرد مہری سے جواب دیا ”لیکن میں اتنا نادان بھی نہیں ہوں کہ تمہارے ان چیمکوں میں آ جاؤں۔ فرض کرو تمہارا بیان صحیح ہو۔ تو پھر سوال یہ ہے۔ جب میں نے ان دونوں سے پہلے یہ سوال پوچھا۔ تو انہوں نے براہ راست، سیدھا جواب کیوں نہ دیا۔“

جیکب جلدی سے کہنے لگا ”اس لئے کہ میں سمجھتا تھا۔ آپ میری بات پر ہتھ نہ کرینگے۔“

”اور میں ان پستولوں کو دیکھ کر بہت ڈر گیا تھا، ٹوپی نے دونوں پستولوں کی طرف اشارہ کیا“

کر کے کہا۔

نامہ رین کہنے لگا ”تم شاید مجھے احمق سمجھتے ہو۔ لیکن میں اتنا سادہ لوح نہیں ہوں کہ ایسی باتوں میں الجھوں۔ ہر چند کہ مجھے تمہارے ارادوں کا علم نہیں ہے۔ تاہم میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ عمرو در تم کسی سازش کے سلسلہ میں یاں آئے تھے۔ مگر سوال یہ ہے کہ میرے اس مکان کا علم کیونکر ہوا۔ اولڈ ڈیجہ یقیناً تم بہت عرصہ سے میرے متعلق جاننا کر رہے ہو گئے۔ اور غالباً آج رات تم نے مجھے بہانہ سے مانے کے لئے ہی ایک فرضی کام پر بھیج دیا تھا۔ اچھا ہو اگر میں تمہارے کہنے کے مطابق اس زر و گاڑی کا منتظر نہیں رہا۔ کیونکہ مجھے جیک ہیٹھ کے قریب کچھ اور مال مل گیا تھا۔ اور یہ سمجھ کر کہ آج رات کے لئے یہی کافی ہے۔ میں لوٹ آیا۔ خوش نصیبی تھی کہ میں نے ایسا کیا۔ ورنہ جانے تم یہاں کیا مصیبت نازل کرتے۔ مگر یہ کہ اس معاملہ کی اطمینان بخش تشریح کی جائے گی۔ یا تم چاہتے ہو۔ ہمارے باہمی تعلقات ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائیں؟“

اولڈ ڈیجہ اس وقت سخت پریشانی میں تھا۔ ایک طرف وہ نہیں چاہتا تھا اس معاملہ طراز فاش ہو۔ اور دوسری جانب وہ رنرزن کی قیمتی خدمات سے بھی دست بردار نہ ہونا چاہتا تھا۔ سخت اضطراب کی حالت میں کہنے لگا ”کیا بیان کروں اور کس طریقہ پر ثابت کروں کہ تمہیں یقین ہو جائے۔ ہم سے اس معاملہ میں کتنی بڑی غلطی ہوئی؟“

نامہ رین نے سے تامل کے بعد کہنے لگا ”میں نہیں ایک طریقہ بتا ہوں۔ تم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھیج دو۔ میں تم سے غلط میں دو دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

اولڈ ڈیجہ کے دل میں ایک خوفناک اندیشہ پیدا ہوا۔ اور اس نے سوچا کہ کس اس کا خفا مجھے قتل کرنے کا تو نہیں ہے۔

رنرزن اس کے ولی ارادوں کو بھانپ کر کہنے لگا ”اب تمہیں تامل کس لئے ہے؟ کیا تم ایک لمحہ کے لئے یہ خیال دل میں لا سکتے ہو کہ میں تمہیں کسی طرح کا ضرر پہنچانا چاہتا ہوں؟ پنجم... عمر رسیدہ شخص نے اپنے چہرہ پر نفرت اور حقارت کے ہتھار پیدا کر کے کہا جس سے اس کی وجاہت دو بالا ہو گئی۔ ”میں تجھے ایسی مرجھائی ہوئی لاش پر سکریا بارود ضائع کرنے سے اپنے دماغ کو پاش پاش کر لینا بہتر سمجھتا ہوں۔ البتہ اس بات کا خیال رکھنا کہ مجھے ایسا کرنے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔“

اولڈیچہ ایسی ذلت برداشت کرنے کا عادی نہ تھا۔ عہد سے اس کے ہونٹ کانپنے لگے۔ لیکن اپنے دلی جذبات کو حتی الامکان چھپا کر اس نے ٹوپی ہنس اور جیکب کو نصرت ہو جانے کا اشارہ کیا۔

وہ چلے گئے۔ اور اب پونز اور ریزن دونوں اس کمرہ میں رہ گئے۔

تنہائی میں اولڈیچہ جو رین فورڈ کے لمبے اور الجوار سے کسی قدر خوب زدہ ہو چکا تھا کپکپائی ہوئی آواز میں پوچھنے لگا ”اب بتاؤ مجھے کیا کتنا چاہتے ہو؟“
نام بولا ”میں ابھی بتا ہوں، دیکھو جب اول مرتبہ ہماری ملاقات ہوئی۔ تو تم نے اس بات پر الجھناؤ کر لیا تھا۔ کہ میں اپنے لین دین کے معاملات میں ایسے اخفا سے کام لیتا ہوں۔ کہ کسی مستحقین میں سے کسی کو سب سے پہلے ہی جانے سکونت کا علم نہیں کیا یہ ٹھیک ہے؟“

اولڈیچہ کہنے لگا ”محکم ہے۔۔۔ اغلب یہ ٹھیک ہو۔ مگر اس سوال کا جواب معاملات سے کیا ملتا ہے؟“

”محض یہ کہ جس طرح تم کسی خاص مقصد کے لئے اپنی جائے سکونت کو مجھ سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ اسی طرح میں اپنے مقام رہائش کو تم سے چھپانا چاہتا تھا۔“ رین فورڈ نے جواب دیا ”لیکن مسٹر پونز۔۔۔ یا جو کچھ جو بھی تمہارا نام ہو۔۔۔ موجودہ حالات میں تم مجھ پر فوقیت رکھتے ہو۔ آج تک ہمارا معاملہ اچھی طرح قائم رہا۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں پیش دستی تمہاری طرف سے ہوئی۔۔۔ دیکھو تم اپنے اعتراضات یا جھوٹی قسموں سے میری گفتگو کو منقطع کرنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ میں تمہاری کسی بات کو قابلِ یقین نہیں سمجھتا۔ اور اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں تم سے آج رات کیا کرنا چاہتا ہوں؟“

”کیا؟“ اولڈیچہ نے سخت مضطرب ہو کر کہا۔

”یہ کہ تم دونوں ساوی ہو جاؤ۔ جو فائدہ تم نے مجھ پر حاصل کیا ہے۔ وہی مجھے تم پر حاصل ہونا چاہیے۔ صاف لفظوں میں میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے اس مقام پر لے چلو جہاں تم رہتے ہو۔ اور مجھے وہ سب کچھ دکھاؤ۔ جن میں تم اپنی جماعت کے لوگوں سے حاصل کرنا یا خریدنا ہوا مال جمع رکھتے ہو۔“

اولڈیچہ کہنے لگا ”میرے۔۔۔ بس یہ پاس کوئی ایسا گودام نہیں جہاں

میں اس طرح کا مال رکھتا ہوں۔ اور میری جائے سکونت بھی . . . میں کوئی خانہ نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ کبھی میں کسی جگہ سو رہتا ہوں کبھی کسی دوسری جگہ۔“

”یہ سب جھوٹ اور سرسراہٹ ہے۔“ نام نے مصمم لہجہ میں کہا۔ ”تمہارا لندن بھر کے چوروں اور نقب زلوں سے لین دین ہے۔ جس کا تم بارہا مجھ سے ذکر کر چکے ہو۔ اس کے علاوہ کئی مرتبہ تم نے فخریچے سے کہا۔ کہ وہ لوگ جن کا مجھ سے کاروبار ہے۔ میری جائے سکونت سے بالکل بے خبر ہیں۔ ان سب باتوں سے پایا جاتا ہے تمہاری کوئی جائے سکونت ضرور ہے۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں چند گھنٹوں کے عرصہ میں یقیناً تمہاری نسبت ایسے حالات معلوم کر لوں گا کہ تم میرے متعلق کبھی غدارانہ سلوک نہ کر سکو۔“

اولڈ ڈیوڈ صفا کمان لہجہ میں کہنے لگا۔ ”نام سوچو تو سہی میں کبھی تم سے غدارانہ سلوک کر سکتا ہوں۔“

رین فوڈ نے جواب دیا۔ ”میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں تمہیں اس بات کا فخر ہے کہ لندن کے مشہور چوروں سے چوری کا سارا مال لینے کے کام پر تم گذشتہ تیس سال سے قابض ہو۔ اور اس عرصہ میں کبھی کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوئے۔ مگر یہ کیونکر ممکن ہے کہ اتنا عرصہ تم اپنے ایک دوساقتیوں کو ذاتی اغراض پر قربان کئے بغیر محفوظ رہ سکتے؟“

”میں اب“ اولڈ ڈیوڈ نے چونک کر کہا۔

”رہاں تم! . . . تم . . .“ رین فوڈ نے پرانے بدعاشی کے چہرہ پر خشکین نگاہ بڑا لکر کہا۔ ”کیا تم یہ خیال کرتے ہو میں تمہارے اسی خصلت سے ناواقف ہوں؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو۔ میں تمہاری طبیعت کے ہر پہلو کو پہلی ہی علامات میں نہ سمجھ گیا تھا۔ وہ لاپرواہی اور سبے فکری جو میری طبیعت کا خاصہ ہے۔ وہ حقیقت ایک پردہ ہے۔ جس کے پیچھے رہ کر میں اوروں کے دلی ارادوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لیتا ہوں۔ پس جان لو کہ میں تمہاری ذات کے سب پہلوؤں سے آشنا۔ یا کم از کم اتنی ہی واقف ہوں جس قدر کہ تم خود ہو۔ اور تمہاری نسبت جو کچھ مجھے معلوم ہوا۔ اس کی بنا پر محتاط اور فیورڈ سٹافرنس سمجھتا ہوں۔ بجز اُن موقعہ ہرگز نہ آنے پانے کا کہ تم اپنی ذات کو محفوظ رکھنے کے لئے مجھے خطر میں ڈال دو۔“

”نام میرے پیارے نام“ اولڈ ڈیوڈ نے اس کی طرز گفتگو سے خوف زدہ اور غافل سے متحیر ہو کر کہا۔ ”یقیناً تم نے گفتگو سمجھ لی کے لہجہ میں نہیں کر رہے ہو“ رین فوڈ نے دوبارہ یہی شک

اتنی ہی خفیدگی کے ساتھ کہ راہوں کی یقین پانہ۔ اگر میں کسی غار میں گرہ تو تھیں بھی لیٹا تھا لیکر گزرتا اور اب بلا پس و پیش تم مجھ سے وہ سارے اسرار بیان کرو جن میں تم گزشتہ تیس سال کے عرصہ میں مخفی رہے ہو۔“

”اور اگر میں انکار کروں؟“ اولڈ تھیتھ نے اس کے چہرہ کی طرف نظر ڈاکر پوچھا۔
رین فورڈ نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ البتہ پستول کی شست اس کے سر کی طرف
باندھ لی۔

اولڈ تھیتھ ڈر گیا۔ اس کی آواز اس طرح سنائی دیتی تھی۔ جیسے کسی وحشت کے برتن سے نکلتی ہے۔ کہنے لگا ”تم نے مجھے ایک حال میں بھنسا لیا۔ اور ان کو بھیج کر جو سیدھی مخالفت کر سکتے تھے۔ تم اب میرے قتل کا بیانا تلاش کر رہے ہو۔“

رین فورڈ نے کہا ”کیا میں نے تمہیں نہیں بتایا کہ سوائے اس صورت کے کہ تم مجھے ایسا کرنے پر مجبور کرو۔ میں ہرگز تمہیں غر نہ پہنچاؤں گا۔ اور کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہمارا میرے کہنے پر عمل نہ کرنا تمہیں غر پہنچانے کا معقول سبب نہیں ہے؟ تم نے میری جائے سکونت معلوم کر لی ہے۔ اور بعض وجوہ سے میں اسے ترک کر کے گھس گیا نہیں سکتا۔ تم یہ بھی معلوم کر چکے ہو کہ میں اس مقام پر تھما نہیں رہتا۔۔۔“

اولڈ تھیتھ نے جس کے چہرہ پر وحشیانہ استغناء کی علامات پیدا ہو گئی تھیں۔ اور جس کے سینہ میں اس شخص کے خلاف انتقام کے انتہائی جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ جو اب اسے ایک امر خاص میں مجبور کر رہا تھا۔۔۔ اسے جو کبھی کسی سے مجبور نہیں ہوا تھا۔ کہا ”ہاں میں جانتا ہوں۔ ایک بیودن تمہاری داشتہ ہے۔۔۔“

”ایک بیودن!“ رین فورڈ نے جس کے چہرہ پر عجیب طرح کی علامات موجود تھیں۔
اولڈ تھیتھ کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں استھوڈی ڈینا“ ہونے جواب دیا۔

رہن بڑے پر جوش لہجہ میں کہنے لگا ”جو توف تو یہ کیا کہتا ہے! استھوڈی ڈینا تو ایک معصوم بچہ کی طرح بالکل بے مقبہ اور پاکیزہ ہے۔“

”تو وہ تمہاری شادی شدہ بیوی ہوگی“ اولڈ تھیتھ نے کہا۔

”پاچی! دروغ گو!“ نام رین نے گچ کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے آگے

لپک کر اس پرانے بد معاش کو گکے سے پکڑ لیا۔ پھر جلدی ہی اپنے اس فوری انہماک جوش سے شرمسار ہو کر اس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ اور زیادہ ملامت ملنے لگے مگر بدستور مصمم لہجہ میں کہنے لگا ”اے ناہنجار خردوار اگر تو نے کبھی میرے سامنے استھڑی ٹدیا کا نام بے عزتی کے ساتھ لیا۔ میں تجھے مطلع کرتا ہوں کہ اس صورت میں میرا انتقام بہت خوفناک ہو گا۔ اب اس تو تو میں جس میں بہت وقت گزر چکا۔ پس تیار ہو کہ میں تیسیرے ساتھ تیسیری جا کے سکوت دیکھنے کے لئے چلوں۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے پھر ایک پستول نکالا۔ جسے اس نے غصہ میں پھر کر اولڈ ڈیج کو گکے سے پکڑتے وقت جیب میں ڈال دیا تھا۔
اولڈ ڈیج نے رہزن کو مبہم اور نامعلوم خطرہ سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ”سٹرین فورڈ یا در کھو۔ تمہیں آخر کار اس بدسلوکی کے لئے سزا ملے گی۔“

”ام بولا“ تمہاری یہ دھمکیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ براٹی تمہاری فطرت کا جزو ہے۔ سیکرے لئے تمہارے واسطے صرف دو ہی طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ پستول سے تمہارا مغز اڑا دوں۔ دوسرا یہ کہ تمہیں اس قدر اپنے قابو میں لے لوں۔ جتنا تم مجھے اپنے بس میں لے چکے ہو۔ دونوں باتیں میرے لئے سفید مطلب ہیں۔ اس لئے اس کا فیصلہ یہ تم پر چھوڑتا ہوں کہ تمہیں ان میں سے کونسا طریقہ پسند ہے۔ لائسنس فیلڈس کے لوگ ایسے ہیں کہ پستول چلنے کی آہل مزے سے چن ان مضطرب نہ ہوں گے۔ اور میرے رسالہ کے پیچھے ایک گہری خندق ہے جس میں تمہاری سگری ہوئی لاش کا پوسٹشید رہتا ایک معمولی بات ہے۔“

اولڈ ڈیج نے ان الفاظ کو سن کر کانپ اٹھا۔ کیونکہ رہزن کے کلام سے عزم مصمم کی جوتی تھی۔ آخر کہنے لگا ”اچھا اگر میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں تو سوال یہ ہے کہ تم کس طرح میرا طریقہ ان کر سکتے ہو کہ مجھ سے غداری نہ کرو گئے؟“

”اعتماد“ رہن فورڈ نے جواب دیا ”جس طرح بس تم پر اعتماد کرتا ہوں اسی طرح تم بھی کرو۔ پھر کیا ہم ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم نہ ہو جائیں گے؟ اور میں اپنی طرف سے اور زیادہ مطمئن ہو جاؤں گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے مجھ پر یہ بات واضح ہو جائیگی

کہ تم اگر کبھی مجھ پر تباہی لاؤ گے تو تمہارا بھی میرے ساتھ برباد ہونا یقینی ہوگا۔
 ”جیسے تمہاری معنی“ اولڈ ڈیوٹھ لے غرا کر لیا۔ اور اپنی سیل ٹوپی سر پر رکھ کر وہ چلتے
 کے لئے تیار ہو گیا۔

رین فورڈ کہنے لگا ”ایک منٹ ٹھیر جاؤ۔ میں اطلاع دے آؤں“
 اتنا کہ کر وہ جلدی سے کمرہ سے باہر نکلا۔ اور دروازہ کو باہر سے مقفل کر کے بالائی منزل
 کی طرف گیا۔ اولڈ ڈیوٹھ پہلے تو ڈرا کر کہیں نام کا مطلب سمجھے اسی کمرہ میں زیر حراست
 رکھنا نہ ہو لیکن جب وہ ایک ہی منٹ میں واپس آگیا۔ تو اس نے اطمینان کا سانس لیا
 ہونے کے سامنے کھڑا ہو کر اور اس کے چہرہ پر تجسس نظر ڈال کر نام نے کہا ”میں نے
 دیکھا ہے بالا خانہ کی خواجہ میں قالین پر بیٹے بوٹوں کے نشان ہیں۔ بتاؤ تم اور کیا
 کرنے گئے تھے؟“

”قسم لے لو میں نہیں گیا“ اولڈ ڈیوٹھ نے جواب دیا۔ اگرچہ نام کی قدر لو دیکھا
 کے سامنے اس کے بدن میں بے اختیار کھپکھپی پیدا ہو گئی۔

”لوٹو اور روغ کو“ رین فورڈ نے چلا کر کہا ”جی تو چاہتا ہے... مگر نہیں“ اس
 نے مضبوطی سے کام لے کر کہا ”وقت ظاہر کر دے گا کہ تمہارا نشان اس مکان میں آئے
 سے کیا تھا۔ اور اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ تم مجھ سے غدارانہ سلوک کرنا چاہتے تھے تو میں تم
 سے وہ کروں گا کہ دنیا دیکھے گی۔ لیکن خیر اب چلو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ آگے آگے
 چلتے جانا۔ اور بارونق بازاروں سے حتی الامکان احتراز کرنا۔“

اولڈ ڈیوٹھ نے پوچھا ”کرایہ کی گاڑی کیوں نہ لے لیں؟“
 رین نے ہنس نغظوں میں کہا ”نہیں ہم پیدل ہی چلیں گے۔ خواہ ہمیں لندن کے
 دوسرے کسے تک ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ اور یہ یاہ رکھو میں تمہارے قدم بہ قدم
 چلتا جاؤں گا۔ اگر تم نے راستہ میں کسی شخص سے کچھ کہنے کی جرأت کی یا کوئی اور چالاک
 برقی تو مجھ پر نو جو گولے کی بجائے لوں گا۔ لیکن تمہاری خیر نہ ہوگی... مگر نہیں ٹھیر جاؤ
 ایک اوجھش بندی کھلے لیتا ہوں۔ تم اپنی پاکٹ کب احتیاطاً میرے حوالہ کر دو“
 ”پاکٹ کب!“ اولڈ ڈیوٹھ نے فطرت سے کہا۔
 ”ماں پاکٹ کب“ نام رین نے جواب دیا ”میں جانتا ہوں اس میں کچھ نیک ٹوٹ

اور تمہارے مفید مطلب یا دوستی موجود ہیں۔ اور یہ اس وقت تک اس گھر میں محفوظ رہی گی کہ میں اس مہم سے سمجھاؤں کہ وہاں اس آجاول جس پر تمہارے ساتھ چلنے لگا ہوں۔ جلدی کرو وقت گزرا جا رہا ہے۔“

”میری پاکٹ بک!“ اولڈ ٹیچ نے پھر ایک بار اور بھی زیادہ تعجب کے لہجے میں کہا۔ یہ رہزن کہنے لگا۔ ”کیا میں پہلے ہی یہ لفظ صاف طور پر نہیں کہ چکا؟ اگر میرا فقرہ تمہارے سمجھ میں نہیں آتا، تو لاؤ میں پاکٹ بک کو خود تمہاری جیب سے نکال لیتا ہوں۔ یہ پہلا فقرہ نہیں ہے کہ میں نے کسی کی جیب میں اپنے ہاتھ سے پاکٹ بک نکالی ہو۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے زور کا قہقہہ لگایا۔

اولڈ ٹیچ کے خوفناک چہرہ پر انتہائی غصہ کے آثار نمودار تھے۔ کہنے لگا۔ ”کیا تم جانتے ہو بیسٹے ساتھ اس وقت تمہارا سلوک ایسا ہے جس کا میں آج تک فکر نہیں ہوا۔“
”مام رین نے ممکن کے لہجے میں جواب دیا۔ ”تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ آج تک تمہارا عقل صرف ان لوگوں کے ساتھ رہا جنہیں تم اپنے قابو میں رکھتے تھے۔“

اور جن کی جانیں تمہارے اس تار کے ساتھ لٹکی کر رہتی ہیں۔ جے تم جب چاہو توڑ سکتے ہو۔ مگر یہ کم نہ تھا۔ کہ یہ فوج میں ڈالے بغیر ان کی جانوں کو اپنے اختیار میں رکھ سکتے تھے۔ تمہارے ہاتھ میں ان کی حیثیت کٹ پتی کی سی تھی۔ اور ان کی ہستیاں ایک کھیل کھڑے جھین۔ مسٹر بونز میں خوب سمجھتا ہوں۔ تم بہت عرصہ جابر و جریں اور انتہا درجہ کے کھیل کا پارٹ ڈا کرتے رہے ہو۔ اپنے ماتحتوں پر تمہاری حکومت نہایت سخت اور جابرانہ تھی۔ مگر اطمینان رکھو۔ میں ان شخصوں سے بالکل مختلف ہوں۔ جن سے آج تک تمہارا واسطہ رہا۔ میں وہ ہوں کہ جہاں پر جس حال میں تم چاہو۔ تم پر غالب نہیں تو مساوی ضرور رہ سکتا ہوں اور اگر تم ایک بات میں مجھ پر فوقیت حاصل کر لو گے۔ تو میں دو میں حاصل کے بغیر۔ چین نہ لوں گا۔“

اولڈ ٹیچ نے سخت متعجب ہو کر کہا۔ ”آخر تم کون ہو۔ جو مجھ سے اس لہجے میں گفتگو کر رہے ہو؟“

رہزن نے ہنس کر جواب دیا۔ ”میں وہی مامس رین فونڈ ہوں کوئی اور نہیں۔“
ان لفظوں میں ایسا غرور پایا جاتا تھا۔ جو اولڈ ٹیچ کے کانوں کو اس وقت

ہنایت خوفناک معلوم ہوا۔

ذرا رک کر بہن نے کہا وہ تمہیں یہ بتانا غیر ضروری ہو گا کیس ہنایت پختہ ارادہ کا آدمی ہوں۔ اور اگر تم نے راستہ میں میرے ساتھ ذرا بھی دغا کی۔ تو میں کھلے بازار میں ہجوم کے اندر تمہیں گولی مارنے سے اسی طرح دریغ نہ کروں گا۔ جیسے کسی ویرانہ میں کسی بھٹے مانس کی نقدی چھینے میں نہیں کرتا۔ مگر بس گفتگو بہت ہو چکی۔ اب کام کی ضرورت ہے اس لئے پہلے اپنی پاکٹ بک میرے حوالہ کر دو۔

مام رین کی گفتگو سے اولڈ ڈیوٹیہ کا وصلہ رفتہ رفتہ بہت ہونے لگا تھا۔ اب وہ ان ٹھکانہ الفاٹ سے اس تھر سٹریٹ ہو اگلے پاکٹ بک دینے بغیر چارہ کار نظر نہ آیا۔ مگر پھر جس وقت وہ پاکٹ بک اُس کے حوالہ کرنے لگا تو یکایک اس کے دل میں خیال آیا۔ اور وہ بولا وہ اس کے اندر ایک خط ہے۔۔۔ صرف ایک۔ جسے میں اپنے پاس کتنا چاہتا ہوں۔ اس میں تو تمہیں عذر نہیں ہے۔

مام نے کہا ”نیر میں یہ رعایت دیتا ہوں۔ تم وہ خط کمال لو۔ لیکن خسر۔ دار کوئی اور چیز نکالنے کی کوشش نہ کرنا۔“

اولڈ ڈیوٹیہ نے کانپتے ہوئے اکتوں سے اپنی چکی سیلی پاکٹ بک کا شمع کھلا۔ پھر جب اُس کی نظر نیک نوٹوں کے بندل پر جو اس کے اندر رکھے ہوئے تھے پڑی۔ تو اُس نے ایک گہری آہ کھینچی۔ اُس نے پاکٹ بک کے کاغذات کو لپٹ کر دیکھا۔ اور سنا اُس کے چہرہ پر تاریک بادل چھا گیا۔ مختلف خطوط اور کاغذات کو بار بار دیکھتا ہوا کہنے لگا ”عجیب معاملہ ہے۔۔۔ بڑا عجیب معاملہ ہے۔۔۔“

رین فورڈ نے پوچھا ”کیا عجیب معاملہ ہے؟“

اولڈ ڈیوٹیہ ٹھٹھٹے ہوئے اضطراب کے ساتھ بولا ”وہ خط جس کی مجھے تلاش تھی اس میں نہیں ملتا۔ یقیناً وہ کہیں گم تو نہ ہو گیا ہو گا۔ اور باوجود اس کے۔۔۔ مگر نہیں مجھ یا د آگیا۔۔۔ میں آج سہ پہر کو اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ اُن میں نے اسے اپنی جیب میں ڈالا تھا۔“

اس نے ایک ایک کر کے ساری جیبوں کو دیکھا۔ مگر وہ کہیں نہ ملا۔

رہزن نے پاکٹ بک اُس کے ہاتھ سے چھین لی اور بولا ”بہت دیر ہو چکی۔ اس لئے“

اب مجھے ان نوباتوں میں ٹانے کی کوشش نہ کرو۔ اور آگے آگے چل دو۔
 پاٹ بک لیکرین فورڈ پھر ایک بار کرہ سے باہر نکلا۔ اور اولڈ ڈیوڈ کو اندر ہی چھوڑ کر دروازہ
 مستقل کر لیا۔ تقریباً دس منٹ کے عرصہ میں اس نے واپس آکر دوا دہ کھولا۔ اور کہنے لگا
 ”تمہاری پاٹ بک ایک ایسی جگہ محفوظ رکھ لیا ہوں۔ جہاں ہماری واپسی تک کوئی
 اسے نہیں چھوئے گا۔ دیکھو اب گیارہ بج چکے ہیں۔ اس لئے میں یہاں سے رخصت
 ہوتا ہا ہوں۔ چلو تم سیڑھے آگے آگے چلنا شروع کرو۔“
 اولڈ ڈیوڈ بادل ناخواسہ آگے آگے ہو لیا۔ اور ٹام رین یہ کہتا ہوا پیچھے چلنے لگا
 کہ ”اگر تمہاری طرف سے ذرا سی غداری کا بھی اظہار ہوا تو پستول کی گولی تمہاری پیٹھ میں
 داخل ہو کر سینہ کے پار ہو جائے گی۔“



باب ۲۹ اولڈ ڈیوڈ کا مکان

سکرین ہل گرین کے سسٹن ہوس کے عقبی سمتے فیلڈ مارکٹ تک ایک بازار جاتا ہے
 جس کے بالائی حصہ کو ٹرنل شریٹ اور نیچے کو کامو کراس شریٹ کہتے ہیں۔ اس
 بازار میں بیٹے بیٹے کپڑوں اور تہن فروشوں کی دوکانیں ہیں۔ گزریا وہ اس قسم کی جن
 میں چار چکے اپنا مال پرسانی منہ بنت کر سکیں۔ چند منٹ کے لئے کوئی شخص
 اس بازار میں کھڑا ہو کر دوکانوں کی سیلی کھڑکیوں کے اندر رکھے ہوئے مختلف
 قسم کے مال کو دیکھے تو اس کے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہ ہو گا۔ کہ دوکانیں ان چھتروں
 یا افسانہ فصول زائد سامان سے چڑھیں۔ جسے غریب لوگ یہاں فروخت کر جاتے یا سلیقہ
 غیر ضروری سمجھ کر وہی میں پھینک دیتے ہیں۔

اس بازار میں کپڑے والوں کی بھی دوکانیں ہیں۔ مگر انہیں غور سے دیکھو تو معلوم
 ہو گا کہ ان میں ریشمی رومال، لمبیاں، قیمیں، ساسے، کوٹ، تیلوئیں، واسکٹیں، اور
 اور چیزیں جی کھڑکیوں کے اندر سجی ہوئی یا دیوار کے ساتھ لگی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ان کے
 متعلق یہ معلوم کرنا مشکل نہیں کہ کتنی چوری کا مال اور کتنی زبردستی ہیں۔

ٹرنل شریٹ اور کامو کراس شریٹ کے دونوں بازاروں میں رکازوں کے

دروازوں پر پہلی کھلی قابل نفرت اور زور و عورتیں نظر آتی ہیں۔ گمراہ پوچھو تو مردوں کی حالت بھی ان سے بہتر نہیں۔

اگر کسی فیشن ایبل محلات کے رہنے والی امیرزادی کو جوش یا سائن کا لباس پہنتی ہو جس کی ٹوپی میں نمایاب پروازیں روں میں بیش بہا ہیکے لگے ہوئے ہوں۔ جس کے اطوار شستہ۔ طریقہ مذہب۔ گفتگو اور سارا اثر تہذیب بخش ہو۔ اُس کے اعلا طبقہ سے نکال کر زن مل شرٹ کی ایک خستہ حال عورت کے پیلوں میں کھڑا کر دیا جائے۔ یعنی اس عورت کے پاس جس کی آواز گلوگیکہ لفظ قابل نفرت۔ بدن پر کثافت۔ کپڑے سیسے اور پچھے ہوئے اور گفتگو منطقات اور فحش کلامیوں سے پُر ہو۔ ہاں صفت نازک کے ان دونوں کو اگر پہلو پہلو کھڑا کر دیا جائے تو دونوں میں کتنا عظیم اختلاف نظر آتا ہے لیکن نہیں امیرزادی کو بھی اس صفائی۔ اُس سلیقہ اور اُس شگفتگی کے لئے جو اس سے مخصوص ہے۔ اسی طرح تعریف نامستی نہیں سمجھا جاسکتا۔ جیسے زن مل شرٹ کی غریب عورت اس ذلت اور بد فحائی کے لئے جس میں وہ سرتاپا غرق ہے حقیقی معنوں میں قابلِ مذمت نہیں۔ کیونکہ اگر وہ امیرزادی اس غریب گھر میں پیدا ہوئی جس میں یہ پیدا ہوئی یا خستہ حال عورت کسی امیر کبیڑ کے ہاں عالم وجود میں آئی یہ تو کیا اول انڈرزن مل شرٹ کی آوارہ گرد قابل نفرت عورت نہیں جاتی؟ یا آخر انڈرزن کی پرمارتہ کاٹش نہیں

نہایت؟

عند حیف کہ امیر اور ذمی تہ لوگ اس امر واقعہ کو فراموش کر کے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ امارت میں سبھی خوبیاں موروٹی اور غریب فطرتاً، اخلاق اور جبلت ہوئے ہیں بہت سنی خوفناک غلطی اور کیسی حاکم غلط فہمی ہے! کیونکہ اگر کسی امیر بن امیر کا نور نظر چھوٹی عمر میں اپنے گھر سے چرایا جاتا۔ اور اُس کی پرورش غریب طبقہ کے لوگوں میں ہوتی۔ تو کسی کج وہ بھی بازاروں میں ننگے پاؤں دوڑتا کثیف نالیوں میں چھوٹے سکے تلاش کرتا۔ کبھی کے دو ٹھل یا شلغم کے چھلکے کھاتا۔ مائیاؤں کی دکان سے خوراک کی چیزیں چراتا یا مار بھٹے مائوں کے رومال اڑاتا نظر نہ آتا؟ کیا اس وقت بھی اس کی آواز میں وہ شگفتگی قائم ہوتی جو آج اس سے مخصوص ہے؟

ان حالات میں امیر طبقہ کو کسی تعریف یا غریبوں کو کسی الزام کا مستحق نہیں سمجھا جاسکتا۔

جو کچھ بھی وہ ہیں۔ تو اسی حالات کے اثر سے ہیں۔ اگر اثرات تہذیب بخش ہوں تو وہ انسان کو مذہب بنا دیتے ہیں۔ اور اگر ہر وقت تکلیف اور نصیب کا سامنا رہے۔ تو قدتی طور پر ذلت و اخلاقی اور لاپرواہی پیدا ہو جاتی ہے۔

اے امیر طبقہ کے مرد! اس بد نصیب غریب آدمی کے لئے تمہارے دل میں کس قدر نفرت کا احساس ہے۔ جو اولاد میں کی عدالت کشش میں جج کے سامنے کھڑا کانپ رہا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کیا تم سے کبھی زندگی میں کوئی خطا۔ کوئی جرم سرزد نہیں ہوا؟ اور اگر نہیں ہوا۔ تو کیا تم نے۔ سوال کے اس پہلو پر غور کیا ہے کہ اس شخص نے کن اثرات سے مجبور ہو کر وہ فعل کیا۔ جس کے لئے اب وہ عدالت میں پیش ہے؟ کیا تم نے کبھی فائدہ کشی کی وہ تکلیف برداشت کی ہے جسے وہ کر چکا ہے؟ کیا تم کبھی بازاروں میں جہازا قسم تمہا سامان راحت و عشرت موجود ہو۔ اس حالت میں دیوانہ وار پھرتے رہے ہو کہ جیب ایک پیسہ نہ ہو۔ اور بیوی بچے غلیظ مکان میں افسردہ اور مایوس بیٹھے ہوں یا نہیں! تم نے اپنی زندگی میں ایسی تکلیفیں نہیں دیکھی ہیں۔ ورنہ یقین جانو۔ تم بھی اس بد نصیب شخص کی طرح جو عدالت میں سر جھکا کر کھڑا ہے۔ اور جس کے جرم کو تم نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہو۔ روٹی کا ٹکڑا چلنے یا کسی کا رومال یا کپڑا لانے سے دریغ نہ کرتے۔

اور تم بھی اسے ایسی طرح کی عورت۔ جو اپنے گرد خوشنما گرم شال لپیٹے پھرتی ہو۔ اور بازاروں سے چلتی ہوئی اپنے خوشنما کپڑوں کو اس طرح سمیٹ لیتی ہو۔ کہ تاش گاہ کے دروازہ سے نکل کر اس شاندار گاڑی میں سوار ہوتے وقت جس میں بیٹھے کر تم نے اپنے عالیشان محل سے جہازا جاتا ہے۔ ہمت سارا دن اس بد نصیب غریب لڑکی کے کپڑوں سے نہ چھو جاؤ جو پاس سے گزر رہی ہے۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ اُس قابل رحم عورت سے چھوٹے خیال ہی تمہارے دل میں کس قدر نفرت اور حقارت کا احساس پیدا کرتا ہے! مگر آہ کیا! کسی رعایت کی سختی نہیں ہو کیا وہ سچ اسی نفرت اور حقارت کی سختی ہے جس کا انہماک ہر طرف سے ہو رہا ہے؟ اگر اس سے اپنی زندگی میں کوئی خطا سرزد ہوئی۔ تو اس۔ اس طبقہ کی سبھی عورتیں میرے حال تصور دار نہیں قرار پاسکتیں۔ اس کے علاوہ اس امیر بھی غور کرو۔ کہ اگر تم کسی غریب کی بیٹی ہو تیں۔ تم بھی پیدائش سے لے کر سن بلوغ تک ہر قسم مصیبتوں میں گھس دی رہیں۔ تم بھی اپنے دل میں یہ احساس رکھتیں۔ کہ ان

صیبتوں کے اثر سے .. خواہ کسی جرم کی بدولت ہی بھی۔ پیکر ٹھکانہ بہشت میں داخل ہونے سے کم نہیں۔ ان سب خیالات کو پیش رکھ کر کیا تم کہہ سکتی ہو کہ تمہارا جو ہر کیزگی اس بد نصیب۔ قابل رحم عورت سے زیادہ مضبوط ثابت ہوتا۔ جو تمہارے سب اس وقت اس کرہ ہوئی میں سانس لے کر جس میں تم رہتی ہو۔ اسے متعفن ہے؟

الہی اور نچے طبقہ کے لوگوں کا غریبا کے ساتھ یہ سلوک کرنا کتنی بڑی نا انصافی ہے! جس اور سخت پسندیدگیات ان لوگوں سے جن پر اظہار رحم ہونا چاہیے۔ حقارت جانتے ہیں۔ جہاں دوسروں کی حالت کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ نفرت سے کٹ کر کونستہ پھر لیا جا رہا ہے۔ امر اچھے ہیں۔ وہ برائیاں جو حقیقت میں افلاس اور خستہ ہیں۔ غریب مردوں کی فطرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ ان بد نصیب عورتوں کو اہل گھر پر لگایا کرتے ہیں۔ جنہیں کبھی نیک بننے کا سبق یاد دہانی نہیں دیا گیا۔ بنطریقہ کی بدسلوکی جو سیت لوگوں سے کی جاتی ہے۔ حد بیان سے باہر ہے۔ اس اراضی دار کو دیکھو جو اپنے مزدور کو آٹھ شلنگ ہفتہ وار دے کر تاکید کرتا ہے کہ فراغت کی زندگی بسر کرو۔ صاف سحر سے رہا کرو۔ یوم سبت کو عبادت میں بھی شامل ہو سچوں کو تعلیم دو۔ ان کے لئے اچھی کتابیں مہیا کرو۔ انہیں سحر ا رکھو۔ اور قرض سے محفوظ رہو۔ جب وہ اس مزدور کو نیم برتنہ اور فاقہ کش دیکھتا ہے۔ جب وہ خود اسے گرجا میں لے کر ان کے لئے جانے کی بجائے حالت یاس میں شراب خانہ کا رخ اختیار کرتے دیتا ہے۔ جب اسے اس کی بوی شراب نوش اور بد زبان نظر آتی ہے۔ اور جب وہ اس سچوں کو فحش گو۔ بد اخلاق اور چوری کا عادی دیکھتا ہے۔ تو حسرت سے دونوں ہاتھ لٹکات ہے "مزدور طبقہ کے لوگ فطرت سے ہی بد چلن ہیں۔ ان میں نیکی کسی حال میں انہیں کی جاسکتی۔"

لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ایسے امر اور اراضی دار ہی ظالم اور سنگدل ہیں۔ جو لاکھوں مصیبت زدہ خلق خدا کے کاٹھے پیٹے کی کمائی پر دونوں اقبول سے قبضہ کرتے اور انہیں ان کے جائز حقوق سے محروم رکھتے ہیں۔ مگر انہیں سلسلہ داستان کو جاری رکھیں۔

بارش اب تک رجم ہو رہی تھی۔ اور دور فاصلہ پر کسی گرجا کے گھنٹہ گال نے ڈیرایو پیشتر ۱۲ بجائے تھے کڑا کڑے آگے اولڈ ڈیوٹیہ پیچھے پیچھے نام رین۔ دونوں کا ڈاکٹر اس سٹریٹ سے نکل کر ٹرن مل سٹریٹ کی ایک تنگ گلی کی نگر پر چڑھے۔ اولڈ ڈیوٹیہ نے غالباً یہ جانتے کے لئے کڑا مہرین ساتھ آ رہا ہے یا نہیں۔ شکر پیچھے کی طرف ہکیا۔ اور اس کے بعد گلی کے اندر داخل ہو گیا۔ نام نے یہ سمجھ کر کہ رکارڈ ہاؤس کا نظریہ بجا کر نکل جانا چاہتا ہے لپک کر اس کے خاکی کوٹ کا دامن پکڑ لیا۔

بوز کہتے دکا ”بس اب شور وغل نہ کرو ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے“
 اتنا کہ کر اس نے جیسے کبھی محال کر مکان کا دروازہ کھولا۔ اور نام کے ساتھ اندر داخل ہو کر اسے بڑی احتیاط سے بند کر لیا۔

جس حکم پر وہ دونوں داخل ہوئے۔ وہاں انتہا درجہ کی تاریکی تھی۔ رین فورڈ چونکہ بڑا محتاط آدمی تھا۔ اور یہ نہیں چاہتا تھا۔ میراوشن موقع پا کر مجھ پر غالب آجائے۔ اس لئے وہ کہتے دکا ”دوست ایک منٹ ٹھہر جاؤ۔ تمہارے پاس روشنی کا انتظام نہیں ہے۔ تو میں کسی مکان سے بوم تپتی اور دیاسٹائی خرید لانا ہوں“

وہ یہ الفبیا کہہ رہا تھا کہ اولڈ ڈیوٹیہ نے کہیں سے ایک دیاسٹائی نکال کر اس سٹریٹ کو روشن کیا جو دروازہ کے قریب ایک بجلی کی لاری پر لگی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں رین نے معلوم کیا کہ یہ ایک چھوٹا سا تاریک کمرہ ہے جس میں کسی طرح کا سامان مطلق نظر نہیں آتا۔ اور اس کے اندر سے دوڑتے آتے ہیں۔ ایک تنگ زینہ کی طرف جو پیلو میں واقع تھا۔ اور دوسرا ایک اور دروازہ کی طرف جو اس دروازہ کے عین بالمشابہ تھا۔ جس میں سے یہ دونوں تھوڑی دیر پیشتر اندر داخل ہوئے۔

عام طور پر جب کوئی شخص چوری کا مال لے کر فروخت کی غرض سے اس مکان پر آتا تو وہ ایک تار کو کھینچا کرتا تھا جس کا سہارا ہر چار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس پر مکان کے اندر ایک گھنٹی بجتی تھی۔ نام معلوم ذرا سے باہر کا دروازہ کھل جاتا۔ اور چور اس جھپٹے سے کمرہ میں داخل ہو کر دروازہ کو احتیاط سے بند کر دیتا۔ اس کے بعد وہ اندرونی یا دوسرے دروازہ پر جس پر ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ آہنگی سے دستک دیتا۔ اس سے اس دروازہ میں ایک چھوٹا سا رخسہ از خود پیدا ہو جاتا۔ لیکن کوئی آدمی اس سے نظر نہ

آتا تھا۔ چر اپنے مال کا بندل یا پارسل اس رختہ کے اندر داخل کر دیتا۔ اور وہ ختمہ پھر بند ہو جاتا۔ چند منٹ کے عرصہ میں یا بعض اوقات اگر مال کے معائنہ میں زیادہ عرصہ لگ جاتا ہے۔ تو نسبتاً زیادہ دیر بعد وہ رختہ پھر کھلتا۔ لیکن صرف اس قدر کہ اس کے اندر سے ایک ٹکڑا باہر پھینکا جا سکے۔ جس کے اوپر اس مال کی زیادہ سے زیادہ قیمت جو پیش کی جاسکتی ہو درج ہوتی تھی۔ اگر وہ چر اس کاغذ کے پرزہ کو فوراً ہی پھر اندر داخل کر دے تو نقدی کی وہ رقم جو اس پرزہ کاغذ پر درج ہوتی۔ اس رختہ کی راہ سے باہر ڈال دی جاتی۔ باہر کا دروازہ پھر کسی نامعلوم ذریعہ سے کھل جاتا۔ اور چور کے رخصت ہو جانے پر از خود بند ہو جاتا تھا۔ لیکن اگر چر اس کاغذ کو واپس ذکر سے۔ تو اس کے معنی یہ سمجھ جاتے تھے۔ کہ پیش کردہ رقم اسے منظم نہیں۔ اس پر اس رختہ کی راہ سے اس کا بندل باہر نکال دیا جاتا اور وہ لے لیکر چل دیتا تھا۔

یہ ساری کیفیت اولڈ ٹیٹھ نے رین فوڈ کے مجبور کرنے پر بیان کی۔ اور خاتمہ پر کہنے لگا ”تم دیکھ سکتے ہو۔ اس طرح پرچہ لوگ یہاں چوری کا مال فروخت کرتے آتے ہیں۔ وہ کبھی اس بات کو نہیں جان سکتے کہ ان کا مال لینے والا کون ہے۔“

رینرن نے پوچھا ”آخر اس جگہ کا منتظم کون ہے۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ تم ایک ہی وقت میں ہر جگہ موجود نہیں رہ سکتے۔“

اولڈ ٹیٹھ نے جواب دیا ”میرا ایک نہایت وفادار اور معتمد آدمی اس جگہ کا منتظم ہے جو کئی سال سے میری ملازمت میں ہے۔“

رین فوڈ نے کہا ”مگر یہ ضرور ہے کہ جو لوگ یہاں پر چوری کا مال فروخت کرنے آتے ہیں۔ وہ جانتے ہوں یہ مکان کس کا ہے۔“

بوزلے خوفناک ہنسی ہنسی کر کہا ”بالکل نہیں۔ کیونکہ یہ مقام ٹیڈ مارش کے نام سے منسوب ہے۔ اور لندن کے کسی نہایت مشہور چور کو بھی اس بات کا علم نہیں کہ میرا اس میں تو راجھی قفلن ہے۔ تم نے سمجھ لیا ہو گا کہ ٹیڈ مارش اس شخص کا نام ہے جو اس جگہ کا انتظام کرتا ہے۔ اگر مجھے کسی معاملہ کو ذاتی طور پر ملے کرنا ہو۔ تو میں لوگوں سے سرائوں شرابیوں یا اپنے گہرے دوستوں کے مکانوں پر مل لیتا ہوں۔ جیسے تم سے جس کے مکان پر ملتا تھا۔۔۔ مگر تم اوپر چلے آؤ۔ یہاں کھڑے رہنے سے کیا فائدہ ہے۔“

اتنا کہ کراؤ لڑتیہ زینہ پر چڑھنے لگا۔ اور نام رین بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو گیا۔ دونوں ایک معمولی سے کمرہ میں داخل ہوئے۔ جہاں ایک عمر رسیدہ شخص جس کی صورت اولڈ تھ کے برابر ہی کردہ تھی۔ گودہ بظاہر تناطیل القامت نہ تھا۔ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس سے مخاطب ہو کر اولڈ تھ کہنے لگا ”ڈیڈ مارش گھبراہٹیں۔ میں ہوں۔“ ”تم ہو“ شخص مذکور نے گھبرا کر بستر سے اٹھتے اور رین فورڈ کی طرف مشتتبہ نظر سے دیکھتے ہوئے سزا لگایا۔

بوز کہنے لگا ”ٹڈی میں اور میرا دوست سٹرین فورڈ بس ہیں دونوں ہیں۔“ ڈیڈ مارش اب زیادہ مصالحت آمیز لہجہ میں کہنے لگا ”اس صورت میں مصالحتیں سٹرین فورڈ تمہاری شہرت اس چارہ دہاری کے اندر بھی سیسے کا ٹون تک پہنچ چکی ہے۔ بیٹھے روم کی بوتل حاضر ہے“ یہ کہتے ہوئے اس نے میز پر رکھی ہوئی بوتل اور گلاس کی طرف اشارہ کیا۔

رین فورڈ حسب معمول بے تکلفی اور لاپرواہی کے لہجہ میں کہنے لگا ”سردی کا اثر خارج کرنے اور تمہارا جام صحت پینے کے لئے مجھے اس میں آمکا نہیں“ یہ کہتے ہوئے اس نے مٹھوڑی سی شراب گلاس میں ڈال کر پی۔ اس کی تقلید اولڈ تھ نے بھی کی۔ اور سٹرین فورڈ کو بھی ایک دو گھنٹ پینے پر مجبور کیا گیا۔

اب بوز ڈیڈ مارش سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ”بس تم سو جاؤ۔ ہم تمہاری غیب خراب نہیں کرنا چاہتے۔“

سٹرین فورڈ نے ایک ہلکی خواہش کے ذریعہ اس انتظام پر اظہارِ پسندیدگی کیا۔ اور پھر چارپائی پر لیٹ گیا۔

اولڈ تھ رین فورڈ کو ساتھ لے کر پچھلے اسی منزل کے پاس والے کمرہ میں اور پھر بالاجانہ پر گیا۔ لیکن یہ سب کچھ خالی تھے۔ دیواریں مردِ زمانہ سے سیاہ ہو چکی تھیں۔ چھت کی رنگت ایسی تھی۔ گویا اس پر سیاہ رنگ کیا گیا ہو۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر اتنی گرد جمی تھی۔ کہ دن کے وقت بھی ان کے اندر بہت کم روشنی داخل ہوتی تھی۔ فرش پر سنوں کو ڈاکٹ جمع تھا۔ اس کے علاوہ ان کمرہ میں سے اس قسم کی تیز بو آ رہی تھی۔ جس سے کمزور طبیعت شخص کو غشیان کی نوبت پیدا ہوتی تھی۔

”امام رین یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوا کہ سب کمرے خالی پڑے ہیں۔ وہ دل میں سوچتا تھا کہ اولڈ ٹیجہ کے گودام میں ہزاروں کال جن ہو گا۔ کیونکہ لندن محبسہ کے تین چوتھائی چھاپنا مال اس کے ہاں فروخت کی غرض سے لاتے تھے۔ لیکن جب اسے وہاں ایک چیتھر انگ نظر نہ آیا۔ تو اس کے تعجب کی انتہا نہ رہی۔ کمروں کی صورت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برسوں سے کسی نے ان کے اندر قدم نہیں رکھا۔ اولڈ ٹیجہ سے مخاطب ہو کر وہ منہ لہجہ میں کہنے لگا ”یہ شاید تمہارے مکان کا استقبالیٰ حصہ ہے گودام تو یقیناً نہیں۔“

اولڈ ٹیجہ کہنے لگا ”بس یہی سب کچھ ہے۔ بات یہ ہے۔ جو مال آتا ہے اسے فوراً ہی بھیج دیا جاتا ہے۔“

رین فورڈ نے پوچھا ”وہ کہاں کو؟“

”چھوٹے دوکانداروں کے پاس یا براعظم یورپ کو“ اولڈ ٹیجہ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھی کی طرف اس نظر سے دیکھا۔ گویا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس بیان سے اس کا اطمینان ہو گیا یا نہیں۔

رہزن نے کہا ”انا کہ جو کچھ تم کہتے ہو صحیح ہے۔ لیکن مجھے وہ تمہارے سیکڑوں ملازم نظر نہیں آتے۔ جو ہر روز خریدے ہوئے مال کو ابھرا دھریج آتے ہوں۔ اور یہ تو ظاہر ہے البتہ اور فرانس کو ہر گھنٹہ جہازوں کی آمد و رفت نہیں ہوتی۔“

اولڈ ٹیجہ گھبرا کر کہنے لگا ”نام اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟“

رہزن نے سختی کے لہجہ میں کہا ”میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے دھوکا دینا چاہتے ہو۔ گویا کہ میں پھر کہے دیتا ہوں۔ ہم دونوں اس مکان میں تھما ہیں۔ کیونکہ تمہارے اس بڑے گودام کو جسے ہم نیچے چھوڑ آئے ہیں۔ میں ناچیز سمجھتا ہوں۔ اور بچہ اگر تم نے میرے ساتھ کچھ بھی دھوکا بازی کی تو میں اس پستول کے سرے سے تمہارا منہ زاش پاش کر دوں گا۔“

اولڈ ٹیجہ اپنے ساتھی کے چوڑے لہجہ سے خوف زدہ ہو کر کانپتا ہوا کہنے لگا ”پھر تم مجھ سے اور کیا چاہتے ہو؟“

وہ بولا ”میں تمہارا گودام دیکھنا چاہتا ہوں اور میں۔ اس میں تمہاری طرف سے جتنی دیر ہوگی اسی قدر تمہارے حق میں بڑا ہے۔“

اولڈ ٹیجہ نے پھر بھی ایک لمحہ کے لئے مائل کیا۔ مگر یہ دیکھ کر کہ رین فورڈ کے لمحہ میں

عزم صمیم کی جنگ پائی جاتی ہے۔ اور وہ بے صبری سے اپنا پاؤں فرش زمین پر مار رہا ہے
نیز یہ کہ اس نے اپنا پستول غنائک طریق پر اونچا اٹھا لیا ہے۔ اس نے جان لیا کہ بجالت
مجبوری مصیبت سے بچنے کو کچھ یہ کتبہ اس کے سلطان کرنا ہوگا۔

شیخ کو سکے برابر اونچا اٹھا کر تاکہ راستہ میں اچھی طرح روشنی رہے۔ وہ پیپ چاپ
اسی تنگ فکستہ ڈھلان زمینہ کے راستہ پھر نیچے اڑنے لگا۔ نام رہن بھی اس کے
پیچھے پیچھے تھا۔

اس چوڑی ڈیوڑھی میں دوبارہ پہنچ کر جس کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہاں چوری
کا مال خریداجاتا تھا۔ اولڈ ڈیوڈ نے اس دروازہ کو جس کے اندر مال خریدنے کا رخ تھا
کھولا۔ اور دین فورڈ کو ساتھ لئے ایک چھوٹے سے عقبی کمرہ میں داخل ہوا۔ جو بنگلہ ہر
دفتر کی صورت رکھتا تھا۔ اس کے اندر ایک ڈسک۔ ایک اونچا شول۔ ایک ہشت
روڑہ چایا کا کلاک ویسا ہی جھلکا۔ اچھے گھروں کے باورچی خانہ میں پایا جاتا ہے اور
جس کا چوبی حصہ مہجوت کے برابر بڑا تھا لکھو لکھا۔ ڈسک پر کاغذ فلم دوات موجود تھی۔ ایک
بست بڑی حساب کی کتاب نہایت سیلی گویا برسوں سے اُسے کوئی ایسا شخص کھاتا رہا ہو جسے
صاحب کے نام سے خوف آتا ہے۔ بڑی جتنی۔ دین فورڈ نے پوچھا ”کیا یہ ڈسٹ مارش کا دفتر
ہے؟“

اولڈ ڈیوڈ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ صرف اثبات کے طور پر سر ہلایا۔
دہن نے اسے اس وجہ سے کھولا۔ اس میں پوسٹ بک دوبار کے افواج موجود تھے۔
میسالہ پریم ہونے کے طور پر اس کی بعض رقوم پیش کرتے ہیں۔ اور یہ بیان کرنا بھی
ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ان میں سے بعض کے ساتھ جو غیر موجود ہیں۔ وہ ان چوروں۔ نقصانوں
یا فحشہ عورتوں کے نمبر تھے۔ جو اولڈ ڈیوڈ نے ان مضمونوں سے منسوب کر رکھے تھے
جن کا وہاں سے لین دین تھا۔ سارے افواج چوروں کی مخصوص زبان میں تھے۔ لیکن
مناظرین کی آسائش کے لئے جو ان کا ترجمہ درج کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ وہ
نیز ۱۰۰ دو حار دی دار مال۔ ایک سفید زمین کا مال۔ ایک سبز جس کے اور سفید چیتا
تھیں۔ ایک نیلا جس کے اور سفید چیتا تھیں۔ تین چاندی کے چمچے۔ ایک گھڑی اور ایک
چھوٹی پاکٹ بک۔ ایک پوشہ اٹلنگ۔
ایک صحن جس نے ملاحوں کی کسی جاگ پہنی ہوئی تھی۔ آئرش ساخت کے کسٹے

کامتان چھ کیوں کے غلاف تین چادریں، ایک منہ روال، ایک شنگ۔
ایک اجنبی جو دیاسلانی فروخت کرنے والا معلوم ہوتا تھا۔ ایک سبز روال، ایک سفیدی رنگ
ساروال، ایک سفید چچی دار زرد روال، ایک سادہ زرد روال، چھ تینویں، ایک ویکٹ
ایک بڑی پاکٹ بک، ۳ شنگ و پنس۔

نمبر ۴: ایک منظر، چھ زمانہ بوٹ، ایک زمانہ بگ، ۱۲ شنگ۔

نمبر ۵: ایک گھڑی اور زنجیر، ایک پوٹڈ ۱۲ شنگ و پنس۔

ایک اجنبی جس کی صورت سے معلوم ہوتا تھا، کہ سو کھتے ہوئے کپڑے چرانے کا عادی ہے۔
بارہ قمیصیں، ۶ شنگ۔

ایک اجنبی صورت سے معلوم ہوتا تھا، کہ گھڑیوں سے رنگ اڑاتا ہے، ایک سوتی بھیلہ۔

ایک سونے کی گھڑی، ۶ چھپے اور بگ کے اندر بند کپڑے، دو پوٹڈ ۱۵ شنگ۔

ایک اجنبی صورت سے پرانی چھتریوں خریدنے والا جو معلوم ہوتا تھا، سفیدی بالائی کوٹ
۳ شنگ و پنس۔

ایک اجنبی جو عطائی ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا، تین دس دس پوٹڈ کے نوٹ بھونانے کو لایا
بارہ پوٹڈ، ۱۵ شنگ و پنس۔

ایک اجنبی جو چیشیوں کے ذریعہ خیرات مانگنے والا نظر آتا تھا، سونے کی انگوٹھی، ۵ شنگ
۶ پنس۔

ایک معمولی عورت :- پانچ پوٹڈ کا نوٹ بھونانے لائی، دو پوٹڈ ۲ شنگ و پنس۔

ان قوم کو دیکھ کر ٹام رین کہنے لگا ”رجسٹر کیا ہے، اچھا خاصہ فقیر پولیس کارڈز نامچ ہے“

اولڈ ڈیوٹھ فوٹناک طریق پر سکرایا، اور رین فوڈ سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگا ”مگر

کیا تم یہ کتنا چاہتے ہو، وہ لوگ جو اپنے نمبروں سے مشہور ہیں۔۔۔ کیونکہ

میں ان اندراجات کا مطلب اچھی طرح سمجھتا ہوں، یہ نہیں جانتے کہ یہ مقام دراصل تمہاری

ملکیت ہے؟“

بوز کھنے لگا ”بالکل نہیں، بات یہ ہے کہ لوگوں میں یہ مقام ڈراما کی ٹھیک کے

نام سے مشہور ہے، اگرچہ سیکڑوں آدمیوں میں سے جو عام طور پر یہاں آتے ہیں، ایک

بھی ڈراما کی صورت سے نہیں پہچانتا“

ٹام رین نے پوچھا ”لیکن وہ خود ان شخصوں کو جو فیروں سے مشہور ہیں، کیونکر شناخت

کرتا ہے؟“

اولڈ ڈیوٹھ نے ایک چھوٹے سے سوراخ کی طرف اشارہ کیا جو رٹ کے دانے کے

ہستہ پیدا ہوئی، اور سپر

برابر اس کڑی کے تختے میں جا ہوا تھا۔ جو دونوں کمروں کے درمیان جا لکھا تھا۔ اس سونچ کے اوپر اندر کی طرف کڑی کا ایک چھوٹا سا متحرک ٹکڑا لگا ہوا تھا۔ یعنی اس طرف بدھ جسٹھ مارش کا دستہ واقع تھا۔ گویا ڈیڑھ مارش ضرورت کے وقت اس کڑی کو ہٹا کر آنے والے کو باسانی دیکھ سکتا تھا۔

دین فورڈ کو گئے دکان اب معاملہ زیادہ واضح ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن سب سے بد قسمت تم مجھے اپنے رہنے کا قاعہ جسے اور وہ کرے دکھاؤ۔ جن میں غنا دار مالی رہتا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی دین فورڈ نے اپنا رہا ہوا ایک جیب کی طرف بڑھایا۔ جس میں وہ اس ہسپتال کو رکھ چکا تھا۔ جس سے وہ اور بیشتر اس نے اولڈ ڈیجہ کو دھکی دی تھی۔ اس پرستی اشارہ کو دیکھ کر مشرغبین بوز نے ایک گہری آکھینچی۔ وہ اس وقت اس شخص کی طرف سے بچے وہ اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن جو خود اس پر سخت رنج و کج تھا۔ جبر کا اظہار دیکھ کر دل ہی دل میں سخت پیچ و تاب کھاتا تھا۔

اُس کے بعد جب اس نے شیخ کو اُس میز سے جہاں اُس نے اسے اس غرض سے رکھا تھا۔ کر اُس کی روشنی میں رہن رہن رہن کے اندر کو اچھی طرح دیکھ لے اٹھایا تو اس کے خوفناک چہرہ پر اطمینان کے آثار نمودار ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے دل میں یکایک کوئی تسکین بخش خیال پیدا ہو گیا ہے۔

اس اشامیں نام دین بڑی لاپرواہی سے بیٹھی بجاتا رہا۔ لیکن ہر چند کہ وہ بظاہر اولڈ ڈیجہ کی طرف متوجہ نہ تھا۔ تاہم خوشی اور اطمینان کی وہ عارضی جھلک جو اس خوفناک ڈبے کے چہرہ پر نمودار ہوئی۔ اور جو صرف ایک لمحہ کے لئے رہی۔ اُس کی تیز نگاہ سے بچ نہ سکی۔

یکایک اولڈ ڈیجہ اس کھاک کی طرف بڑھا۔ جو اسٹریڈ کن ہم آہنگی کے ساتھ برابر ٹک ٹک کئے جاتا تھا۔ اور اس کچی پراکتہ رکھ کر جس کی مدد سے کھاک کا چوٹی دھکنا کھولا جاسکتا تھا۔ اس نے پھر ایک بار دین فورڈ سے مخاطب ہو کر کہا ”کیا تم آج ہی رات اس مکان کے سب حصے دیکھنے پر تکتے ہو گے ہو؟“

”ہاں میرا ہی ارادہ ہے“ نام دین نے اصرار کے لہجہ میں کہا۔
اولڈ ڈیجہ جتنے کھاک کا چوٹی فول کھولا۔ اور اس کے اندر ایک کمانی دبائی۔ اس کے

ساتھی اس قسم کی گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی۔ جیسے کسی کارخانہ میں بڑے بڑے پہیوں کے حرکت کرنے سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ پھر رین فورڈ کے دیکھتے دیکھتے وہ دیوار جس کے اوپر کھاک لگا ہوا تھا۔ بڑی آہستگی کے ساتھ ایک طرف کو ہٹ گئی۔ اور اسے اپنے سامنے فرش میں ایک غار نظر آیا۔

ایک منٹ کے عرصہ میں وہ گڑگڑاہٹ بند ہو گئی۔ اور متحرک دیوار اپنی جگہ سے ہٹ کر حرکت گئی۔ ٹام رین نے دیکھا کہ دیوار کے ہٹنے سے جو شکاف پیدا ہوا۔ وہ اتنا بڑا ہے کہ ایک کافی موٹا اور تیز شخص اس کے اندر داخل ہو سکتا ہے۔ اپنے چہرہ پر شیطانی مسکراہٹ کے آثار پیدا کر کے اولڈ تھچ نے پوچھا ”اترؤں؟“ اُس کے انداز سے پایا جاتا تھا کہ جتنا ہے رین فورڈ کو میرے پیچھے آنے کی جرأت نہ ہوگی۔

لیکن اگر واقعی اس کا یہ خیالی تھا۔ تو اس میں اسے سخت یو سی ہوئی۔ کیونکہ رین نے بڑی لاپرواہی سے کہا ”ہاں بے شک اور دیکھو ذرا جلدی کرو۔ رات بہت جا چکی ہے۔ اور میں نے ابھی تک اس مقام کا کوئی بھی قابل ذکر حصہ نہیں دیکھا۔“

اولڈ تھچ نے اور کچھ نہ کہا بلکہ ثابت قدمی سے ایک آہنی زینہ پر جو اس عمارت کے اندر موجود تھا۔ اترنے لگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں شیخ تھی۔ اور دوسرے اُس نے اس رستے کو مضبوط پکڑا ہوا تھا۔ ہوسارے کی غرض سے اس زینہ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ ٹام رین بھی بے تامل اس کے پیچھے پیچھے اتر گیا۔ آخر کار یہ دونوں ایک بے تنگ مسقف راستہ میں پہنچے۔ جو دونوں طرف سے بند تھا۔ اور جس کے اندر اتنی تاریکی مچھلی ہوئی تھی۔ کہ شیخ کی روشنی میں یہ معلوم کرنا سخت مشکل تھا۔ اس کا انجام کہاں ہوتا ہے۔ اولڈ تھچ نے بلا کہ ایک منٹ بٹھاؤ۔ میں دروازہ بند کر لوں۔ یہ ایک ایسی احتیاط ہے جسے میں کسی نظر انداز نہیں کرتا۔

”بہت ٹھیک“ ٹام نے بڑے سکون کے ساتھ کہا۔ اگرچہ وہ بظاہر لاپرواہی کے ساتھ کچھ لنگھتا رہتا تھا۔ مگر حقیقت میں اپنے ساتھی کی ہر ایک نقل و حرکت کو بڑے غور سے دیکھتا جاتا تھا۔

نیچے اتر کر اولڈ تھچ نے ایک رستے سے تار کو جو اس مسقف راستہ کی چھت سے لٹک رہا تھا۔ زور سے کھینچا۔ اس کے ساتھ ہی پھر وہی گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی۔ اور پھر

ایک بار وہ چلی دیوار حرکت میں آئی۔ دیکھتے دیکھتے وہ شگاف جس کے اندر یہ دونوں اس زمین دوزگی میں آئے تھے بند ہو گیا۔

باب ۳۳ اولڈ ڈیوٹیہ کا گودام

ناظرین نے اب تک جو کچھ پڑھا اس کی بنا پر ان کے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہ ہو گا۔ کہ ماس رین فورڈ بہت بے خوف اور ہر قسم کے خطرات میں اوسان بحال رکھنے والا جری آدمی تھا۔ اس کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اپنے آپ کو اس طرح زمین کے اندر ایک قبضہ نما حصہ مکان میں بند پا کر مارے خوف کے چچ اٹھتا اور عجیب نہیں۔ اسے عیش تہاتا۔ مگر ماس رین فورڈ ایسا تھڑلا نہ تھا۔ اس نے اولڈ ڈیوٹیہ کے مکان کا یہ ہیبت ناک راز دیکھا مگر کیا جمال اس کے چہرہ پر خوف کا کوئی اثر نہ کر رہا ہو۔ یا بدن میں ذرا بھی لرزہ آیا ہو۔ چہ نہ کہ وہ اس تارک اور خوفناک ترخانہ کی صحیح نوعیت سے بالکل بے خبر نہ تھا۔ جس میں اولڈ ڈیوٹیہ نے اسے ڈالا۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا۔ کہ میرا ساتھی اتنا پر معاش اور اس قدر بخلت ہے کہ ذاتی حفاظت کے لئے کسی انتہائی عذراۓ نعل سے بھی اسے دریغ نہیں۔ تاہم اس کے استحکام اور ثابت قدمی میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ اور وہ اس بوڑھے شیطان کے پیچھے پیچھے قدم بہ قدم لا پر دانی کے ساتھ بیٹھی بجا تا ہر قسم کے خطرات سے بے فکر اس مستقل مزاجی کے ساتھ چلتا رہا کہ اولڈ ڈیوٹیہ بھی اپنے دل میں اس کی جبارت پر شرمش کے بغیر نہ رہ سکا۔

لیکن اس لا پر دانی کے باوجود رین فورڈ اپنے ساتھی کی کسی نقل و حرکت سے بے خبر نہ تھا۔ ہر چند کہ وہ بظاہر بڑی بھیکری سے قدم اٹھاتا تھا۔ مگر حقیقت میں بڑی احتیاط کے ساتھ اولڈ ڈیوٹیہ کے قدم پر قدم رکھتا چلتا تھا۔ کیونکہ وہ ڈرتا تھا۔ اس تارک میں کوئی ایسا دامن قریب نہ ہو۔۔۔ کوئی ایسا خطرناک مقام پوشیدہ نہ ہو۔ کہ اس پر قدم رکھنا یقینی موت کے منہ میں جانے کے برابر سمجھا جائے۔

اس مسقف برائہ کے دوسرے سکرے سے ہوا بڑی تیزی کے ساتھ آ رہی تھی جس کی وجہ سے شمع جھلکے لگی۔ اُسے گل ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے اولڈ ڈیوٹیہ نے ایک

ہاتھ کا سایہ کر لیا۔ اور تیزی سے قدم اٹھاتا آگے آگے چلنے لگا۔

یہ زمین دوز راستہ قریباً دس فٹ چوڑا اور چھ فٹ اونچا تھا۔ دونوں طرف دیواریں بنی ہوئی تھیں۔ اندر کھردرے پتھروں کی گنبدی چھت اور نیچے بھی پتھروں کا ہی فرش تھا۔ پہلوؤں میں اور سر کے اوپر چھت پر مٹی کی وجہ سے سبز کائی اگی ہوئی تھی۔ شمع کی دھندلی روشنی میں رین فورڈ نے جو کچھ دیکھا۔ اس کی بنا پر اس کے لئے یہ جانتا مشکل نہ تھا۔ کہ یہ جگہ یقیناً عرصہ دراز کی بنی ہوئی ہے۔

دیواروں میں جا بجا چھوٹے چھوٹے رخنے بنے ہوئے تھے۔ جن میں سے ایک کے اندر اسے سب سے مصلوب کی تصویر نکلتے حالت میں ڈری نظر آئی۔ اسے دیکھ کر رہزن کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ خوفناک مہمان نالبا کسی قدیم عاقل کا اک حصہ ہے۔ عالم خیال میں اس نے سمجھا۔ کہ اس وقت میں غالباً اس مقام پر قدم اٹھا رہا ہوں۔ جہاں شاید کسی زمانہ میں قدیم پاپائی مظالم کے اثر میں آئے ہوئے لوگوں کو زیرِ حراست رکھ کر ناکوشی سے دم توڑنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

اولڈ ڈیوٹیہ اور شام دین اس سقف پر آمدہ میں قریباً ساٹھ گز کا فاصلہ طے کر چکے تھے۔ کہ اول الذکر کا ایک رک گیا۔ رہزن نے دیکھا کہ سامنے ایک بہت بڑا بند دروازہ حامل ہے۔ مضبوط بنا نے کی غرض سے اس میں بڑی بڑی آہنی میخیں لگا لی گئی تھیں۔

میاں رک کر اولڈ ڈیوٹیہ کا ایک رین فورڈ کی طرف توجہ ہوا۔ اور کہنے لگا ”تم غنیمت دیکھو کہ اس کی میرے پاس کیا نعمات ہے۔ تم مجھ سے غداری نہ کرو گے؟“

”نام نے جواب دیا۔ وہی جو میرے پاس تمہارے متعلق ہے۔“

اولڈ ڈیوٹیہ ذرا بیجا خوش رہا۔ معلوم ہوتا تھا۔ اول اس کا کچھ جواب دینا چاہتا ہے۔ مگر کچھ سوچ کر اور بظاہر اس بحث کو بے سود سمجھ کر اس نے اس دروازہ کو کھول دیا۔

دروازہ اندر کی طرف کھلتا تھا۔ اور اندر پتھر کا ایک گول زینہ بنا ہوا تھا۔ اس کے اوپر اب یہ دونوں آدمی آگے بڑھ کر چڑھنے لگے۔ رین فورڈ نے زینہ پر قدم رکھنے سے پہلے دروازہ کو کھینچا۔ اندر سے بند کر لیا تھا۔

قریباً چالیس میٹر عیاں چڑھ کر اولڈ ڈیوٹیہ نے آگے چل رہا تھا۔ شمع کو دیوار کے

اندھ بنے ہوئے ایک رختہ میں لٹک دیا۔ اور زور سے ایک چور دروازہ کھولا جس سے ہوا کی رو تیزی کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ لیکن اس نے شمع کو محفوظ رکھنے کے لئے جو احتیاط کر لی تھی۔ اس کی وجہ سے وہ بجھ نہ سکی۔

یہ ایک اولڈ ڈیجہ کئے دکا "بستر ہوا۔ میں اس شمع کی بجائے لالٹین لے آتا۔ لیکن خیر غلط نہیں۔ تم چلے آؤ۔"

رین فورڈ نے کہا "تم بدستور آگے چلو۔ اور شمع میرے ہاتھ میں رہنے دو۔" ہنز جلدی سے کہنے لگا "نہیں یہ جھبی کو دے دو۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے شمع لینے کو اپنا استخوانی ہاتھ رین کی طرف بڑھایا۔

لیکن رین فورڈ نے خیال کی تیزی کے ساتھ بڑھے کی کمر پرستول کا سراڑ سے زور سے مارا۔ اور شمع اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اولڈ ڈیجہ چوٹ کھائے ہوئے مقام کو سلاتا غصہ کے لہجہ میں پوچھنے لگا "بھلا یہ کیا وحشت تھی؟"

رین نے سختی کے لہجہ میں جواب دیا "مجھے شبید پیدا ہو گیا ہے کہ تم کوئی فریب کرنا چاہتے ہو۔ مگر یاد رکھو میں ہر طرح سے سچ ہوں۔ تمہاری طرف سے ذرا سا غدارانہ سلوک بھی ہوا۔ تو میں جھٹ خیر کر دوں گا۔"

اولڈ ڈیجہ ابھی تک اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ نام رین کو ناراض دیکھ کر وہ چا پوسی کے لہجہ میں کہنے لگا "مام میرے دوست تم ناحق ان شبہات کو اپنے دل میں جگہ دے رہے ہو۔"

مام بولا "یہ شاید ایسا ہو۔ اور اگر ہو تو خوشی کی بات ہے۔ لیکن تم آگے بڑھنے کی فکر کرو۔" اولڈ ڈیجہ طوعا و کرہا تین چند شہ جیوں پر چڑھا۔ اور رین فورڈ ایک ہاتھ میں پستول دوسرے میں شمع لے چھپے چھپے قدم اٹھاتا گیا۔

چور دروازہ سے گذر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں جو اب بجاکہ کی طرح آراستہ تھا پہنچ گئے۔ اولڈ ڈیجہ نے اوپر چڑھ کر چور دروازہ کو بند کر لیا۔ اور اس کے اوپر ایک چھوٹا سا لٹین بجھا دیا۔

رین فورڈ نے پوچھا "کیا یہی تمہارے رہنے کی جگہ ہے؟"

بڑے نے ثبات کے طور پر سر ملایا۔

”اور تمہارے گودام بھی یہیں واقع ہیں؟ اس نے نیم سوالی نیم یقینی لہجہ میں کہا۔
”کیونکہ اس بات کو میں سمجھتا ہوں کہ اب ہم ایک اور ہی مکان میں پہنچ گئے ہیں۔ زمیں دوز
راستہ کی سمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا۔ کہ یہ مکان ریڈ لائن سٹریٹ میں
واقع ہے۔“

اولڈ ڈیوٹھ کھٹے لگا ”تم لندن سے خوب واقف ہو۔“

رین فوڈ نے جواب دیا ”ہاں۔“

”حالانکہ تھاری عمر کا بڑا حصہ دیات میں بسر ہوا ہے۔“

”شک ہے“ مام نے کہا ”مگر اب تم مجھے اپنی جائے سکونت کے سارے اسرار سے
آگاہ کرنے کی فکر کرو۔“ اتنا کہ کر رہزن کمرہ کے ایک پہلو میں نے ہوئے دروازہ کے
قریب پہنچا۔ مگر اولڈ ڈیوٹھ نے صحبت آگے بڑھ کر اسے روکا اور ایک اور دروازہ کی طرف
اشارہ کر کے کہنے لگا ”اس طرف مام اس طرف۔ اس حصہ میں کوئی قابل دید چیز ہو جو نہیں۔“
اس دروازہ کی طرف جانے کی جگہ اولڈ ڈیوٹھ کے چہرہ پر اضطراب کے ہوائے نارواں دھڑکنے
انہیں مام نے دیکھ لیا تھا۔ تاہم وہ لاپرواہی سے کہنے لگا ”خیر یہ صبر تم چاہتے ہو اور
ہی سہی۔ میرے آگے آگے چلو۔“

یونز نے دروازہ کھول دیا۔ اور وہ رہزن کو ساتھ لئے ایک وسیع ہال میں پہنچا جس کے
چاروں طرف الماریاں بنی ہوئی تھیں۔ اور ان میں مختلف قسم کا بیشمار سامان پڑا نظر آتا تھا کپڑے
چینی کے برتن شمع دان۔ چاندی کے بنے ہوئے یا نکل پلیٹ مگر سب بڑی احتیاط کے ساتھ
کاغذ میں لپیٹے ہوئے ریشمی رومالوں کے بٹل۔ سوئی کپڑوں کے تھان۔ چرمی اور پوتی
دستی بیگ۔ ہر قسم کے ظروف۔ ریشمی کپڑے اور سوئی سامنے۔ مخمئی نصیصیں۔ مٹکے اور سستے
ہر قسم کے شال۔ زمانہ گلوبتہ۔ زمانہ جوتے اور مردانہ بوٹ۔ آئینے۔ جھاڑ۔ فانوس۔ لمپ
اور تصویریں۔ سداوار اور میٹھ قیمت نگہ دان۔ پامپ اور کپڑے رکھنے کی الماریاں۔ چاقو۔
قیچیاں۔ چھریاں۔ چھاپہ کے کاغذوں کے بے شمار بٹل۔ زین اور ساز کا سامان۔
غرض یہ کہ دنیا بھر کی چیزیں جن کا ذکر شاید اس داستان کے کئی صفحات میں ختم ہو۔ اس ہال میں
ہو جو دھنکیں۔

رین فورڈ اس مقام کے مختلف حصوں کا معائنہ کرتے ہوئے بھی اولڈ ڈیچہ کی ہر ایک حرکت کا بغور شاہد کرتا رہا تھا۔ سارے سامان کو دیکھ کر وہ کہنے لگا "میرے دوست تمہارا گودام خوب پر نظر آتا ہے"

اولڈ ڈیچہ نے کہا "شکر ہے تمہارا اطمینان ہو گیا"

رین فورڈ بولا "ابھی پورے طور سے نہیں ہوا کیونکہ تم نے ابھی مجھے وہ کمرہ نہیں دکھایا جس میں تم جو اہرات اور زیورات رکھتے ہو"

"کیسے جو اہرات" بوز نے اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا۔

ٹام رین کہنے لگا "سب سے دوست سب کچھ جانتے ہوئے انجان بننے کی کوشش نہ کرو۔ یقیناً تم ان چیزوں کو جنہیں زیادہ احتیاط سے رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس سامان سے حیرت رکھتے ہو"

اولڈ ڈیچہ نے ایک لمحہ کے لئے ٹام رین پر انتہا درجہ کی مستحسب نظر ڈالی۔ گویا وہ ان باتوں کو جو اس کی روح کے اندر تھیں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ مگر بہزن سب کچھ سمجھتا ہوا ایک تصویر کو منور دیکھنے میں مجھ رہا۔ اس سے اولڈ ڈیچہ کا قدرے اطمینان ہو گیا۔

زرا وقفہ کے بعد رین فورڈ پھر کہنے لگا "دیکھو یوں وقت ضائع کرنا لا حاصل ہے۔ جو کچھ دکھانا ہے خود دکھا دو۔ تو بہت اچھا ہے۔ ورنہ اس بات کا یقین رکھو کہ میں تمہارے مکان کا ایک ایک گوشہ دیکھے بغیر یہاں سے نہ جاؤں گا"

اولڈ ڈیچہ ایک اور دروازہ کی طرف جو اُس دروازہ کے بالمقابل تھا جس پر یہ پہلے داخل ہوئے تھے بڑھا۔ اور رین فورڈ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ یہ ایک نسبتاً چھوٹا کمرہ تھا جس میں سابقہ کمرہ کی طرح بے شمار الماریاں جی ہوئی تھیں۔ ان الماریوں میں چھوٹے بڑے کس اور ڈیلے پڑے ہوئے تھے۔ جن میں سے بہت سے کاغذ میں لپٹے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر ٹام رین نے پوچھا "غالباً ان کے اندر گھڑیاں اور چاندی کے ظروف ہیں؟"

اولڈ ڈیچہ نے جواب دیا "ہاں کچھ ایسی ہی چیزیں ہیں۔ تم ان میں سے کوئی چیز نہ دیکھنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ میں اس بارہ میں رفع استعجاب ضروری

نہیں سمجھتا۔“

مگر جبکہ وہ اس کمرہ میں سرسری نظر ڈال رہا تھا۔ یکایک اُس کی نگاہ ایک آہنی مٹی کی طرف کھینچ گئی۔ جو دیوار کے اندر لگی ہوئی تھی۔

اولڈ ڈیوٹیہ مضطرب ہو کر کہنے لگا ”کیوں اب تو تم نے سب کچھ دیکھ لیا؟... رات بہت جا چکی ہے۔۔۔“

”یوں کتنا چاہیے کہ سویرا ہو گیا ہے۔“ رہزن نے مسکرا کر کہا۔ لیکن پھر اپنے لہجہ کو سنجیدگی میں بدل کر وہ بولا: ”بہر حال اس کام کے لئے جو مجھے درپیش ہے۔ ابھی کافی وقت ہے۔“

اولڈ ڈیوٹیہ نے سخت بے چینی سے اُس کی طرف دیکھا۔ کچھ عرصہ سے وہ سوچ رہا تھا کہ رین فورڈ اپنے دل میں ضرور کوئی فاسد ارادہ رکھتا ہے۔ اور محض اس مکان کو دیکھنے کی غرض سے نہیں آیا۔ اب اس فقرہ سے اس کے دل میں طبع طرح کے اندیشے پیدا ہو گئے۔ اور وہ سوچنے لگا آخر اس کا مقصد کیا ہے؟ کیا رہزن کے بھیس میں یہ کوئی اور شخص کو نہیں؟ کیا یہ میرا راز تو فاش نہیں کرنا چاہتا؟

یہ سارے خیالات اولڈ ڈیوٹیہ کے دماغ میں غیر معمولی تیزی کے ساتھ پیدا ہوئے۔ اور اگرچہ اس کے اپنے دل میں اس واحد شخص سے جس نے دنیا میں اول مرتبہ اُس پر جبر کیا۔ انتقام لینے کی ایک خوفناک تجویز سوچ رکھی تھی۔ تاہم اب اسے یہ اندیشہ پیدا ہونے لگا۔ کہ سبادامیری تجویز نام نہاد ہو۔ وہ جانتا تھا۔ رین فورڈ نہایت بے خوف اور دلیر آدمی ہے۔ اور وہ کسی قسم کے خطرات کی پروا نہیں کرتا۔ ان حالات میں اپنے آپ کو اُس کے قابو میں دیکھ کر اولڈ ڈیوٹیہ کے دل میں بے اختیار کچھ پی پیدا ہونے لگی۔ اس لئے نہیں کہ خود اس میں جرات کم تھی۔ یا وہ غاری اور دھوکا دہی کے بیابان میں کافی باہر نہ تھا۔ نہیں مشکل صرف طاقت جسمانی کی تھی۔ وہ ڈرتا تھا کہ اگر معاملہ ذاتی مقابلہ کی حد تک پہنچا تو میں کسی طرح بھی رہزن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

غرض یہ پہلا موقع تھا کہ عمر رسیدہ بد معاش کو اپنے دل میں اپنی سلاستی کا خوف محسوس ہوا۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے۔ اگر وہ خطرہ کے وقت کھڑکی کھول کر کسی کو مدد کے لئے آواز دیتا۔ تو اُس کا مطلب یہ ہوتا کہ عام لوگ مکان میں داخل ہو کر اُس کے اسرار سے واقف ہو جاتے۔ دوسری طرف خاموش رہنے کی حالت میں موت کا نظارہ بھی کچھ کم

خوفناک نہ تھا۔

وہ انہی خیالات کی الجھن میں تھا کہ رین فورڈ جس کے چہرہ پر خشونت کے آثار نمودار تھے اور جس کی صورت سے اس قسم کا عوم صمیم ظاہر ہوتا تھا۔ کراؤ لڈ ڈیجے کے بدن میں پھٹسے بھی زیادہ کیپکپی پیدا ہو گئی۔ وہ بارہ کہنے لگا: ”ہاں ابھی اُس کام کے لئے جو مجھے درمیش ہے کافی وقت ہے۔“

”تمہارا کیا مطلب ہے؟... کیا بات ہے کہ...“ اولڈ ڈیجے نے کنت آہن لہجہ میں پوچھا۔

”بیٹھ جاؤ۔ اس ساسی نشست پر بیٹھ جاؤ۔“ رین نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے جیتے ہوئے کہا: ”دیکھو میں پھر کتا ہوں بیٹھ جاؤ۔ ورنہ یہ پستول...“

”اچھا میں بیٹھ جاتا ہوں۔“ ہونے اس خوفناک ہتھیار کی شست اپنے دل کی طرف بندھی ہوئی دیکھ کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ ”لیکن میں درخواست کرتا ہوں۔ کم از کم مجھے یہ تو بتا دو۔ کیا میں نے تمہیں اپنے طرز عمل سے کسی طرح ناراضگی کا موقع دیا ہے؟ یا...“

”اس کو اس کو جانے دو۔“ رین فورڈ نے ایسے حکمانہ لہجہ میں کہا کہ عمر رسیدہ بدعاش کی طاقت گویائی سلب ہو گئی۔ پھر وہ کہنے لگا: ”میری باتوں کو غور سے سنو۔ مجھے اب ایک ایسا کام سر انجام دینا ہے۔ جس میں سوائے ذہن ست جہانی طاقت رکھنے والے شخص کے کوئی مانع نہیں آ سکتا۔ مگر پہلے ضروری ہے۔ میں تمہاری شکلیں کس لوں۔ تاکہ میں اس بارہ میں مطمئن ہو جاؤں کہ تم مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکو گے؟“

اولڈ ڈیجے کا منہ بند تھا۔ وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔ اور اُس شخص کی طرف جس کی ساری حرکات نہایت پراسرار اور خوفناک تھیں۔ اس طرح دیکھتا رہا۔ گویا اُس کی طاقت گویائی کے ساتھ طاقت بینائی بھی جاتی رہی ہو۔

ایک طرف میز کے اوپر کپڑے کے چنہ تھان پڑے تھے۔ رین فورڈ نے اُن میں سے ایک کی رسی کھلی۔ اور اس کی دوسری تیزی کے ساتھ اولڈ ڈیجے کو کرسی پر مٹھا تھا۔ اس کے بازو اور ٹانگیں اسی کرسی کے ساتھ کس دیں۔ اس عرصہ میں یہ برابر اُسے خوفناک حکمیاں دیتا رہا۔ پرنسپل ڈیسے کی ذہنی حالت اس وقت جو کچھ تھی۔ اُس کا اظہار

اس کے کمرے کی آواز یا اضطراب آمیز فحشی حرکات سے ہوتا تھا۔ یہی کالیک سرائے آتشخان کی آہنی سلاخوں کے ساتھ مضبوط کس کر تاکہ اولڈ ڈیجہ کرسی کے ساتھ جکڑا ہوا بھی کرسی کو ادھر ادھر نہ ہلا سکے۔ رین فورڈ اس کے سامنے رکھی ہوئی میز کے پاس آگے کو جھک کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس سے مخاطب ہو کر ایک طویل تقریر شروع کی۔

باب اولڈ ڈیجہ کے اسرار

نظارہ عجیب اور حیرت خیز تھا۔

اس مختصر کمرے میں جس کی کھڑکیاں مضبوط بند تھیں رشتہ کی دھندلی روشنی میں دو مجرم جن کے طوائف میں اختلاف عظیم تھا۔ ایک دوسرے کے سامنے موجود تھے۔ ایک کرسی کے ساتھ جکڑا ہوا اور اس کی بد سے آتشخان سے بندھا ہوا دوسرا اپنے چہرہ پر عزم صمیم کے آثار لے ہوئے بھاری شاہ بلو کی میز کے اوپر جھکا ہوا۔

اولڈ ڈیجہ کا چہرہ یوں تو ہمیشہ نہایت مکروہ اور خوفناک تھا۔ مگر اس وقت خوف اور ہراسمیں اس نے اسے اور بھی زیادہ بھیانک بنا دیا۔ اس کے بال مقابل رہن کے چہرہ پر جو فاسقاۃ آثار نمودار تھے۔ ان کی بدولت اس کا چہرہ کسی قدر خوشنوت آمیز لیکن بہت خوشنما معلوم ہوتا تھا۔ اولڈ ڈیجہ کی چمکیلی آنکھیں گہبے دار بھوؤں کے نیچے آگ کی دہلی ہوئی چنگاریوں کی طرح جھک رہی تھیں۔ اور اس کے چہرہ پر بچ و فکر غصہ اور انتقام کیینا اور مجبوری کے مشترک آثار نمودار تھے۔

دفعہ گارین فورڈ نے اس پر نفرت اور حقارت کی نظر ڈال کر سختی کے لہجہ میں کہا ”آج اس واقعہ کو تیس سال دس مہینے کا وعدہ گزرتا ہے۔ کہ ایک شخص نجمن بوز نے اپنی سوتیلی بہن آکلینیا کو ایک امیر کے ہاتھ زرقعہ کے عوض بیچا اور اس نے بہت سارے پیسے دے کر اس کا جوہر عصمت خریدا۔“

ان الفاظ کے رین فورڈ کی زبان سے نکلنے کے بعد چند منٹ تک اس کمرے میں موت کی سی خاموشی چھائی رہی۔ مگر اس کے بعد اولڈ ڈیجہ کے منہ سے غصہ اور استعجاب کا مشترک اثر رکھنے والی چٹکی کی سی دشتیانہ آواز نکلی۔ اسے منکر رہن نے جس کے ہمارے الفاظ سے کیاں سنجیدگی نمودار تھی اور بھی سختی سے کہا ”یہ سماش خاموش!

یقیناً تم میری زبان سے یہ الفاظ سن کر متعجب ہوئے ہو۔ کیونکہ اس کا تمہیں خواب میں بھی خیال نہیں تھا۔ کہ تمہارا یہ راز مجھے معلوم ہے۔“

”سچہا تم کون ہو اور تمہیں یہ راز کیونکر معلوم ہوا؟“ اولڈ ڈیوٹھ نے ذہنی اضطراب اور وحشیانہ جوش کی حالت میں سچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

”نہن نے جواب دیا۔“ میں عنقریب تمہیں بتاؤں گا۔ میں کون ہوں۔ اور اس بات سے بھی مطلع کروں گا۔ کہ میں نے آج تمہیں یہاں لانے پر کس لئے مجبور کیا۔۔۔“

”تو کیا تمہارے بیان آنے کا منشا صرف میری جائے سکونت سے واقف ہونا نہ تھا؟“ اولڈ ڈیوٹھ نے یہ محسوس کر کے کہ نہن کس طرح بتایا مجھ پر غالب آیا ہے۔ بے صبری سے کہنے لگا۔ فی الحقیقت یہی شبہ نصف گھنٹہ سے اُس کے اپنے دل میں پیدا ہو چکا تھا۔

دین فورڈ نے فطرت کے لہجوں میں کہا۔ ”یو توف تم اتنا نہیں سمجھتے کہ میرے لئے تمہاری جائے سکونت سے خبردار ہونا یا تمہاری لوٹ کے گوداؤں کو دیکھنا سوائے اُس صورت کے کس حالت میں مفید ہو سکتا تھا۔ نہ میں اپنے دل میں کوئی خاص ارادہ لیکر یہاں آتا ہوں تمہارا میری جائے سکونت سے واقف ہو جانا میرے لئے چنداں اضطراب انجیز نہ تھا۔ کیونکہ میں چاہتا تو چند گھنٹوں کے عرصہ میں اس جگہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مکان بدل لیتا۔ البتہ اس ذریعہ سے مجھے اس بات کا بیان مل گیا۔ کہ تمہیں مجبور کروں۔“

تم مجھے اپنے ساتھ اس مکان پر لے آؤ۔ کیونکہ میں جانتا تھا۔ اگر میں نے پہلے تمہیں یہاں آنے کے متعلق اپنے دلی ارادے سے واقف کر دیا۔ تو تم اس ارادہ کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کر گزرو گے۔ اور اس کے لئے ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کو آمادہ ہو جاؤ گے۔“

اولڈ ڈیوٹھ کے دل پر دین فورڈ کی طرف سے ایک وہم آمیز خوف طاری ہو گیا۔ اور وہ پھر حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا۔ ”آخر تم کون ہو۔ یہ تو مجھے بتا دو؟“

دین فورڈ بولا۔ ”جیسا میں نے پہلے بیان کیا۔ قریباً اکتیس سال کا عرصہ گزرا۔ تم نے اپنی سوتیلی بہن آکلینڈ یا مینیز کو ایک امیر کے ہاتھ فروخت کر کے اس عظیم دولت کی بنیاد قائم کی۔ جو اس ناپاک روپیہ کی مدد سے تم نے رفتہ رفتہ جمع کی ہے۔ ہاں وہ خوفناک فحش فلموں میں لایا گیا۔ اور پاکستان کے ایک امیر کبیر نے اس جوان لڑکے

کو روپیہ کی مدد سے خرید کر اس کی عصمت ریزی کی۔ اے قابو! لغزت شخص میں جانتا ہوں
جب یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ تو اس بچاری کی عمر صرف سولہ سال کی تھی جس شخص کے ہاتھ
وہ تمہاری دسالت سے بچی۔ لہذا ظہور اس کا دادا اپنے کے لائق تھا۔ اور وہ محبت چلے
اپنے طبقہ کے ایک ہم عمر جوان سے تھی۔ تمہاری شیطنت کی بدولت تباہ ہو گئی۔
کچلی گئی۔ آخر کار وہ غریب ٹکستے دل ہو کر مری۔ اور اپنے ویچے ایک بچہ چھوڑ گئی جس کی
حفاظت کا تم نے وعدہ کیا۔

اولڈ ڈیوٹیجے ان فقروں کو سن کر اس طرح بکا پنا۔ گویا بیکار اس کے سامنے کوئی
خونناک روج نمودار ہو گئی ہو۔ کیونکہ ہر چند وہ سلسلہ بدعاش تھا۔ تاہم اس واقعہ کے
ذکر نے زمانہ گزشتہ کے واقعات کی ایسی تلخ یاد اس کے دل میں پیدا کی جو سخت
بیچہ وہ تھی۔

اب فورڈ نے اپنی لامست آمیز نگاہیں بدستور اس ڈبے کے چہرہ پر گڑو کر سلسلہ
تمام جاری رکھتے ہوئے کہا: ”بہ نصیب لڑکی نے حالت نزع میں تمہارا قصور معاف
کر دیا۔ اس لئے کہ تم نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ جو خطا مجھ سے سرزد ہوئی ہے میں
کی کافی اس بچہ کی نگہداشت کے ذریعہ کروں گا۔ جسے وہ تمہاری حفاظت میں چھوڑ
ری۔۔۔“

”اور کون کس ہے۔ میں سننے اپنے اس وعدہ کو حرف بحرف پورا نہیں کیا؟“ اولڈ
ڈیوٹیجے نے کہا۔ اور اس وعدہ میں دو رہنوں کے جواب سے بے خبر مارے خوف کے
کاہتا رہا۔

رہن نے جس کی ٹھیکوں سے آتش شہر نے کل رہے تھے۔ ممر رسیدہ
بدعاش کی طرف جھڑکی پر بے بسی سے بند پا ہوا تھا۔ دیکھ کر آہنگی اور تلخی کے لہجہ
میں کہا: ”کون کس ہے کہ تم نے اپنے اس وعدہ کو پورا نہیں کیا؟“ بہت جلد متیں شام
معلوم نہیں کہ اس بارے میں کیا حقائق بہت زبردست شہادت موجود ہیں۔
”کہاں؟ کس طرح؟“ اولڈ ڈیوٹیجے نے گھبرا کر پوچھا۔

رین فورڈ نے لگا دو میں ابھی متیں بتاتا ہوں جس امیر نے تمہاری سوتیلی بہن کو
خریدا۔ اس نے اس بچہ کے گزارہ کے لئے ایک معقول رقم وقف کر دی تھی۔ مگر

تم نے ...

”میں نے اس وقت تک ... کو وہ بچہ مر گیا۔۔۔ اس کے متعلق ... اپنا فرض بہت اچھی طرح ادا کیا“ اولڈ ڈیجے نے رکتے رکتے کہا۔

”پاچی! دماغ گول! دین فورڈ نے گرج کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس نے بے بس زبردست جذبے کی طرف دھکی آمیز انداز سے ہسپتال اٹھایا ”کیا تم نے اُس بچے کو چھپیوں کے ہاتھ فروخت نہیں کر دیا تھا؟“

”رحم! رحم!“ اولڈ ڈیجے نے کانپتے ہوئے کہا ”تمام خدا کے لئے مجھے جان سے نہ مارنا۔ دیکھو میں بے بس ہوں۔ مجھ پر رحم کرو۔ میری جان بچا لو۔“

دین فورڈ نے اپنے ہسپتال کو اس طرح اٹھایا تھا۔ گویا وہ اس کا سر اولڈ ڈیجے کی پیشانی پر مار کر اس کا سر چھوڑ دے گا۔ مگر اپنے غصہ پر قابو پا کر اس نے ہسپتال کو پھر جیب میں رکھ لیا کیونکہ وہ سخت غصہ کی حالت میں تھا، ڈرتا تھا۔ مبادا ہسپتال ہاتھ میں سے بے اختیار ہی کی حالت میں چل جائے۔

”رحم!۔۔۔ تم پر!“ دین فورڈ نے سخت نفرت اور عقارت آمیز لہجہ میں کہا ”ظالم! کیا تم نے اس بے نصیب بچہ پر رحم کیا؟ جس وقت آکشیو یا میڈیٹر ستر مرگ پر پڑی تھی۔ تو وہ امیر جس کے ہاتھ تم نے اسے فروخت کیا۔ اس سے ملنے آیا۔ وہ اس سے معافی کا خواستہ کیا ہوا۔ اور ایک ہزار پونڈ اس نے اس غرض سے تمہارے حوالہ کئے کہ اس بچے کی پرورش کی جائے۔۔۔“

”اولڈ ڈیجے کے دل میں کیا ایک خوفناک شیعہ پیدا ہوا۔ اور وہ کہنے لگا ”بھلا تمہیں ان سب واقعات کا کیوں کر علم ہوا؟ اگر تم۔۔۔ پچھو۔۔۔“

دین فورڈ اولڈ ڈیجے کے سامنے سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا ”اے نا بھارو کیجی میں ہی وہ بچہ ہوں جس سے تو نے حسن سلوک کا وعدہ کر کے انتہا درجہ کی بدسلوکی کی۔ ایسے ہی وہ اولاد ہوں۔ جو اس امیر اور تیری سوتیلی بہن آکشیو یا کے تعلق سے پیدا ہوئی تھی۔“

اولڈ ڈیجے ہر جھکائے بیٹھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ رہنمائی کی قمر آلود گاہیں اُس کے دلی غم کے جھلکتی جا رہی ہوں۔ وہ سوائے اس کے اور کچھ دیکھ نہ سکا۔ ”رحم

کروا مجھ پر رحم کرو۔“

”میری طرف دیکھ۔“ رہزن نے پھر گچ کر کہا۔ ”اس شخص کی آنکھوں سے آنکھیں ملا۔ جسے جب وہ بچہ تھا۔ تو اسے اس غرض سے حبیبوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ کہ وہ روپیہ جو اس کی پرورش کے لئے مخصوص تھا۔ آسانی اپنے قبضہ میں رکھ سکے۔ ظالم تو سنے مجھے جو تیری اپنی بن کا بچہ تھا۔ بے درینہ اجنبیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور اس طرح سیکرہ جو وہ بچہ تھا۔ بچہ حاصل کرنے کا ذریعہ بجائے خود اپنے لئے نفع بخش بنایا۔“

ابکار اگر تو اس وقت مجھ سے یہ غدارانہ بدسلوکی نہ کرتا۔ اگر اس وقت تیری حرص وہوا اس حد انتہا کو نہ پہنچ جاتی۔ تو یقیناً میں تج کو ایک دیانت دار آدمی ہوتا۔ لیکن نہیں؟“ رہزن فوراً بولنے لگی۔ ”مخفی کے لہجہ میں کہا۔ اور اس کے ساتھ اس کی ہلکیوں پر آئینہ کا ایک قطرہ لٹو دیا۔ ”نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں۔ اگر میں تیرے پاس رہتا۔ تو شاید اس سے ہی جیسا اب ہوں۔ ہزار گنا برا گنہگار اور مجرم بن جاتا۔“

رہزن کے حکم سے اولاد دیتے نے پھر اپنا سر اٹھایا۔ اور رہزن فوراً بولنے لگا۔ کہ اس سے چہرہ پر مختلف جذبات نے کچھ ایسے خوفناک اثرات پیدا کر دیئے ہیں۔ کہ وہ اپنے دل میں محسوس کرنے لگا۔ اس کن سال مجرم اور گنہگار پر ان اثرات کا پیدا ہونا یہی معنی رکھتا ہے کہ میں اس سے ایک حد تک بدلے چکا۔

اپنی جان کی سلامتی کے لئے پہلے سے بھی زیادہ خوف زدہ ہو کر اولاد دیتے لے کا پختے ہوئے پوچھا۔ ”تمام آخر تم مجھ سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟“

رہزن نے جواب دیا۔ ”اٹھیاں رکھ۔ میں تمہیں نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔ قصہ صاف اس لئے کہ میرے اور تمہارے درمیان رشتہ قائم ہے۔ لیکن میں اس طریق زندگی سے جو میں نے تج تک اختیار کئے رکھا۔ اب تنگ آچکا ہوں۔ اور میرا نشانہ ہے کہ میں سے جا کر کسی بے بد ملک میں آباد ہو جاؤں۔ جہاں میری بدنامی میرا پیچھا نہ کر سکے۔ ہر چند کہ بظاہر میں خوش لاپرواہ اور بے فکر نظر آتا ہوں۔ مگر بار بار ایسے ہفتے پیش آتے ہیں۔ کہ مجھے خود اپنی ذات سے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔ کیونکہ ایک رہزن۔۔۔ ایک لیرے کی حیثیت میں کئی بار مجھ سے ایسے افعال بھی سرزد ہوتے ہیں۔ جنہیں سوچکر میں خود اپنے دل میں مذمت محسوس کرتا ہوں۔ اس گفتگو سے جس میں اس خوفناک جرم کا ذکر آگیا ہے۔ جو تو نے میری

بذنبیب ان کی راحت و ناموس کے خلاف کیا۔ مجھے خود اپنی زندگی کا ایک واقعہ یاد آگیا ہے۔ جو مجھے بہت پختہ دینے والا ہے۔ خدا جانتا ہے۔ اس سے میرے ضمیر کو کتنا بچ پھرتا ہے۔۔۔“

اتنا کہ گرین نور وین یار اس کمرہ میں ادھر ادھر ٹٹلا۔ بظاہر وہ اس وقت اولاد دینے کی موجودگی کو بھی نظر انداز کر چکا تھا۔ اولاد دینے بھی اسے اس حالت میں ہو چکا کہ سخت متعجب ہوا۔ کیونکہ اس کی طرف سے ایسے اضطراب اور پریشانی کا اظہار نسبت کم دیکھنے میں آتا تھا۔

وہ بیک ایک چلتا چلتا رک گیا۔ اور پھر اولاد دینے کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا ”مہاری پریشانیوں سے اسے اس کے اپنے اندر کوئی فائدہ نہیں بچتیں۔ کہ ان کی بدولت ہم زمانہ آئندہ میں اپنی زندگی کی اصلاح کا انتظام کریں۔ بہر حال اب وقت آگیا ہے۔ کہ تم نے میرے ساتھ جتنی بدگیاں کیں۔ ان سب کا تم سے بدلہ لوں۔۔۔“

اولاد دینے نے بچ و کرب کی حالت میں ایک آنکھیں۔ اسے مضطرب دیکھ کر بہن نے کہا ”اپنی زندگی کے متعلق تم ہر طرح بے خطر ہو۔ میں قائل نہیں ہوں۔۔۔ کچ ٹک کبھی میں نے اپنے ہاتھوں کو خون سے نہیں رنگا۔ اور نہ آئندہ کبھی ایسا کرنے کا ارادہ ہے مگر اس روپیہ کی بازیابی کے ذریعہ جو میرا پاتا تھا۔ اور اس کا سود۔ بلکہ سود و سود لے کر میں تمہارے جیسے سنگدل بدبخت کو ایک ایسا حق سکھانا چاہتا ہوں۔ کہ زمانہ دیکھے کہ کس طرح حرص و ہوا کے سبب میں انسانی جانوں کے اتنا فائدہ انجام خود اس پرستار کے لئے نہایت خوفناک ثابت ہوتا ہے۔ اوشیلان میرے سر پر یا ان بذنبیب لوگوں کے درمیان میں جن کی بجزانہ حرکات کی بدولت تیسے گودام مال و دولت سے میری رشتہ داری کے نقصانات کچھ تو اثر رکھتے ہیں۔ بے شمار آدمی ہیں کہ وہ اپنی زندگی میں ہر قسم کے افعال پر آمادہ ہو گئے۔ مگر غلط وار مجرم اور گنہگار ہوتے ہوئے بھی انہوں نے اس عہد کو فراموش نہیں کیا۔ جو انہوں نے اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ اس کی حالت نزع میں کیا تھا۔ لیکن تو۔۔۔ اوس سنگدل۔ تو اتنا ظالم اور جا رہے۔ کہ تو نے اس بے کس بچے کو بھی جو اس قلعن کا بیٹا تھا۔ جو روپیہ حاصل کر کے خود تو نے پیدا کرایا۔ اور جو ہر طرح کے وعدوں کے اپنی نظروں سے دور کر دیا! خیر اب کہ تیری سزا ہی کا وقت

آگیا ہے۔ میں اس جذبہ ہی کو تیری سزا کا ذمہ دینا تاہوں جس کے زیر اثر تو نے میری ماں کو ایک امیر کے ہاتھ اور خود مجھے ایک صبی کے ہاتھ فروخت کیا!“

تسا کہ کرین فورڈ اولڈ فیتھ کے قریب پہنچا۔ اور تھکنا نہ لہو میں کہنے لگا۔ ”بتا اس بیٹی کی کہنی کہاں ہے؟“

”کہنی!“ اولڈ فیتھ نے دوبارہ کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ مارے خوف کے زرد ہو گیا۔

رہن نے کہا۔ ”ماں کہنی!“ اور جواب کا انتظار رکے بغیر اس نے اپنا ہاتھ اولڈ فیتھ کے خاکستری کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔

”ہنیں! ہنیں! یہ کیا اندھیر ہے! میں ہرگز تمہیں اپنی دولت پر قبضہ نہ کرنے دوں گا!“

اولڈ فیتھ نے جو کرسی پر جھک کر اہوا تھا۔ تشنگی حرکات کرتے ہوئے زور چلا کر کہا۔

”خاموش!“ نام رہن نے گرج کر کہا۔ ”ایسا نہ ہو میں تم پر اپنا ہاتھ اٹھا بیٹھوں۔۔۔ بالکل خاموش!“

”آہ کہنی سو جو ہے! اب تو چاہیے جتنا غور دیکھتے رہو۔ جو تمہارے جی میں آئے کہا کرو۔ مجھے اس کی پروا نہیں!“

”بس سناش! تم کیا کرنے لگے ہو!“ اولڈ فیتھ نے چلا کر کہا۔ اور اس کے ساتھ اسکی

آنکھوں میں خوفناک نفرت۔ انتہائی بغض اور غور کرنے کی وجہ سے اس جھوٹے شیر کی

آنکھوں کی سی چمک پیدا ہو گئی۔ جو شکاری کے جال میں پھنس گیا ہو۔ اور جسے تھوڑے

فاصلہ پر ایک شاندار ہرن نظر آتا ہو سخت دھچ و تاب کھاتا ہو اور کہنے لگا۔ ”تم کیا کرنے

لگے ہو! کیا تمہارا ارادہ مجھے لوٹنے اور میری ساری دولت پر قبضہ کرنے کا ہے! یہی میرے

ان احسانوں کا بدلہ ہے۔ جو میں آج تک تم پر کرتا رہا ہوں۔ ذرا سوچو۔ میں نے تمہیں کیسے

کیسے اچھے موقعے بہم پہنچائے۔۔۔ لیکن اگر تم باز نہ آئے تو۔۔۔ خدا کی قسم میں

تم سے بدلے کے چھوڑوں گا۔۔۔ میں تمہیں پھانسی پر لٹکا دوں گا! میں ایسا غناک

اتقام لوں گا کہ دنیا دیکھے گی!۔۔۔ اس نے جاؤ۔ اس بیٹی کو ہاتھ نہ لگاؤ۔۔۔ تمہارا ستیاناس نہ ہو

۔۔۔ تم کھڑے کھڑے مر جاؤ۔۔۔ اوہ نام۔ پیار سے نام۔ دیکھو مجھے اس بے دردی

سے نہ لڑو۔۔۔ میں سنت کرتا ہوں۔ تم مجھے مایوسی کی حد انتہا تک پہنچا رہے ہو۔۔۔ میں

دل شکستہ ہو کر مر جاؤں گا۔ اور میرا خون تمہاری گردن پر ہو گا۔۔۔ نام میری بات سنو۔۔۔ باؤ

عالم ایک نہیں سنت... افس! اُس نے پیٹی کھول لی... اوہ معاش... لو پاچہ!...
اولڈ ڈیجے نے اُسے دھکیا دیں بہت بھی کی۔ اور گڑگڑایا یہی۔ آخر اس کی آواز
میں انتہائی غضب کی اسی طرح کا اثر پیدا ہو گیا۔ جو دوزخی فرشتوں کے منہ سے کسی قابل
عذاب ہستی کو دیکھ کر نکلتی ہے۔

مگر یہ فورڈ نے اپنے دشمن کی منت سماجت۔ عرصہ اور اظہار جوش کی بالکل پروا
نہ کی۔ اولڈ ڈیجے کے اس آخری جوش کی بدولت اس کی ساری قوت زائل ہو گئی تھی۔
اس طرح رُک رُک کر دم لیتے ہوئے گویا کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ وہ اس کی سر پر
آگے کو جھیک گیا۔ جس کے ساتھ اسے مضبوط رسیوں کے ساتھ جکڑا ہوا تھا۔ وہ بے بس
تھا۔ مگر اس کی تنگی حرکات۔ اس کی فوٹاک جھلکے آنا کھوں۔ اس کے خشک ہونٹوں اور کانپتے
ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ کہ وہ نام دین کے جبر کو کس سختی سے محسوس
کر رہا ہے!

رین فورڈ نے پیٹی کھول لی۔ اور اب وہ اس کی مختلف درازیں اور ان کے اندر
رکھی ہوئی پاکٹ ہمیں بغیر دیکھ رہا تھا۔ پیٹی میں سونے کے سکوں کا بے شمار انبار تھا۔
اور پاکٹ ہمیں بنک نوٹوں سے بھری ہوئی تھیں۔ دونوں کی مجموعی قیمت کا تخمینہ بہت
مشکل تھا لیکن ان کی مالیت ہر حال میں کئی ہزار پونڈ سے کم نہ تھی۔
رہن نے پانچ پونڈ اپنی جیبوں میں ڈال لئے۔ اور کہنے لگا۔ ”میں اس رقم سے
ویاٹ داری کی زندگی کا آغاز کر سکوں گا۔ اس کم سن سال بہ معاش کو بالکل تباہ کرنا بھی
ممکن نہیں۔“

اُس نے پیٹی کو ضروری کاغذات کی تلاش کے لئے پھر زیادہ غور سے دیکھنا شروع
کیا۔ ایک دراز میں جسے وہ پہلے نظر انداز کر گیا تھا۔ اسے ایک چھوٹی سی چرمی پتلی نظر آئی۔
جس میں خطوں کا ایک بندل موجود تھا۔ اس بندل کے اوپر فیتہ باندھا ہوا تھا جس کی رنگت
مرد زمانہ سے اتنی عجیب گئی تھی کہ معلوم کرنا مشکل تھا۔ وہ رنگت ابتدا میں کیا تھی۔ کاغذات
کو صرف ایک نظر دیکھنے سے تمام دین کے سینہ میں خوشی اور سچ کے
ایسے مشتہر احساسات پیدا ہوئے۔ کہ اس نے انہیں اپنے قبضہ میں لے
لینے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ خطوں کو اسی چرمی پتلی میں ڈال کر اُس نے اس پتلی کو

بنک لوٹوں سے بھی زیادہ احتیاط کے ساتھ عیب میں ڈال لیا۔
پیشی سے اپنے مطلب کی چیزیں نکال لینے کے بعد اس نے پھر اُسے احتیاط سے
بند اور مقفل کر دیا۔ اور کچی کو میز پر رکھ کر اولڈ ٹیچہ سے کہنے لگا "میں اب یہاں سے رخصت
ہو جاؤں۔ کیا تمہارے سوا اس مکان میں کوئی اور بھی رہتا ہے؟"

اولڈ ٹیچہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور خوفناک یا اس آمیز طریق پر اس کی طرف دیکھتا
رہا۔ وہ شخص لندن بھر کے چوروں کا استاد اور کروفریب میں معلم الملوک سے بھی اونچا
درجہ رکھتا تھا۔ اپنی دولت کو اس طرح بے دردی سے لٹا دیکھ کر فطری غضب سے غم
بیوشی کی سی حالت کو پہنچ چکا تھا۔ اس کے دلغ میں خوفناک اور وحشت آمیز خیالات
کا اس عجم تھا کہ ایک لفظ بھی اس کی زبان سے نہ نکلا!

حقیقت یہ ہے کہ اس اہم رات کے واقعات اولڈ ٹیچہ سے بہت زیادہ قوی ذہن اور
مضبوط ذراغ رکھنے والے شخص کو بھی غم دیوانہ کر دینے کے لئے کافی تھے۔ اول سے آخر تک
سارے واقعات گولہ کی طرح غیر معمولی تیزی کے ساتھ پیش آئے۔ اور وہ سب خود اس
کی ذات کے لئے اتنے ضرر رساں ثابت ہوئے کہ رفتہ رفتہ اسے معلوم ہونے لگا۔ جو
کچھ ہو رہا ہے حقیقت نہیں ایک خوفناک خواب ہے۔ اس کی حالت اس گمنام شخص
کی تھی۔ جو موسم سرما کی طویل سردیوں میں خود اپنے افعال بد کے زیر اثر بحالت تنہائی
عالم خیال میں طرح طرح کے خوفناک مناظر دیکھنے لگتا ہے۔

ٹاکس ٹیلڈس کی ہم کی ناکامی، نام رین کے متعلق اپنی عذاری کا افشا چارلی کے
اغوا کی مہام کو شش ٹوٹی من اور جیکب کی موجودگی میں اپنی بے عزتی۔ وہ مجبوری جس
کی وجہ سے اپنی جائے سکونت اور گودام کے اسرار نام رین پر ظاہر کرتے پڑے۔ اس
راز کا افشا کہ رہن ہی وہ بچہ ہے۔ جسے میں نے جیسپوں کے حوالہ کر کے اپنے نزدیک
اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس کے متعلق سیکڑوں واقعات کی تلخ یاد اور آخر کار اس کے اپنی
دولت کے بڑے حصہ اور قیمتی کاغذات پر قابض ہونے کا بیخ ان سارے واقعات کا
مجموعہ جو اس غیر معمولی تیزی کے ساتھ یکے بعد دیگرے ظہور میں آئے۔ کہ باوی النظر میں
واحد صدی عظیم معلوم ہوتے تھے۔ اس عمر رسیدہ بد معاش کے لئے اس قدر جاننا ثابت ہوا
کہ اس کے سارے قوی معطل ہو گئے۔

کچا ایک رین فوڈو نے پھر پوچھا ”میں تم سے سوال کرتا ہوں۔ کیا تمہارے سوا اس مکان میں کوئی اور بھی رہتا ہے؟“ میرا سوال تمہاری اپنی بہتری کے لئے ہے۔ کیونکہ اگر کوئی اور رہتا ہے۔ تو میں تمہیں اسی طرح کرسی پر بندھا ہوا چھوڑ جاؤں۔ اگر نہیں رہتا۔ تو جاگنے وقت تمہارے دوست ڈنمارش سے اشارتاً کہتا جاؤں کہ وہ تمہواری دیر میں آکر تمہیں اس قید سے راکر دے۔ اس انتظام سے مجھے تمہارے تعاقب سے بچنے کے کو کافی وقفہ مل جائے گا۔“

یہ الفاظ اولڈ ڈیوٹیج کے کانوں میں اس طرح پہنچے۔ گویا وہ خواب یا سکتہ کی حالت میں ہو۔ بیدار ہو کر کہنے لگا ”ہمیں اس مکان میں میرے سوا کوئی اور نہیں رہتا۔“
”لو پھر ایلو“ اٹام نے کہا۔ اور شمع ماتے میں سے کرہ کرہ سے باہر نکلا۔ اولڈ ڈیوٹیج راہی کے لئے بار بار متیش کر رہا تھا۔ مگر اس نے اس کی بات پر بالکل توجہ نہ دی۔

غواگاہ میں داخل ہو کر جو اس جہودی زینہ کے اوپر واقع تھی۔ جس کے راستہ سے خانہ تک جا سکتے تھے۔ رہزن کو چورہ دروازہ کھولنے سے پہلے وہ باتوں کا خیال آیا۔ ایک یہ کہ آئی وہ اولڈ ڈیوٹیج زینہ سے اوپر آنے کے موقع پر اس کے لئے بے چین تھا۔ کہ شمع اُس کے اپنے ماتے میں رہے۔ اس نے سوچا۔ شاید اس کا ارادہ شمع کو عمدہ آگل کر کے یہ ظاہر کرنے کا تھا۔ کہ وہ اتفاقاً طر پر کچھ لگی ہے۔ مگر اس معاملہ کے باقی پہلوؤں کو یعنی یہ کہ وہ اس ذریعہ سے کسی قسم کی غداہی کرنا چاہتا تھا۔ یا اسے کس بات کو چھپانا منظور تھا وہ پھر بھی نہ سمجھ سکا۔

دوسری بات جو رہن فوڈو کو یاد آئی وہ یہ تھی۔ کہ اس غواگاہ کے اندر بنے ہوئے وہ دروازوں میں سے جب میں پہلے کے قریب پہنچا۔ تو اولڈ ڈیوٹیج نے غیر معمولی اضطراب کا اظہار کیا تھا۔ اس کی وجہ کیا تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ اس نے بیوچا۔ شاید وہ اسی لئے شمع کو گل کرنا چاہتا تھا۔ کہ اس اُس کمرہ میں دو دروازوں کی وجہ لگی۔ کہ وہ کچھ دنوں پھر اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ”بہر حال یہاں سے جانے سے پہلے مجھے یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے۔ وہ دوسرا دروازہ کس طرف کو نکلتا ہے۔“

دروازہ غیر مقفل تھا۔ اور اسے امید بھی ہی تھی۔ کہ وہ غیر مقفل ہو گا۔ کیونکہ اگر اس میں قفل لگا ہوتا۔ تو اولڈ ڈیوٹیج اس کے قریب جانے پر اتنی بے چینی کا اظہار نہ کرتا۔ جیڑی

استیلا سے تمام اٹھائے اس بات کا خیال رکھتا ہوا کہ کہیں دفعۃً شمع جل نہ ہو جائے۔ اور اس بارہ میں بھی محتاط کر اس مکان میں اولڈ ڈیو کے علاوہ اور لوگ نہ رہتے ہوں۔ اور وہ بیدار نہ ہو جائیں۔ رین فورڈ اس دروازہ میں داخل ہو کر ایک فرخ کمرہ میں پہنچا جس کے سامان کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کسی کیمیاگر کی تجربہ گاہ ہے۔ ایک فسنہ رخ بلو ملی میز پر کئی ریتی سوڑ چے رکھے ہوئے تھے اور برق کا بہت سا اور سامان اور متنوع قسم کی چیزیں جو بجلی کے تجربات میں کام آتی ہیں۔ مثلاً شیشہ کے ٹکڑے۔ انبرگن جھک سوم۔ بیٹرم۔ روئی۔ مصری۔ مختلف قسم کے تیلوں کی بھری شیشیاں بعض دھاتوں کے سفوف۔ کبھی معمولی پتھر۔ دھاتیں اور نیم دھاتیں۔ لیڈن جار۔ سوڑے۔ برقی طاقت خارج کرنے کے آلات وغیرہ پڑے تھے۔ میز کے نیچے مٹی کے ایک بہت بڑے برتن میں کئی خرگوشوں۔ سینڈکوں اور چوہوں کی کھال اتری ہوئی لاشیں پڑی تھیں جو مرے سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی کھالیں حال ہی میں اتاری گئی ہیں۔ کیونکہ نہ صرف ان سے سخت بدبو آتی تھی۔ بلکہ خون کے قطرے بھی ان پر نمودار تھے۔

پاس ہی ایک الماری میں پچاس کے قریب آدمیوں اور بندروں کے سروں کے ولایتی مٹی کے بنے ہوئے نمونے موجود تھے۔ ان تمام سروں کے نیچے گئے مٹے کے قریب سیاہ حروف کندہ تھے۔ جن سے معلوم ہوتا تھا۔ ان سروں کو کون اٹھاس کے سروں کے نمونہ تیار کیا گیا۔ رہنرن نے ان میں سے چند کتبوں کو چسما۔ لکھا تھا ۱۱۔

آر تھمر مختصر نوڈ

بناوت کے جرم میں قتل کیا گیا۔ ۱۸۲۵ء

ڈیوڈ ہوگرٹ

قتل کے جرم میں سزا دی گئی۔ ۱۸۲۵ء

جارج بیگنٹن

شوگرنگٹ قتل میں

ہنری فائلمرے

جسٹس کے جرم میں پھانسی پر لٹا گیا۔ ۱۸۲۵ء

جان تھمرل

قتل کے جرم میں سزائے موت دی گئی ۱۸۲۲ء

ولیم روبرٹ

گھوڑے چرانے کے جرم میں سزائے موت دی گئی ۱۸۲۵ء

ان کے علاوہ بعض اور مشہور مجرموں کے سروں کے نوٹے موجود تھے لیکن ہم زیادہ تفصیل غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

چہنچہ کرنام دین بہت دلیرانہ عمل ہے خوف اور جبری آدمی تھا۔ مگر اس لمبی قلماریں ان سروں کو دیکھ کر اور ان کے کتبوں کو چرہ کر رہی اپنے دل میں اس خیال کو نہ روک سکا۔ کیا کسی دن مسیہ سرکا نہ بھی ان کے پہلو میں موجود ہوگا؟ اس خیال کے دل میں آتے ہی اس کے بدن میں لکچپی پیدا ہو گئی۔ اور آخر ان مایوسی بخش خیالات کو دل سے دور کرنے کے لئے اس نے اپنا منہ دوسری طرف کو پھیر لیا۔ کمرہ کے اس حصہ میں اسے ایک الماری جس کا دروازہ نیم دائرہ تھا نظر آئی۔ اور وہ اسے زیادہ غور سے دیکھنے کی غرض سے قریب پہنچا۔

مگر قلم اس خوف کے اظہار سے قاصر اور الفاظ اس تعجب کے بیان سے عاجز ہیں جو اس شخص پر اس وقت طاری ہوا۔ جب اسے اس الماری کے اندر چار انسانی سر... منشی کے بنے ہوئے نہیں بلکہ سچے سچے انسان فی سر۔۔ گردن سے کٹے ہوئے موجود نظر آئے۔ جو کھلی مگر بالکل بے حرکت آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور ان کی آنکھوں کی تیلیوں پر اس کی شمع کی روشنی نے غیر معمولی چمک پیدا کر دی تھی۔

ایک لمحہ کے لئے اس نظارہ کو دیکھ کر نام دین جیسے بہادر کا دل بھی دل گیا۔ جیران تھا۔ یہ کیا مقام ہے۔ اور یہ کئے ہوئے انسانی سر کیا معنی رکھتے ہیں لیکن فوراً ہی خوف پر غالب آکر اپنے بلے جا اندیشوں سے شرمسار وہ ان سروں کے زیادہ قریب پہنچا۔ اسے خیال آیا۔ شاید مجھے نظری دھوکا ہوا ہے۔ یہ سر غالباً سو م کے بنے ہوئے ہوں گے۔ مگر ان کی شبابہت سچے سچے انسانی سروں سے بالکل ملتی تھی۔ ویسی ہی جلد وہی آثار اور ویسا ہی رنگ و روپ سخت تعجب کی حالت میں اس نے اپنا ہاتھ ان سروں میں سے ایک کے رخسار کے ساتھ لگایا۔ اور اس کے ساتھ ہی زور سے کانپ کر اپنا ہاتھ پیچھے کو کھینچ لیا۔ کیونکہ یہ معمولی نہیں بلکہ حقیقی انسانی سر تھے۔ ان کی جلد لاش

کی طرح سر دھتی۔ اور اُن کے چہرے سے اسے وہی احساس ہوا۔ جیلاش کو چہرے سے ہوتا ہے۔ اور جو کسی اور چیز سے ہرگز پیدا نہیں ہوتا۔

اس قدر حوصلہ ور ہونے کے باوجود ان بے بس مردہ سروں سے خوف زدہ ہو کر رین فورڈ نے کانپتے ہوئے ارد گرد نظر ڈالی۔ اسے ایسا معلوم ہوا کہ ان سروں میں زندگی کی شمع اب تک باقی ہے۔ اسے اُن کی آنکھیں پُر نور اور لب متحرک نظر آئے لیکن نور آری اپنی کمزوری پر غالب آکر اس نے ان سروں کو پھر ایک بار غور سے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ اگرچہ حقیقی انسانی سروں۔ مگر اُن کے جائزہ ہونے کی نسبت اسے وحشیانہ۔ وہ محض نظری دھوکا تھا۔

پھر جب اُس نے اُن کو اور بھی زیادہ غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ انہیں عرصہ دوڑ تک شرانہ سے محفوظ رکھنے کے لئے مصالح میں تیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ الساری کے اندر بعض ادویہ کی تیز بو آ رہی تھی۔ ان سروں کی آنکھیں بھی حقیقی نہیں۔ بلکہ شیشے کی جھریں۔ یہی وجہ تھی کہ شمع کی روشنی میں ان کے اندر غصہ بھری چمک نظر آنے لگی تھی۔

رہنما ابھی اس خوفناک نظارہ کو دیکھ ہی رہا تھا۔ کہ کمرہ کے آخری سرے پر ایک دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا۔ اور ایک شخص ڈھیلے ڈھینگے گون پہنے لپٹا ہتھ میں لئے کمرہ کی دہلیز پر نمودار ہوا۔ گرین فورڈ کو دیکھتے ہی اس کے منہ سے خوف اور تعجب کا کھل نکلا۔ وہ دھنسا لٹے پاؤں پیچھے پھرا۔ اور اس نے اس دروازہ کو باہر سے بند اور مقفل کر لیا۔ باوجود اس طبع تیزی کے ساتھ پہچاننے کے وہ اتنی دیر گزیر میں بکھرا ہوا تھا۔ کہ رین فورڈ نے اس کے چہرہ کو غور سے دیکھ لیا۔ اور اس کی حیرت کی حد تک اہتمام نہ رہی۔ جب اُسے یاد آیا۔ کہ یہ شخص ڈاکٹر لیسلز کے سوا کونسی اور نہ تھا!

اپنے دل سے غامض ہو کر وہ کہنے لگا کہ کیا یہ ممکن ہے ایک ایسا عورت اور ایک اولاد بیجے جیسے برعکس کے ساتھ سازش رکھتا ہو!

خوڑی دیر کے لئے بے حس و حرکت وہ اپنی جگہ پر کھڑا۔ اس دروازہ کی طرف دیکھتا رہا۔ جس کی راہ سے طبیب موصوف اس کمرہ میں داخل ہوا۔ اور فوراً ہی واپس چلا گیا تھا۔ پھر اسے خیال آیا۔ ایسا نہ ہو۔ وہ جا کر خچن ہونز کو کرسی پر بٹھا رہا دیکھنے

اس صورت میں نہ صرف وہ اسے فدا ہی آزاد کر دے گا۔ بلکہ وہ توں مل کر میری تمام غمزدگی کر دیں گے۔ پس اس نے یہی مناسب جانا کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیے۔ اس لئے نہیں کہ وہ ذاتی طور پر اولڈ ڈیوٹیہ یا اس ڈاکٹر یا ان دونوں سے خائف تھا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے دل میں ڈرتا تھا۔ نامعلوم اس مکان میں اور کیا کیا خطرات پوشیدہ ہیں۔ اور خبر نہیں مجھے اُن میں سے کوئی سا خطہ پیش آجائے وہ اس مکان کے اس حصہ میں جو ٹرنل شرٹ میں واقع تھا۔ اور اس حصہ میں بھی جہاں وہ اب موجود تھا۔ اور جسے وہ ریڈلائن شرٹ کا حصہ سمجھتا تھا۔ اس قدر اسرار رکھ چکا تھا کہ اچھی طرح جانتا تھا۔ یہ کوئی معمولی مکان نہیں ہے۔ اور اس بات سے بھی وہ باخبر تھا۔ کہ اگر میں بد قسمتی سے اولڈ ڈیوٹیہ کے قابو میں آگیا۔ تو اس کی طرف سے مجھے کسی رحم کی امید نہیں۔ ان حالات میں ہمارے ناظرین اس بیان کو اُس رہزن کی فطری بیادری کے متافی نہ سمجھیں۔ کہ اب وہ نئے الامکان حسبہ میں خطرناک اور اس پر اسرار مکان سے رخصت ہو جانا چاہتا تھا۔ قدرتی طور پر اسے خیال آیا کہ تہ خانے کے علاوہ اس مکان سے باہر جانے کا کوئی اور آسان ذریعہ بھی ہوگا۔ اس نے دل میں سوچا تہ خانے کا راستہ درحقیقت ٹرنل شرٹ میں حاصل کر دہ چوری کے مال کو خفیہ طور پر ریڈلائن شرٹ والے حصہ میں پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ یا یہ کہ اولڈ ڈیوٹیہ خطہ کے موقع پر اس راستہ سے اپنی خواہجہ سے مل کر آسانی فراہم ہو سکتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اسے قرین قیاس نہ سمجھتا تھا۔ کہ اس مکان سے نکلنے کا راستہ تہ خانہ کے سوا کوئی اور نہیں۔ کیونکہ جس مکان کا کوئی دروازہ نہ ہو۔ یا جس کا دروازہ کبھی کھولا نہ جائے۔ اسے ہمسائے بہت حسبہ شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

زیریں دوزر استیٰ کی سمت سے اندازہ کر کے وہ اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ میں کمرہ میں ہیں اس وقت موجود ہوں۔ وہ مکان کے عقبی حصہ میں واقع ہے۔ اور جہاں میں نے اولڈ ڈیوٹیہ کو چھوڑا۔ وہ سامنے والے حصہ میں ہے۔ اس کا بھی اسے یقین ہو گیا تھا۔ کہ یہ حصہ مکان کی پہلی منزل پر نہیں بلکہ بالائی منزل پر ہے۔ چونکہ تحسبہ ہو گیا۔ اولڈ ڈیوٹیہ کی خواہجہ اور گودام یہ سب مکان کے عقبی حصہ میں واقع تھے۔ اور

ان کروں سے بھی منزل کی طرف جانے کا کوئی ذینہ نہ تھا۔ اس لئے تھوڑے عرصہ لالہ کی بدلت رین فوراً واضح ہو گیا۔ کہ اترنے کا ذینہ مکان کے اس سامنے والے حصہ میں واقع ہو گا۔ جس کے کروں کی کھڑکیاں بازار کی طرف کھلتی ہیں۔ لیکن چونکہ اس حصہ میں اسے ڈاکٹر یا اولڈ ڈیجے کے مل جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ یا تو مکان کے عقبی حصہ سے کوئی راہ بند تلاش کی جائے۔ یا بصورت دیگر تھوڑے عرصہ ہی اختیار کر لیا جائے۔

ہمیں ان تفصیلات کے بیان میں بہت دقت صرف کرنا پڑا ہے۔ مگر تمام رین نے یہ تمام استہلال اور آخری فیصلہ چند ہی منٹ کے عرصہ میں کر لیا تھا۔ پھر فوراً اپنے قصد پر عمل کرتے ہمارادہ کر کے اس نے شی میز پر رکھ دی۔ اور ایک کھڑکی کھولی۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر سخت بچ ہوا کہ اس میں لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہیں۔ اور ان سلاخوں کو محض یہ فی طاقت سے کسی آلہ کی مدد کے بغیر توڑنا محض ممکن تھا۔ چونکہ اس وقت کوئی آلہ پاس نہ تھا۔ اور نہ آسانی کہیں سے مل سکتا تھا۔ اس لئے اس نے آخری فیصلہ یہی کیا کہ تھوڑے عرصہ کی راہ سے واپس چلوں۔ یہ سوچ کر شی کو دوبارہ ہاتھ میں لیا۔ اور اولڈ ڈیجے کی خانگاہ میں داخل ہوا۔ پھر اس نے چار دروازہ اٹھایا۔ اور عود ذینہ پر اتر کر اس دروازہ کو یہ احتیاط اندر سے بند کر لیا۔ لیکن وہ دس ہی قدم نیچے اترتا تھا کہ پاؤں پھسل گیا۔ وہ گر کر اور سنبھلنے کی کوشش میں شی بھی گل ہو گئی۔

اس کے ساتھ ہی اُسے چار دروازہ کے اوپر کسی کے قدموں کی چاپ اور گفتگو کی آوازیں سنائی دیں۔ لیکن وہ ان آوازوں سے یہ معلوم نہ کر سکا کہ بولنے والا کون ہے۔

اپنے دل کو مضبوط کرنے کی غرض سے وہ کہنے لگا: ”تمام رین اس وقت ہمت سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ بڑے استقلال کے ساتھ قدم اٹھاتا وہ ذینہ کے باقی حصہ سے نیچے اترنے لگا۔ لیکن تاریکی اتنی کثیف تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا!

باب ۳۲ رین فورڈ تہ خانہ میں

نام رین جہانگت زینے سے نیچے اتر گیا۔ اور چونکہ اولڈ ڈیوٹے کے ہمراہ آئی دفعہ تہ خانہ سے گذرتے وقت اس نے اس مقام کا نقشہ پورے طور پر ذہن نشین کر لیا تھا اس لئے اب باوجود اہتد اور رعب کی تاریکی کے جس میں سے وہ گذر رہا تھا۔ اسے تہ خانہ کو عبور کرنے میں دقت پیش نہ آئی۔

چند منٹ چل کر اسے اپنے سامنے ایک دیوار حائل معلوم ہوئی۔ وہ ٹولنے کی غرض سے اپنے بازو آگے کو پھیلا کر چل رہا تھا۔ بازوؤں کے اس دیوار سے مس ہوتے ہی وہ یہ سمجھ کر رک گیا۔ کہ میں تہ خانہ کے اس سرے پر پہنچ گیا ہوں۔ جس سے گزہر کر بیان کے حصہ ٹرن مل سٹریٹ میں پہنچنے کا راستہ ہے۔ اس نے تاریکی میں اوجھ اوجھ ہاتھ پھیلا کر اس تار کو تلاش کیا جس کی مدد سے دیوار سے ٹھک ہو کر رختہ نو بار ہوتا تھا۔ یہ تار اس سقف برآمدہ کی چھت سے گزہر کر کسی پوشیدہ رک کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ نام رین نے اسے زور سے کھینچا۔ مگر نہ گڑا نہ ہٹ کی آواز پیدا ہوئی۔ نہ دیوار نے حرکت کی۔

اس وقت عجیب و غریب واقعات سے پُر اس خوفناک رات کو اس دلیر رہنما کے دل میں بھی اول مرتبہ خوف کا حقیقی احساس پیدا ہوا۔ اور وہ ان عظیم خطرات کو سمجھ کر جن میں وہ محصور ہو چکا تھا۔ اسے خوف کے کانٹ اٹھا۔

اس نے پھر ایک مرتبہ تار کو بڑے زور سے کھینچا۔ تار چھت کے قریب کسی مقام پر ٹوٹ گئی۔ اور ٹوٹا ہوا ٹکڑا اس کے قدموں میں آگرا۔

”اے اب فقط تیرا ہی آسرا ہے“ رین فورڈ نے سخت مضطرب ہو کر غدار پتھر پرے خوش پرے صبری سے پاؤں مار کر کہا۔

یہ ایک اسے خیال آیا۔ شاید ایک تار اس رختہ کو کھنسنے کے لئے الگ ہو اور دوسری اسے بند کرنے کے لئے الگ۔ اس خیال سے اس نے اس دوسری فرض کردہ تار کو دونوں ہاتھوں سے ٹوٹا شروع کیا۔ لیکن تھوڑی ہی جتن کے بعد اسے معلوم ہو گیا۔ کہ اس تار کا حقیقت میں کچھ وجود نہیں۔ اس نے بیسیر آگلاش

کیا۔ گروہ تارکسین نظر نہ آئی

اب اس نے گھبرا کر اس مختصر زینہ پر چڑھ کر سہانے کپڑے پہنا دیے۔
قدم رکھے۔ اور اس گھڑی کو جو رخصت کے سامنے حائل تھی۔ زور سے اس کی جگہ سے
گرا دینے کی کوشش کی۔ لیکن وہ بیماری کل اس مضبوطی کے ساتھ دلواریں لگی ہوئی تھی۔
گویا اسی کا ایک حصہ ہو۔

لحمہ لچھا مہین کے دل میں مایوسی کی ہیبت بڑھتی جا رہی تھی۔ اب اس کے
دل میں ایک اور خوفناک خیال پیدا ہوا۔ کہ اولاد بیٹھ اور اکثر دونوں تھوڑی دیر میں
ریٹ لائن شرٹ کے دروازہ سے گذر کر ٹرن مل شرٹ والے حصہ مکان میں آکر
سیکے باہر پھنے کی اس راہ کو اگر وہ پہلے ہی کافی طور پر سد و بند نہیں ہے۔ اور بھی زیادہ
محفوظ طریقہ پر بند کر دیں گے!

حیران تھا کہ اب کیا کرے۔۔۔ کہہ جاتے۔۔۔
کئی بار اس نے اس بھاری کلاک کو اس کی جگہ سے گرانے کی بڑی کوشش
کی۔ آدمی بڑا تھوڑا سا اور طاقتور تھا۔ مگر کلاک ایسی مضبوطی سے جڑا ہوا تھا کہ اسے گرانے
کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی۔ اور جب وہ اپنی حالت پر غور کرنے کے لئے ذرا رہا۔ تو
اسے کلاک کے ٹک ٹک کرنے کی آواز صاف طور پر سنائی دینے لگی۔

کوئی اور چارہ کار نہ دیکھ کر آخر اس نے یہی سوچا کہ جس طرح ممکن ہو۔ مجھے بھی
اس میں جمانے کی دوسری سمت میں جا کر اس چور دروازہ کو دھکیل کر کھولنے کی ہی کوشش
کرنی چاہیے۔ جس میں سے اولاد بیٹھ کی خوابگاہ تک پہنچنے کا راستہ تھا۔ پستول
کی جوڑی اس کے پاس تھی۔ اور ان کی موجودگی میں وہ ہر قسم کے خطرات کے مقابل
کو تیار تھا۔

مگر سوال یہ تھا کہ اگر وہ چور دروازہ بھی دوسری طرف سے بند ہوا۔ تو پھر کیا ہوگا؟
”نہیں“ اس نے اپنے دل میں سوچا۔ ”جہاں تک میرا خیال ہے۔ اس
کے دوسری جانب کوئی زنجیر نہ لگا کر رکھی ہوگی۔ اور دروازہ تو جس سے
بند کیا جاسکے“ اس شعار اس مضبوط آہنی زنجیر کی دوسری طرف سے پستول اس چور دروازہ
پر ایک بار اس تاریک سق پر پستول کو نکال سکے۔ اس نے مضبوط بازوؤں

ہاتھوں میں پستول لے کر غور سے سننے لگا۔
 اور پرکاش خاموشی اور سناٹا تھا۔ کوئی آواز نہ تھی نہ دھڑکن تھی کسی کے قدموں کی
 چاپ بھی اس کے کانوں تک نہ پہنچی۔

اس نے آہستگی سے بڑی احتیاط کے ساتھ چور و رازہ کی پگلی چٹنی اتاری۔ اور اسے
 اوپر کی طرف اٹھانے کی کوشش کی۔ مگر دروازہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

یہ سوچ کر شاید کسی نے اس کے اوپر کوئی بھلی میز یا کرسی رکھ دی ہے۔ اس نے
 اور زیادہ زور دے کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن دروازہ اس طرح بے حرکت رہا
 گویا وہ اس مضبوط فرش کا ایک حصہ ہو۔ جس کے اندر وہ لگا ہوا تھا۔

رین فورڈ نے دونوں پستول اپنی جیبوں میں ڈال لئے۔ تاکہ دونوں ہاتھوں اور سر کی
 مدد سے پورا زور لگا کر اس دروازہ کو کھولے۔ جس کے کھلنے پر ہی اس کی آزادی کا دار و مدار تھا
 مگر دروازہ نے نہ ہلنا تھا نہ ہلا۔

سخت اضطراب کی حالت میں رہزن نے اپنے نچلے ہونٹ کو اس زور سے کھٹکا
 کہ اس میں سے خون بہنے کے مشابہ ہو گیا۔ اب اس کا سکون جواب
 دینے لگا تھا۔

اس تاریک تہ خانہ کی گہرائی میں اس نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر سخت ملامت
 کرنی شروع کی۔ کہ میں نے چراہ قرار ڈاکٹر لسیلز کے تجربہ گاہ میں داخل ہونے کے
 بعد سوچی تھی۔ ماحول اسے ترک کر کے اس خطہ میں پڑنا منظور کیا۔ اس خوفناک تہ خانہ میں
 اترنے سے تو بہتر تھا۔ میں خطرات کے باوجود سامنے والے کمرہوں میں سے
 کسی ایک کی راہ سے ریڈلائن شرٹ میں ہو کر نکل جاتا۔

لیکن بعد از وقت پیشانی ہمیشہ بے سود ہوتی ہے۔ اب وقت عمل کا تھا۔ ملامت
 سے بہتری کی صورت پیدا ہونا غیر ممکن تھا۔

سوال یہ تھا۔ اس خوفناک مقام سے نکلنے کی کیا تدبیر اختیار کی جائے کیونکہ

موتی تو یہ ظاہر تھا کہ اسے یہیں تڑپ

ہے اس کی ہرگز امید نہ تھی کہ اس

مگر تیرا اختیار کرنے کا فیصلہ آسان تھا! وہ اس پر عمل کرنا مشکل۔ کہنی تیرے جی جس کی مدد
وہ اس خوفناک مرنگ سے جہاں وہ یہ حالات کا ہرزہ دہ دہن ہو چکا تھا۔ راہ بجات
حاصل کر سکتا تھا۔

تہ خانہ کے نیچے پتھروں کا مضبوط فرش دونوں طرف پتھر کی دیواریں اور سر کے اوپر
بھی پتھروں کی چھت۔ دروازوں میں سے ایک کو اس پر اسرار بھاری کلاک نے روک رکھا
تھا۔ اور دوسرے کو چور دروازہ نے جسے کسی نے بظاہر اوپر کی طرف سے مقفل کر دیا تھا۔
ان عظیم رکاوٹوں کی موجودگی میں اس قریباً تہ خانہ سے نکلنے کی کیا صورت تھی؟
پھر اختیار جو اس کے پاس موجود تھے۔ وہ بھی اس کام میں کچھ مدد نہ دے سکتے تھے۔
کیونکہ اپنے دو مضبوط ہاتھوں۔ پستولوں کی ایک جوڑی۔ اور ایک تیز خاتو کے سوا اس کے
پاس کوئی اختیار موجود نہ تھا۔

یہ ایک خیال کی تیزی کے ساتھ اس کے دل میں ایک نئی تجویز پیدا ہوئی۔ اسے یاد
آیا۔ تہ خانہ کے دوسرے کمرے پر جہاں کلاک لگا ہوا ہے۔ آہنی زینہ موجود ہے۔ جو دیوار
میں لگا ہوا نہیں۔ بلکہ قابل حرکت ہے۔ کیا یہ ٹھیک نہ ہوگا۔ میں اسے لا کر اس کی مدد
اس چور دروازہ کو توڑنے کی کوشش کروں؟

اس تجویز سے خوش ہو کر اس نے پھر ایک بار تہ خانہ کو عبور کیا۔ اور اس کے کمرے پر
پہنچ کر شوق سے اس آہنی زینہ پر ہاتھ رکھا۔ بے شک اس کا خیال صحیح تھا۔ کیونکہ یہ زینہ
حقارت کی غرض سے دیوار میں لگے ہوئے آہنی حلقوں میں اٹکا ہوا تھا۔ مگر دیوار کے
ساتھ جڑا ہوا نہ تھا۔ اور ہر چند کہ یہ بہت بھاری تھا۔ تاہم انتہائی مایوسی کے بعد امید پیدا ہوئی
جیسے رین فورڈ کے اندر بلیئر کی سی طاقت پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے اس سے ایسی
آسانی کے ساتھ اٹھالیا۔ گویا یہ کلاسی کا بنا ہوا ہو۔

پہلے اس بوجھ کو لیکر عموماً یہ زینہ پر چڑھتا تھا۔ مگر چند منٹ کی کوشش
سے یہ کام بھی اطمینان بخش طریق پر ہو گیا۔ اور اب دیکھ رین فورڈ اس چور دروازہ کو جس سے
گزر کر اہل زینہ کی خواجہ گاہ تک پہنچا سکتا تھا۔ زینہ اٹھا کر لے کر آیا۔ ہوا ہے۔
ایسی حالت میں کھڑا ہو کر وہ اس مضبوط آہنی زینہ کی مدد سے پہلے بڑا اس چور دروازہ
کو توڑا اور پھر اگر ضرورت ہو تو فوراً اپنے پستولوں کو نکال سکے۔ اس نے مضبوط بازوؤں

اور مضبوط طرہوں کے ساتھ اس کام کو شروع کیا۔ اس نے بڑے زور کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے اس زینہ کو اٹھا کر چور دروازہ پر ٹکرا گئی۔ بس ایک ہی صدمہ کافی تھا۔ فوراً چور دروازہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی دین فورڈ نے پستول ہاتھ میں لے لیا۔ آہنی زینہ کو چھوڑ دیا اور ٹھکستہ چور دروازہ کو پرے ہٹا کر مودی زینہ کے باقی حصہ پر چڑھ گیا۔

چور دروازہ کے اوپر کسی نے قالین بچھا دی تھی۔ اسے پرے ہٹا کر جب وہ باحصہ بچھا تو اسے دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ کوئی سیڑھی اس تہ خانہ سے نکلنے میں خراہم نہیں ہے۔ جس کی نسبت کچھ عرصہ پیشتر یہ اندیشہ اس کے دل میں جاگ رہا ہو گیا تھا کہ شاید یہی زندگی میں میری قبر بنے۔ اس نے تیزی کے ساتھ کمرہ میں ادھر ادھر سے نظر ڈالی لیکن وہاں نہ تو اولٹ ڈیوٹیج نہ ڈاکٹر اور نہ کوئی اور شخص دکھائی دیا۔

کامل سکون اختیار کر کے اس نے چور دروازہ کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ کیونکہ وہ جانتا چاہتا تھا۔ اسے کس طریق پر اوپر سے بند کیا گیا۔ اس نے غور سے دیکھا۔ تو اسے ایک آہنی سلاح منہ میں کے اندر ایسے طریق پر لگی ہوئی نظر آئی۔ کہ جب وہ چور دروازہ کے پہلو میں داخل ہو جاتی۔ تو وہ بڑی مضبوطی کے ساتھ جم جاتا تھا۔ اور یہ سلاح ایسے طریق پر لگی ہوئی تھی کہ باوی انگلیوں میں دکھائی دین نہ دیتی تھی۔ معمولی طور پر یہ سلاح چربی سوراخ کے اندر محفوظ رہتی تھی۔ اور بوقت ضرورت ایک چوچ کو دبائے سے چور دروازہ کو مضبوطی کے ساتھ کس کر منہ میں کا حصہ بنا دیتی تھی سلاح بجائے خود نہایت مضبوط تھی۔ لیکن دین فورڈ نے چور دروازہ کو جس زور کے ساتھ آہنی زینہ کی ٹکرا گئی۔ اس سے وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

اب یہ بات دین فورڈ پر ظاہر ہو گئی۔ کہ کسی شخص نے عرصہ پہلے چور دروازہ کو بند اور اس سلاح کی بدولت مقفل کیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سلاح محض اتفاقیہ طور پر سوراخ میں داخل ہو گئی۔ تو سہر حال چور دروازے کے اوپر قالین کا از خود کچھ جانا غیر ممکن تھا۔ اس کے علاوہ دین فورڈ جس وقت تہ خانہ میں آگرا۔ تو اسے اولٹ ڈیوٹیج کے کمرہ خواہ میں آوازیں اور پاؤں کی چاپ بھی سنائی دی تھی۔ ان حالات میں اسے خیال آیا کہ بن شخصوں نے اس چور دروازہ کو بند کیا۔ وہ ادھر سے قلعے

ہو کر ٹرن مل شریٹ کی راہ منہ باز کو بند کرتے چلے گئے ہوں گے۔ اور اس کا انہیں سختہ یقین ہو گیا ہو گا کہ اس چور دروازہ کو ہر حال کوئی شخص نہیں کھول سکتا۔

ان خیالات کے باوجود نام رہین نے دروازہ بیٹی کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور یہ سوچ کر کڑی دھن کمیں گھات میں ہو۔ اس کے پستوں کو ایسے طریق پر ہاتھ میں لئے رکھا کہ بوقت ضرورت ان سے کام لیا جاسکے۔ اس کے بعد وہ تجربہ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن دیکھا کہ اس کا دروازہ بند ہے۔ پاؤں سے زور کی شوکر لگا کر اس نے اسے کھول لیا۔ لیکن اندر داخل ہو کر اس نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہاں بھی کوئی مداخلت کرنے والا موجود نہیں۔ تجربہ گاہ سے گئے مگر وہ اس دروازہ کے قریب پہنچا۔ جس میں اس نے ڈاکٹر لیبیلز کو غیر ہونی تیزی کے ساتھ نوادار عاقب ہوتے دیکھا تھا۔ اس دروازہ کو کھولنے کے لئے بھی اسے طاقت سے کام لینے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی کھلا تھا۔

اب وہ ایک برآمدہ میں داخل ہوا۔ جس کے آگے زمین تھا۔ وہ تیزی کے ساتھ زمیں سے نیچے اترا۔ اور ایک ہال میں پہنچا۔ جس میں سے بازار کی طرف دروازہ کھلا تھا۔

اب راہ فراد اس کے سامنے موجود تھی۔ مگر یکایک اس کے دل میں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ کیا اولاد تھیں جو جسے میں بڑی مضبوطی کے ساتھ کرسی پر جکڑ آیا تھا کسی نے رد کر دیا ہے۔ یا نہیں۔ ان خطرات کو جن سے وہ تھوڑی دیر پیشتر بقت بچکر نکلا تھا۔ فراموش کر کے وہ ایک بار پھر زمین پر چڑھ گیا۔

مکان کا یہ حصہ نیلا اور اس قسم کا تھا۔ گویا مدت سے کسی نے اسے صاف نہیں کیا۔ بظاہر حالات اس میں مدت سے کوئی کرایہ دار آباد نہیں ہوا تھا۔ صدر دروازہ کے اوپر دو بے شعلہ ان بند تھا۔ جس کی وجہ سے ہال میں کم و بیش تاریکی تھی۔ گو کسی تند و ہندی روشنی اس بند روشندان کے راستے بھی ہال کے اندر داخل ہوتی تھی۔ زمین کی دیواروں پر مست تھا ہوا کا غلغلہ رفتہ رفتہ بھڑکنا تھا۔ اور جہاں کہیں ہاتھ لگتا یا جھگوڑھتی۔ ہر جگہ مٹی اور کوڑا کرکٹ جمع نظر آتا تھا۔

پھر ایک مرتبہ بالائی منزل میں پہنچا۔ نام رہین نے اس دروازہ کو کھولنا تھا۔ جو اس دروازہ کے بالمتقابل تھا۔ جس کی راہ سے وہ تجربہ گاہ سے نکلا تھا۔ لیکن معلوم ہوا

کب بند ہے۔ اس نے اسے زور سے دھکا دے کر کھول لیا مگر جیسا کہ امید تھی۔ وہ اس کمرے میں پہنچ گیا جس میں وہ اولڈ ڈیوٹی کو بندھا ہوا چھوڑ گیا تھا۔ کیونکہ جیسا ناظرین کو یاد ہوگا اس کمرہ سے دو دروازے نکلتے تھے۔

اور اب اسے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ اولڈ ڈیوٹی بدستور اسی کمرے پر جکڑا ہوا موجود ہے۔ نہ وہ اپنی جگہ سے ہٹا۔ اور نہ کسی نے اس کی رسیاں کھولیں ماس وقت اُس عمر میں بدعاش کا سر چھاتی کے اوپر سانے کی طرف جھکا ہوا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر بہن کے دل میں خوف کا احساس پیدا ہوا۔ اور وہ تیزی سے اس کے قریب پہنچا۔ لیکن جس وقت اس نے اس کے خطا حال کو دیکھا۔ تو خوف زدہ ہو کر پیچھے کو ہٹ گیا ماس بھاگ نظارہ نے جو اسے کبھی بد نظر آیا۔ مگر اب اس کی سی حالت طاری کر دی۔ کیونکہ اولڈ ڈیوٹی کا چہرہ خوفناک طریق پر بدلتا اور قریب کیا سیارہ نظر آتا تھا۔ انکھیں حلقوں سے باہر نکلی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ اور سچلا جبر اکھلا ہوا تھا۔

”بھڑایہ تو مر چکا ہے!“ بہن خود نے تھوڑی دیر اس کی صورت پر غور کرنے کے بعد کہا۔ اور کچھ شک نہیں کہ یہی اس کی موت کا موجب ثابت ہوا ہوں۔“

عین اس وقت کسی نے اندرونی کمرہ کا دروازہ بڑی آہستگی اور احتیاط کے ساتھ کھولا اور بہن اس قدر ترقی حیران کے ذرا اڑو ایسے حالات میں پیدا ہونا لازمی تھا۔ اس دروازے کی راہ سے جو برآمدہ کی طرف نکلتا تھا۔ اور جس میں سے وہ تھوڑی دیر پہلے یہاں داخل ہوا تھا۔ تیزی سے باہر نکل گیا۔ وہ اس تیزی اور بھیر جی کے ساتھ اولڈ ڈیوٹی کے کمرے سے نکلا۔ کہ اس نے اس شخص کی صورت نہیں دیکھی۔ جو دروازہ کھول کر کمرہ میں داخل ہونے لگا تھا۔ لیکن اسے یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ اس شخص نے بھی مسیہ کی صورت دیکھی ہے یا نہیں۔

سخت اضطراب کی حالت میں تین تین چار چار شیرہیاں ایک دم اتر کر وہ صدمہ دروازہ کے قریب پہنچا۔ اور اس وقت تک اس کے دم میں دم نہ آیا۔ تھے کہ وہ دروازہ کھلے بازار میں پہنچ گیا۔

نام بہن بہت بیخوف اور حوصلہ مند شخص تھا۔ مگر اس خیال نے اس کے دل میں سخت خوف طاری کر دیا۔ کہ شاید یہی بلا ارادہ اولڈ ڈیوٹی کی موت کا موجب

ثابت ہوا ہوں۔ اس خوف نے اس کے قوائے ذہنی و جسمانی کو کچھ عرصہ تک معطل رکھا۔ اُس نے اس غیر معمولی اضطراب کی حالت میں مکان سے باہر نکل کر مکان کی ظاہری صورت دیکھنے کے لئے بھی آمال نہیں کیا۔ بلکہ جس قدر تیزی کے ساتھ ممکن تھا۔ وہ اس مکان سے دور پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ جس میں نہایت قلیل عرصہ میں اُس نے کئی عجیب و غریب نظارے دیکھے۔ اور بیشمار تکلیفیں برداشت کی تھیں۔

ایک بجایا تھا۔ جب وہ اولڈ فیلڈ کے ہمراہ ٹرنل شرمیٹ والے مکان میں داخل ہوا۔ اور اب جس وقت رین فورڈ نے سٹہ فیلڈ مارکٹ میں قدم رکھا تو سینٹ پال کے گرجا نے تین بجائے۔

اسی طرح دور سستی کے محبتہر عرصہ میں انسان کتنے عجیب و غریب نظارے دیکھتا ہے!

باب ۳۳ پارسا خاتون

ہمارے ناظرین میں سے جو لوگ صدر مقام عالم کے حصہ و سیٹ اینڈ سے اچھی طرح واقف ہیں۔ انہوں نے یقیناً اس بات کو کسی بار محسوس کیا ہوگا کہ اولڈ برٹگٹن شٹرٹ کی عالیشان عمارتوں پر ہر وقت ایک قسم کا ایسا بے اثر طاری رہتا ہے۔

مکانات کے دھندلے بیرونی حصے۔ سیاہ رنگت کے بھاری دروازے۔ کٹر کیاں جن کے باہر سیاہ پردے تے ہوئے ہیں۔ اور وہ خاموشی اور سناٹا جو ہر وقت اس بازار میں قائم رہتا ہے۔ ہر راہرو کے وال پر عجیب افسردہ کن اثر پیدا کرنے والا ثابت ہوتا ہے۔

اس بازار میں کوئی چل پھل یا رونق موسم گرما کے نہایت خوشگوار دن کو بھی دیکھنے میں نہیں آتی۔ اس کی صورت بہترین حالات میں بھی افسردہ کن اور جیل خانے کی طرح مایوسی بخش ہی رہتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بازار پرانی طرز کے امیروں کا آخری سکن ہے۔ ان امیروں کا جو قدیم تعصبات اور نخوت پریشانیات کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور

جو دن بدن عوام کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے حلقہ اثر کو کم ہوتے دیکھ کر ان روایات سے متنبہ ہو کر اور یہی منصوبہ ملی کے ساتھ قائم رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

خدا کرے اس سورتی امیر طبقہ کا بہت جلد حاقہ ہو۔ جو دنیاوی تہذیب و تمدن کی راہ ترقی میں ایک عظیم رکاوٹ حاصل کرتا ہے۔

اولڈ برنگٹن شریٹ کے ان تاریک رکازات میں سے ایک میں بیالیس سال عمر کی ایک عورت مسٹر سلنگبی راکر تھی۔ جو مصنوعی طریقوں پر اپنے حسن شباب کو تیار رکھنے کی کوششوں کی بدولت بظاہر پانچ چھ سال کا معلوم ہوتی تھی۔

اُس کے بال اب تک سیاہ تھے۔ اور وہ پیرس سے تازہ ترین فیشن کی نفیس ٹوپیاں منگا کر پہنا کرتی تھی۔ اس کے شہرہ پرست شاہ اور بڑھاپے کے ایسے مشتہر کراؤں، رنگیناں تھے۔ جنہیں دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے کہ نزاکت شباب کی تعریف کرے یا افسوس علم کی جو عمر رسیدہ شخصوں سے مخصوص ہے۔

اس کی رنگت صاف اور سپید تھی۔ اور اگرچہ آنکھوں کے قریب حلقے پڑنے لگے تھے۔ مگر عادیہ کے مسلسل استعمال سے انہیں دور کرنے کی کوششیں جاری تھیں۔ سورت کمال شفاف اور ہموار تھی۔ اور صورت کسی حد تک قدرت کی مدد سے گزریا وہ ترکازات خیالی کی بدولت نہایت دلکش نظر آتی تھی۔ سینہ اُبھرا ہوا تھا۔ اور چونکہ وہ لباس بالعموم اوجھا پہنتی تھی۔ اس لئے باوجود کبرئی کی طرف قدم بڑھانے کے نوجوان لیسٹیڈ معلوم ہوتی تھی۔

یہ مسٹر راکر تھا سلنگبی ایڈیاس مارز کے عاشق مسٹر کلیرنس ولیرز کی بھی محبت تھی۔ بہت پہلے ہی عمر اُس کے والدین نے روپیہ کے لالچ سے اُس کی شادی ایک ایسے شخص کے ساتھ کر دی تھی جس کی عمر اُس سے کم و بیش دو گنی ہوگی۔ شخص مذکور نے ہندوستان میں اپنی صحبت کو زیادہ کر کے بہت سی دولت فراہم کی۔ شادی کے تھوڑے عرصہ بعد مسٹر سلنگبی کو حالات کے زیر اثر ملکیت واپس جانا پڑا۔ اور وہ اپنی جوان بوی کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ وہاں پر یہ دونوں قریباً آٹھ سال تک رہے۔ مسٹر سلنگبی کا سارا سرمایہ ایک منظم اور انجینئر بنیادی اور بنگلہ کمپنی میں لگا ہوا تھا۔ اس کمپنی کے بچا کی مشکلات میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے اُس کا وہ سرمایہ ہاتھ سے چاٹا رہا۔ اور وہ دل شکستہ ہو کر مر گیا۔ حسن اتفاق سے ملکیت میں رہا۔

سنگسبی کی سرسہری کورٹنی سے ملاقات ہو گئی۔ جو عرصہ دراز تک ہندوستان کی کونسل
ممبر رہ چکا تھا۔ یہ شخص خطاب یافتہ بیرون تھا۔ اور اب ملازمت ترک کر کے عنقریب
انگلستان کو واپس جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس کی عمر
پچاس سے اوپر تھی۔ وہ ریشہ دار تھا۔ اور اس کے کئی چھٹے چھٹے بچے تھے۔ جب اسے
سرسنگسبی کی مصیبت کی خبر ایک ایسے شخص کی زبانی پہنچی۔ جو دونوں کا دوست تھا
تو سرسہری نے سرسنگسبی سے یہ تجویز پیش کی۔ کہ آپ مسیحی رہاں آجائے اور
ہمیں سکونت رکھئے۔ تاکہ جہاں تک ممکن ہو۔ آپ کی سوجوگی میں میرے بچے اپنی ماں کے
انتقال کا رنج بھول جائیں۔ اس درخواست کو شکریہ کے ساتھ منظور کر لیا گیا۔ اور سرسنگسبی
جس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ بیرونٹ کے ساتھ انگلستان چلی آئی۔

لندن آنے کے بعد کئی سال تک وہ سرسہری کورٹنی کے کنبہ میں ہی رہی۔ وہاں پر
اس سے ایک قریبی رشتہ دار کی حیثیت میں سلوک ہوتا تھا۔ کوئی یہ نہ کہہ سکتا تھا۔ کہ اس
گھر نے میں وہ کوئی غیر یا کم حیثیت عورت ہے۔ لیکن جب سرسہری کی اولاد اتنی بڑی ہو گئی
کہ لڑکیاں لڑکے سب سکول جانے لگے۔ تو سرسنگسبی اس گھر سے اس مکان میں اٹھ
آئی۔ جو اولڈ برنگٹن شریٹ میں واقع تھا۔ اور جس میں ہم اس وقت اسے موجود
دیکھتے ہیں۔ انوار مشہور تھی کہ اسے بیک ایک خلاف امید اس دولت کا کچھ حاصل گیا ہے۔ جو
کلکتہ کا بینک کے ٹرنسے اس کے ہاتھ سے جاتی رہی تھی۔ اور جس کے ضائع ہونے سے
اس کا شوہر دل شکستہ ہو کر مرا تھا۔ لوگ کہتے تھے۔ اس عظیم دولت کا کچھ حصہ وہ بارہ ل
جانے کی وجہ سے ہی وہ اس قابل ہو گئی ہے۔ کہ ایک ایسا عمدہ مکان کرایہ پر لے کر اس
میں رہے۔ بہر حال وہ اپنی رقوم اخراجات بڑی باقاعدگی سے ادا کرتی تھی۔ اور اس کے
علاوہ بہت سے خیراتی کاموں میں بھی نمایاں حصہ لیتی تھی۔ اس کے متعلق کبھی کسی کو بیگانگی
کا سہچہ نہیں ملا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے مذہبی خزانوں کو بڑی قاعدگی کے ساتھ بھارتی تھی۔ اس کے
علاوہ وہ اس قسم کی علیحدگی کی زندگی بسر کیا کرتی۔ محتاجوں کے امداد کرنے لے اس
طرح ہر وقت تیار رہتی۔ بنی نوع انسان کی بہتری کے سب کاموں میں ایسی نسیا منی
سے حصہ لیتی۔ اور مشنری اور بائبل سوسائٹیوں کی ایسی پرشوق مربی تھی۔ کہ ہمارے
عصر کے سب لوگ اسے ان تمام خوبیوں کا مجموعہ سمجھتے تھے۔ جو کئی نیک دل عیسائی

کے اندر موجود ہوئی چاہئیں۔

خود اس کے اور خاندان کو دشمنی کے درمیان اب تک گہری محبت قائم علی آئی تھی۔ جب کبھی سرہنری کے لڑکے لڑکیاں چھٹیوں کے دن بسر کرنے گھر واپس آتے تو وہ ضرور ایک ہفتہ سرسنگسی کے ہاں رہا کرتے۔ اور وہ اسے ہاں کے برابر ہی قابلِ محبت سمجھتے تھے۔ سرہنری بھی جب کبھی دوستوں سے اس کا ذکر کرتا۔ تو قسم دینی لفظوں میں کہا کرتا تھا کہ سرسنگسی نے میرے بچوں کے ساتھ ہمیشہ مادرانہ شفقت کا سلوک کیا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ سرہنری کے دوست اور رشتہ دار ان قدر بغی کھسات کو اوروں کے کاچوں تک پہنچاتے۔ اور رفتہ رفتہ سرسنگسی کی شہرت یہاں تک بڑھی کہ لندن کے حصہ ویسٹ اینڈ میں وہ ہر جگہ نہایت نیک اور اعلیٰ صفات کی عورت کہلانے لگی۔

غرض ان حالات کی بدولت جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں۔ بیالیس سال کی عمر میں سرسنگسی اس آزمائش سے ہر طرح محفوظ رہی۔ جس میں سے بہت سی خوبصورت جوانوں کو گزرنا پڑتا ہے۔ یعنی لوگوں کی بگڑی کاشاد بننا۔ کبھی کسی شخص نے اس کے خلاف ایک لفظ تک زبان سے نہیں نکالا۔ اور نہ شاید یا گناہ کیا اس کی کسی برائی کا ذکر کیا گیا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ بگڑی اس کے مکان سے اتنی ہی دور رہتی ہے جتنا کسی مقدس جگہ عبادت سے شیطان۔

اس جگہ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ سرہنری کو دشمنی کی عمر اب ۶۳ سال کے قریب تھی۔ اور اس واقعہ کو جس کی بدولت سرسنگسی اس کے کنبہ میں شامل ہوئی۔ تیسرے سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ باوجود اس کبر سن کے سرہنری ایک وجیہ آدمی تھا۔ اس کی کاغذی اتنی مضبوط تھی۔ کہ عمر کا بڑا حصہ بسر کرنے کے باوجود وہ ہر طرح تندرست اور مضبوط نظر آتا تھا۔ اس میں شک نہیں۔ اسے دانت اور بال صناعی استعمال کر بنے پڑے تھے لیکن بہترین صنایعوں کی امداد نے ان مصنوعات کو ایسی عمدہ صورت دے دی تھی۔ کہ بہت کم لوگوں کو ان کی بناوٹ پر شبہ ہوتا تھا۔ یہ شخص بہت خوش اطوار قابلِ اور زمین بگشت گویں دل خوش کن اور ہر لحاظ سے ایک مہذب اور بااخلاق آدمی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ اسے سائے فیشن کا نہایت چمکدار ستارہ۔ دربارِ مشاہیر کا منظورِ نظر۔ افسر اور اونچے طبقہ کے لوگوں میں ایک ہر دلعزیزِ زمان سمجھتے تھے۔

گزشتہ چند ایام میں جس دن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے اگلے روز سپر کے
نئے کا وقت تھا۔ اور سترار تھا سنگی اپنی شانہ نشست کے میں اُن چندوں کی
فہرست کا معائنہ کر رہی تھی۔ جو وہ مختلف مذہبی اور بنی نوع انسان کی بہتری چاہنے والی
سوسائٹیوں کو دیا کرتی تھی۔

ایڈیلاٹس اور روزامنڈ دونوں اس کے پہلوؤں میں بیٹھی تھیں۔ اور اسے اس
عام میں بڑے پر محبت طریق پر مدد دے رہی تھیں۔ روزامنڈ کے ہاتھ میں ایک
یادداشت کی کتاب تھی۔ جس میں سے وہ مختلف سوسائٹیوں کے نام پڑھتی جاتی
تھی۔ ستر سنگی نے اپنے سامنے نقدی کا کبس کھل کر رکھا ہوا تھا۔ اور ایڈیلاٹس اس
کے کھنے پر ایک اور کاپی میں مختلف اندراج کرتی جاتی تھی۔

اس وقت یہ دونوں حسین لڑکیاں اس خوبصورت عورت کی نشیاں معلوم ہوتی
تھیں۔ جو اُن کے درمیان بیٹھی تھی۔ اور تینوں کے چہروں پر کچھ ایسی شیرینی اتنی حسیا
اور رونق نظر آتی تھی کہ کوئی مصور ان تینوں کی تصویر تیار کر اس پر یہ عنوان قلم
لے دیتا کہ ”خسیرات فیاضی اور رحم کو ہدایت کر رہی ہے“ تو تعینت وہ تصویر بننا
قبول ہوتی۔

ایڈیلاٹس اپنی یادداشت کی کتاب میں ایک اندراج کر چکی تھی۔ کہ ستر سنگی نے
”پیارے روزامنڈ اب اس سے آگے کو فنی رقم دے رہی ہے“

نوجوان دو شیرہ نے اپنی کاپی سے عبارت پڑھ کر کہا ”قیمت بچوں کے بلا فیس
سکول کی ایسوسی ایشن جسے آپ نے پچھلے سال دس پونڈ چننے دیا تھا۔“

ستر سنگی بڑی ملائمت کے لہجہ میں اپنی روپوشی آواز سے کہنے لگی ”اس مرتبہ
بے دن کے موہ پر میرا ارادہ اسے پندرہ پونڈ دینے کا ہے۔ کوئی خرم اتنا خوشگوار
اور مقدس نہیں ہو سکتا۔ جتنا ان غریب بچوں کی مذہبی تعلیم میں مدد دینے کا ہے جو اپنے
مذہبی محافظوں کی حفاظت سے محروم ہو گئے ہوں۔ اس کے علاوہ کمیٹی کو جب کبھی میں

نے کوئی مفید مشورہ پیش کیا۔ وہ ہمیشہ اس پر بڑے شوق سے عمل کرنے کو آمادہ
رہی۔ ان حالات میں یہ مناسب ہے۔ کہ میں اس کے چننے کی مقدار بڑھادوں۔
کچھ عرصہ پہلے تک کمیٹی کے سکول میں یہ طریقہ تھا کہ انجیل کے ایک سبق کے ساتھ صرف

جین پاڈے سکھائے جاتے تھے۔ میرے نزدیک یہ طریقہ مناسب تھا۔
اس لئے میں نے اصلاحی مشورہ پیش کیا۔ اور اب یہ اختتام ہو گیا ہے۔ کراچی کے تین
سبقتوں کے ساتھ صرف ایک پہاڑ سکھایا جاتا ہے۔ تم نے پندرہ پوڈ چندہ لکھ لیا؟ اس
نے ایڈیٹورس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

اس نے اثبات میں جواب دیا۔ سنرسلنگبی نے یہ رقم کھائی کاغذ کے ایک خوشم
تختہ میں لپیٹ لی اور اس کاغذ پر پرنسپل سے رقم لغوف لکھ کر اسے ان پڑیوں میں رکھ
دیا۔ جو اس کے سامنے بندھی ہوئی تھیں۔

اس کے بعد روزنامہ نے اگلا تذکرہ پڑھا: ”غریب مصنفوں کا امدادی فنڈ جسے
چھ سال آپ نے پانچ پوڈ چندہ دیا تھا“

سنرسلنگبی کہنے لگی ”خیر اب کے میں صرف دو پوڈ دوں گی۔ سچ پوچھو تو مصنف
اور اخبار نویس سیاسی اور اخلاقی طریق پر جلد جلد ملک کو برباد کر رہے ہیں۔ وہ عوام کی حالت
میں اور امرا کے خلاف مضامین لکھتے ہیں۔ اور تم جانتی ہو۔ یہ مناسبت
معیوب طریقہ ہے۔ میں چونکہ عیسائیت کی ملازمت اور ورکرز کی سپرٹ چلایا پسند
کرتی ہوں۔ اس لئے کسی کی نسبت سخت الفاظ کہنا برا سمجھتی ہوں۔ لیکن میرا خیال
ہے کہ جس قسم کے حلقے یہ لوگ پہاڑے لکھی آئین۔ مقدس کلیسا۔ امرا کے حقوق
اور دولت مندوں کے فسادات پر کرتے ہیں۔۔۔ حالانکہ ریاستی فوڈیشن ہمارے اسلاف
کی دہائی کے مطابق ہر لحاظ سے مکمل ہیں۔۔۔ انہیں کوئی کہ کسی نہایت بد اثر شخص
کے دل میں بھی اضطراب پیدا ہونا قدرتی ہے۔ تم میرا مطلب سمجھتی ہو؟“

ایڈیٹورس نے جواب دیا ”ہاں میڈم میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں“ اور امر واقعہ یہ ہے
کہ وہ غریب سنرسلنگبی کے الفاظ کے زیر اثر تمام آزاد خیال مصنفوں اور اخبار
نویسوں کو محسوس شیطان سمجھنے لگی تھی۔ اور خیال کرتی تھی۔ کہ وہ اتنے برسے میں کس کوئی
کو ضرور ان کے اثر سے محفوظ رکھنا چاہیے۔

سلسلہ کام جاری رکھ کر سنرسلنگبی نے کہا ”اس کے علاوہ غریب مصنفوں
کے امدادی فنڈ کی طرف سے نہ کوئی کارروائی کی۔ پورٹ چھپتی ہے۔ اور نہ چندہ دینے
والوں کی فہرست شائع کی جاتی ہے۔ سارے حالات کو پیش نظر رکھ کر میں خیال

کرتی ہوں کہ ایک عیسائی اور محب وطن انگریز عورت کی حیثیت میں جو اپنے غرض و خواہش ملک کے بہترین انیشیویشنوں کو ہر لحاظ سے مکمل سمجھتی ہو۔ میں چاہتی ہوں۔ اس سوسائٹی کو کچھ بھی چندہ نہ دوں۔ جو درحقیقت لحدوں اور جہور سپنہ دل کو تیار کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اس لئے پیاری روزامند تم اس اندراج کو قلم زن ہی کرو۔ پس اب میرا اطمینان ہو گیا۔ بتاؤ اگلی رقم کیا ہے؟

لڑکی نے کتنا مصیبت زدہ دوکاندار عورتوں کی مددگار سوسائٹی۔۔۔ سنہ سلنگبی کے چہرہ کا اطمینان بخش انداز پھر ایک بار سختی میں بدل گیا۔ اور وہ کہنے لگی۔ یہ بھی ایک ایسی سوسائٹی ہے جس کی امداد سے دست کشی ضروری معلوم ہوتی ہے تم ابھی کم عمر اور نا تجربہ کار ہو۔ اس لئے میرے ارادہ کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ یہ عورتیں جن کی امداد کے لئے یہ سنہ قائم کیا گیا ہے۔ بہت شریر النفس ہیں۔ ان حالات میں تم سمجھ سکتی ہو۔ کہ میرا فیصلہ کہاں تک مبنی بر اضعاف ہے۔ یہ عورتیں اپنی نفسی کو اور بھی زیادہ اپنے گناہوں کا ذریعہ بناتی ہیں۔ ذرا غور کرو یہ کس قدر ناقابل معافی اور گناہ آمیز طریق عمل ہے۔ اس لئے پیاری روزامند اس نام کو بھی قلم زن کرو۔ بتاؤ اس سے آگے کیا لکھا ہے؟

وہ بولی بد جزیرہ جنوب میں انجیل کی اشاعت کرنے والی سوسائٹی۔ میڈم اسے آپ نے پچھلے سال تیس پونڈ چندہ دیا تھا؟

”بیشک یہ ایک بڑا اچھا انٹی ٹوشن ہے“ سنہ سلنگبی نے عابدانہ انداز سے اور پر کی طرف نظر اٹھا کر کہا۔ ”چنانچہ کچ شام کو میرا ارادہ نہیں ساتھ لے کر اس سوسائٹی کے دفتر میں جانے کا ہے۔ جہاں پر مشرح شواشیں پختگیں اس مشن کی کیفیت بیان کریں گے جس سے وہ حال میں واپس آئے ہیں۔ بیشک اس سوسائٹی کے متعلق میں اپنے چندہ کی رقم میں یا کچ پونڈ کا اضافہ ضروری سمجھتی ہوں؟“

چنانچہ ایڈیٹس نے کتاب میں ۵۳ پونڈ کی رقم درج کر لی۔ اور سنہ سلنگبی نے یہ رقم بدستور لگائی کاغذ میں پیسٹ کر باقی پڑیوں میں شامل کر لی۔

اس کے بعد روزامند نے اپنی یادداشت کی کاپی سے اگلی رقم پر مبنی۔ نوٹ لکھنے لگی۔ ”نئے وحشیوں کو لباس مہیا کرنے والی ایسوسی ایشن جیسے آپ پچھلے سال“

سٹرلنگس کی قطع کھام کر کے کہنے لگی "میرزا کی لاس ایسی ہی ایشن کا ذکر جانے دو۔ میں آئندہ اس سوسائٹی کی امداد میں کسی طرح کا حصہ لینا نہیں چاہتی۔ اس کے نام میں ہی ایسا لفظ موجود ہے جسے کوئی مذہب شخص سنا تو ارا نہیں کر سکتا۔ مجھے خود اس بات سے حیرت ہے کہ میں کیونکر کبھی اس سوسائٹی کو مالی اور اخلاقی مدد دینے پر آمادہ ہوئی۔ اس کے علاوہ میری رائے میں اس انجی ٹیوشن کا مقصد بھی چند ان مقصد نہیں۔ کیونکہ میں نے ہندوستان میں دیکھا تھا اور نے طبقہ کے لوگ دیہات میں نیم پرستہ حالت میں پھر کر رہتے تھے۔ انسان رفتہ رفتہ ان باتوں کا اس قدر عادی ہو جاتا ہے۔ کہ پھر اسے یہ نظارے دیکھ کر تکلیف نہیں ہوتی۔ بہر حال اس ایسی ہی ایشن کا نام سراسر معیوب ہے۔ اور اس کے علاوہ اگر وحشی لوگ ننگے پھر میں تو اس میں کسی کا کیا بچ ہے۔ اس لئے پیاری روزانہ تم اس رقم کو بھی سہانی سے ٹھکڑن کر دو۔ وہ کہنے لگی "میڈم میں نے اسے کاٹ دیا ہے۔ اس سے اٹھانہ بچ۔۔۔"

فقہہ اس کی زبان پر ہی تھا کہ کسی نے عدد دروازہ پر اس زور سے دھک دی کہ سارا مکان گونج اٹھا۔ چند منٹ کے عرصہ میں خادمہ نے اطلاع دی۔ سرسہری کو رنجی تشریف لائے ہیں۔

گر بہ مسکین

باب ۳۳

جب بیرونٹ صاحب کمرہ میں تشریف لائے۔ تو ان کے چہرہ پر اطمینان کچھ سکڑا ہٹ نہوا رہی تھی۔ انہوں نے تینوں عورتوں کو ایک خاص انداز سے سلام کیا۔ بیرونٹ کو دیکھ کر لڑکیاں اس اور روزانہ اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ مگر وہ کہنے لگا "خواتین بیٹھ جائیے۔ سٹرلنگس کی تمہاری صحت کے متعلق کچھ پوچھنا غیر ضروری ہو گا۔ کیا کہو تو صبح تم بہت خوش و خرم اور دل فریب نظر آتی ہو؟"

اس لیڈی نے لاسٹ آئینہ لکھ میں جواب دیا "سرسہری آپ جانتے ہیں۔ میں خوشاد سے کچھ خوش نہیں ہوتی؟"

بیرون کئے گا۔ میڈم میں اپنے الفاظ کے لئے ہزار بار معافی چاہتا ہوں۔ مگر تم جانتی ہو۔ ہمدی برسوں کی طاقت ہے۔ ہماری دوستی کا رشتہ حال میں قائم نہیں ہوا۔ ان حالات میں یقیناً مجھے اس بات کا حق حاصل ہے کہ اس بھائی کی طرح جو اپنی بہن کو آزادی کے ساتھ مخاطب کر سکتا ہے۔ ہمارے ساتھ بے تکلفی سے کام لے سکوں۔ گو اس سے اس عورت اور احترام میں جو ہمارے متعلق سیدہ دل میں ہے ہرگز فہم نہ رہتی ہو سکتا۔ . . . خواتین نے ایڈیٹاؤں اور روزنامہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”یہ نیک نامہ عورت . . . یہ فرشتہ خصلت خاتون میرے بچوں کے ساتھ ہمیشہ اور اہل سلوک کرتی رہی ہے۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔“

سرسنگی شکرین پر اپنے سکون کو بدستور قائم رکھ کر کہنے لگی۔ ”سرسنگی آپ اس واقعہ کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ میں نے کیا۔ وہ میرا فرض منصبی تھا۔“

یہ نیک ایڈیٹاؤں اور روزنامہ نے ایک دوسرے کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا۔ جن سے پایا جاتا تھا کہ وہ کہہ رہی ہیں۔ کتنی قابل عورت ہے۔ ہم ابھی سے اس کے ساتھ اتنی محبت کرنے لگی ہیں۔ گو زیادہ ہماری اپنی ماں ہو۔

اتنے میں سرسنگی جو روزنامہ کو خصوصیت کے ساتھ تقریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اور باوجود بڑی کوشش کے اپنے جذبات کو چھپائے نہ چھپا سکا کہنے لگا۔ ”معاف کیجئے۔ میں ایک ایسے کام میں لالچ ہوا۔ جو معمولی سرسری گفتگو سے بہت زیادہ اہمیت رکھنے والا تھا۔ کچھ شک نہیں کہ آپ کسی نہایت مفید اور نیک کام میں مصروف تھیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ سرسنگی ایک ایسی نیک نامہ خاتون ہے جس کی صحبت میں ایک منٹ بھی بیوقوف انسان کو فائدہ پہنچائے بغیر نہیں گذرتا۔“ سرسنگی بڑی سنجیدگی کے لہجہ میں کہنے لگی۔ ”سرسنگی اس عالم قافی کے حیات زندہ کے صلیب پر جان دینے کے مقدس دن کی سالگرہ قریب آ رہی ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے۔ میں ہر سال اس موقع پر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ امداد ان مذہبی کاموں کی بہتری چاہنے والے انسانی فرائضوں کو یاد کرتی ہوں۔ جو ایسی امداد کے

خدا سہنگام ہوں“

بیرونٹ بولا ”میدم میں ابھی طبع جانتا ہوں۔ آپ ان عابدانہ کاموں میں کس قدر سرگرمی سے حصہ لیتی ہیں۔ اور حقیقت میں سیکھنے کے لئے کانشا“ اُس نے کیا ایک دن جو ان لڑکیوں کی طرف نظر ڈال کر کہا ”یہ ہے کہ میں ایک خیرات کے معاملہ میں تھیں اپنا ذریعہ بنا نا چاہتا ہوں۔ اس معاملہ کی تفصیلات اس قدر طویل اور پیچیدہ ہیں کہ۔۔۔“

سنسن سلنگسبی قطع کلام کر کے کہنے لگی ”سر نہری میں آپ کا مطلب سمجھتی ہوں۔ اور میں اس امر کا اعتراف کرتی ہوں کہ آپ کے دل میں ان لوگوں کی بہتری کا نفاذ خود دوست احساس ہے۔ جو دنیا کے تاریک پہلو پر نظر ڈالنے کے عادی نہیں۔ میں اس امر کو ہر طرح آپ کے شان فیاختی کے شایاں سمجھتی ہوں۔ ایڈیلاکس اور پیاری روزمنہ تم میرا بیانی سے ہتھوڑی دیر کے لئے دوسرے کمرہ میں چلی جاؤ۔“

یہ درخواست اس نے اس قدر نرمی اور ملائمت کے ساتھ کی۔ اور اس کے ساتھ ہی چہرہ پر حلم کے ایسے آثار نمودار کئے۔ کہ دونوں لڑکیاں جن سے مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے گئے تھے۔ مجبور ہوئیں کہ سنسن سلنگسبی سے بغلیکے ہو کر دوسرے کمرہ میں چلی جائیں۔

جب ان کے جانے پر کمرہ کا دروازہ بند ہوا۔ تو سر نہری نے اپنی کرسی سنسن سلنگسبی کی کرسی کے قریب سرکائی۔ اور اپنا بازو اُس کی کمر کے گرد ڈال کر شہوانی جذبات سے بھر ایک بوسہ اس کے لبوں پر دیا۔ پھر اُس کے کان میں کہنے لگا ”مارقا آج تو تم غلامی طور پر حسین نظر آتی ہو“

”سنسن سلنگسبی کی آنکھوں میں اس وقت اشتیاق آمیز جذبات کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ وہ بولی ”ج کہتے ہو؟ میں تو سمجھتی ہوں۔ کچھ عرصہ سے تم میری نسبت بہت زیادہ سرد مہری برتنے لگے ہو“

بیرونٹ نے اس مکار اور بظاہر عابد و پاکیزہ خاتون کے لباس کو ٹٹولتے ہوئے کہا ”میری جان اس شبہ کو پاس بھی نہ آنے دو۔ اگر ہم دونوں میں سے کسی کو وجہ شکایت ہو سکتی ہے تو وہ میں ہوں کیونکہ۔۔۔“

”نہری اذرا سے خدا بخیر ملامت نہ کرو“ سنسن سلنگسبی نے کہا اور اُس نے ایک لمحہ کے لئے بھی گستاخ بیرونٹ کے فاعلم واقعہ کو روکنے کی کوشش نہ کی پھر کہنے لگی

”آخری مرتبہ حل کر جانے میں مجھے جو دشواری پیدا ہوئی۔ اس سے میں اس قدر خوف زدہ ہوئی ہوں۔۔۔“

”مارتھا کیسی فضول باتیں کرتی ہو“ بیرونٹ نے قطع کلام کر کے کہا ”تم اس تشویش میں تاحق پڑتی ہو۔ اگر خدا نخواستہ معاملات نے اس اثنا تک صورت اختیار کی۔ تو اس وقت کو آسانی سے طے کیا جاسکتا ہے۔ تم دنیا سے کہہ سکتی ہو میں ایک خیراتی مشن پر چند ہفتوں کے لئے دیہات میں جا رہی ہوں۔ بااِذاکے مستعد ہند ہے!“

گنگا کرشن نے کہنے لگی ”یہ صحیح ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی جب میں سوچتی ہوں کبھی سیاد ہو۔ میرا راز افاش ہو جائے۔ تو میں کانپ اٹھتی ہوں۔ ذرا غور کرو۔ آج تک ہم نے اس میں کسی مکمل رازداری سے کام لیا ہے۔۔۔“

”اور دنیا کو ہم دونوں کے متعلق کیسی عظیم غلط فہمی ہوئی ہے“ بیرونٹ نے ہنس کر غصہ کو مکمل کرتے ہوئے کہا ”درحقیقت لوگوں کو اندھا بنا نے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ انسان بظاہر عادیانہ صورت اختیار کر لے۔ اور نہ ہی معاملات میں غمایاں حصہ لے۔ اگر تمہارے متعلق کبھی کسی نے ذرا بدگوئی کی تو تم جانتی ہو۔ وہ بے شمار ہوساٹکیاں جن کی تم مری ہو۔ نوزائیدہ بچہ کو آمادہ ہو جائیں گی۔۔۔ مگر ہاں یہ تو کہو۔ بیچ شام کے لئے تمہاری مصروفیتیں کیا ہیں۔ کیا تم چند گھنٹے اطمینان کی گفتگو کے لئے مخصوص نہیں کر سکتی ہو؟“

اس نے جواب دیا ”اے کاش میں ایسا کر سکتی۔ مگر کیا کروں۔ وہ باہمی شہینکس بیچ شام کو عیادت گزار لوگوں کے رویہ کسی نوع معاملہ پر تقریر پر آمادہ ہوا ہے اس وقت پر میں اگر موجود نہ ہوتی۔ تو اسے عجیب اور غیر معمولی امر سمجھا جائے گا“

بیرونٹ کہنے لگا ”یہ درست ہے۔ مگر ہم دونوں کو خلوت میں بیٹھے ایک مدت ہو چکی ہے“

سنر سنگھس بولی ”پھر تم ہی بتاؤ میں کیا کر سکتی ہوں۔ آٹھ دن میرے لئے یہ ہندو پیش کرنا غیر ممکن ہے۔ کہیں ایک غریب بیمار عورت کے سرانے چھی رہی۔۔۔“

ن گھر ہنری میں تم سے آج ایک سوال کرنا چاہتی ہوں“

بیرونٹ نے دہلی زبان میں کہا ”وہ کیا ہوا اگر سیکس میں کی بات ہے تو لے کر
پورا کروں گا۔“

اس وقت اس عرصہ رسیدہ شخص کے شہوانی جذبات بھی بدرداشت ہو کر رہ گئے۔

خاتون نے اپنے بازو اس کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور اپنے ہونٹ اس کے
ہونٹوں سے ٹکا کر کہنے لگی ”تجے تو مجھے تم سے ایک ہزار پونڈ کا چمک لینا ہے۔“
بیرونٹ نے کہا ”ارحباب تم بڑی شاہ خجے ہوتی جا رہی ہو۔ غیر متا را سوال
مجھے بہ حال پورا کرنا پڑے گا۔“

”ہاں سیکس پائے“ خاتون نے دیے لفظوں میں کہا ”تم ایسے ہی فیاض
ہو۔“ اور اس کے بعد وہ بیرونٹ کے اصرار پر اس کے ہمراہ دوسرے کمرہ کی
طرف چلی گئی۔

اس کے پاؤں گھنٹہ بعد مسٹر سلنگبی نے گھنٹی بجائی جس کی آواز سن کر ایک حلیم پر مہینا
خادم نمودار ہوا۔

اس وقت مسٹر سلنگبی ایک کرسی پر بڑے پرسکون انداز سے بیٹھی تھی۔ اور بیرونٹ
اس سے موزوں فاصلہ پر تھا۔

خاتون مذکورہ خادم سے مخاطب ہو کر کہنے لگی ”جیڑ تم لےج کھانے کا سامان لاؤ مہتر
امید ہے آپ شامین کا ایک گلاس ضرور نوش کریں گے۔ مجھے معلوم ہے آپ کو اس
کا شوق ہے مگر جیڑ میرے لئے صرف پانی کا گلاس لانا۔“
”بہت اچھا میڈم“ اتنا کہہ کر نوکر کمرہ سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر میں وہ واپس آیا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا قاب تھا۔ اسے
مین پر رکھ کر وہ لوٹ گیا۔

کھانے کی چیزوں کو مل کر بڑی رغبت سے کھانے کے بعد دوزں نے ایک ہی گلاس
سے شامین پینا شروع کیا۔ کیونکہ نوکر حسب حکم صرف ایک ہی گلاس لایا تھا۔

اس کام سے ناخج ہو کر مسٹر سلنگبی نے ایک گلاس پانی کا بھی پیا۔ تاکہ نہ سے
شراب کی بو نکل جائے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ انگوہی شراب کے مقابلہ میں

پانی کا گلاس اسے بہت بخمبوس ہوا۔ پھر پروٹ نے اپنے ساہوکار کے نام اس کے حق میں ایک ہزار پونڈ کا چیک لکھا۔ ہفتہ آئندہ کی ایک خاص شام کے متعلق کچھ قرار دیا ہوئی۔ اور ایک پر لطف ملاقات کے بعد سر ہنری اس سے رخصت ہوا۔

اسے گئے عورتوں ہی عرصہ گزارا تھا کہ سرسلنگی کی ٹری خادمہ کرہ میں داخل ہوئی اور کہنے لگی ”میڈم میں آپ کے کچھ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہتی ہوں“

سرسلنگی نے دروازہ بند کرنے کا حکم دے کر پوچھا: ”کون میگڈالن کیسا گاؤں؟“ وہ کہنے لگی ”زیڈم صاف کیجئے۔ مجھے آپ کے دربار اس قسم کا ناگوار ذکر چھیننا پڑا۔“

لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ بارہوی خانہ کی خادمہ مجھے کئی دن سے حاملہ نظر آتی ہے۔ پارسا خاتون اس ذکر کو مسکرت بظاہر بہت خوفزدہ ہو گئی۔ اور کہنے لگی ”میگڈالن دیکھو کسی کے متعلق ایسا برا کلمہ زبان سے نہ نکالو“

لیکن خادمہ اصرار کے بموجب بولی ”میڈم مجھے اس کا کامل یقین ہے۔ شبہ تو کئی ہفتوں سے ہو چکا تھا کہ آج اس کا یقین ہو گیا ہے“

سرسلنگی بڑی تنجیدگی کے بموجب کہنے لگی ”میگڈالن میری رائے میں یہ ایک بڑا ہی افسوسناک معاملہ ہے۔ جو اس مکان میں ظہور پذیر ہوا۔ جس کے متعلق جب سے میں اس میں سکونت رکھتی ہوں کسی کو بدگوئی کا موقعہ نہیں ملا۔ کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ تمہارا قیاس درست ہے؟“

خادمہ نے کہا ”میڈم میں حضرت مسیح کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ بالکل درست ہے۔“ سرسلنگی ہلکی لالمت کے بموجب کہنے لگی ”میگڈالن دیکھو یوں تمہیں نہ کھاؤ۔ ان کے بغیر بھی کچھ تم اس مصیبت زدہ اور زلت نصیب لڑکی کی نسبت کہتی ہو۔ میں قابل یقین سمجھتی ہوں۔ میگڈالن تم اسے اس مکان سے فوراً... اسی وقت کہیں بھیجو۔ جو کچھ رقم اس کی واجب الادا ہو۔ وہ اسے ادا کر دو۔ اور اسے کہہ دو کہ تمہارا سامان تمہارے والدین کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک اطلاعی چٹھی ان کے نام لکھ دی جائے گی۔ جس سے انہیں معلوم ہو کہ میں نے کس لئے اسے یہ ایک موقع کر دیا“

”لیکن میڈم اس کے والدین زندہ نہیں ہیں۔ وہ ایک تیرے لڑکی ہے۔“

”بہر حال اس کے دوست تو ہوں گے؟“

”نہیں میڈم میں اسے ایک ورک ہوس سے ملائی تھی۔ اور اس موقع پر ایک لیدی نے جو خود آپ کی سہیلی ہیں، اور اتوار کے دن ایسے مقامات میں مقدس کت میں تقسیم کرنے جایا کرتی ہیں، اس کی سفارش کی تھی یہ“

”میگڈالین فرض اگرچہ ناگوار ہے۔ مگر اُسے پورا ضرور کرنا چاہیے۔ اور وہ فرض یہ ہے کہ اس گنہگار لڑکی کو فوراً گھر سے نکال دیا جائے۔ تم اس کی تنخواہ ادا کر دو“

”میڈم اُس کی کوئی رقم واجب الادا نہیں۔ کیونکہ میں نے اسے صاف سترے کپڑے خریدنے کے لئے اس کی تنخواہ پیشگی ہی دے دی تھی۔۔۔“

”سنٹر سٹنگسبی قطع کلام کر کے کہنے لگی یہ اس صورت میں اُسے بنیر کچھ دیئے بھیج دو۔ کیونکہ اس کی کوئی رقم ہمارے ذریعہ نہیں نکلتی۔ ایسی حالت میں اُسے ایک فننگ دینا بھی اس دورِ گناہ کو مدد دینے کے برابر ہوگا۔ جو اس نے یکایک اختیار کر لیا“

”میگڈالین نے جواب دیا“ میڈم آپ کے احکام کی تعمیل کی جائے گی“ اتنا کہ کر وہ ان احکام کو عمل میں لانے کے لئے وہاں سے چلی گئی۔ درحقیقت اسے باوجود چنانچہ کی اس غریب خادمہ سے دیرینہ عداوت تھی۔ کیونکہ قسمتی سے اس لڑکی کی اس محتاط خانہ کے اپنے چاہنے والوں میں سے ایک کے ساتھ محبت ہو گئی تھی۔

اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد سٹر کلیرنس و نیز اولڈ برنگٹن سٹریٹ کے اس مکان میں داخل ہوا۔

اس نے دیکھا تو اس کی پچھ پچھی کمرہ میں تنہا بیٹھی تھی۔ آداب بجالانے کے بعد اس نے اپنی مدعو تو ایڈیلیٹس اور اس کی بہن کی خیر و عافیت پوچھی۔

”سنٹر سٹنگسبی نے جواب دیا“ کلیرنس وہ ہر طرح سے خوش و خرم اور محفوظ ہیں۔ لیکن انہیں بلانے سے پیشتر ضروری ہے کہ میں تم سے اس بارہ میں کچھ گفتگو کروں کہ ہمارے لئے آئندہ کو مناظرِ عمل مناسب ہے۔ اس لئے کلیرنس تم ذرا بیٹھ جاؤ۔ اور توجہ کے ساتھ میری گفتگو سنو“

نوجوان نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور جس قدر توجہ دینا ممکن تھا۔ اس سے کلام لیکر گفتگو سننے کو آمادہ ہوا۔ کیونکہ اگر وہ اپنی چھوٹی کی بہت عورت اور محبت کرتا۔ اور حقیقت میں اسے بہترین اخلاق اور نیکی کا غور نہ سمجھتا تھا۔ تاہم ایک عاشقِ صداقت کی

حیثیت میں ایڈیٹس کے پاس حیدر پختہ کے لئے اس کے اندر بے قراری پیدا ہونا
قدرتی تھا۔

مشرقی سلسلہ کام جاری رکھ کر کئے گئے دیکھیں میں تمہیں زیادہ عرضہ دوں گی
اور حقیقت میں میں تمہاری بھلائی کی گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ سب سے پہلے میں تمہیں
یہ بتاتی ہوں کہ اس روز اس قدر رات گزرے۔ اُن جو ان لڑکیوں کو اپنے مکان میں
داخل کرنے کی خاطر دوسرے لئے اول تو یہ تھی کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ اور دوسرے
یہ کہ مجھے امید ہے تمہارا طرز عمل دیانت داری پر مبنی ہوگا۔۔۔

کلیرنس بلا اور بھوپھی جان کیا یہ امر کہ میں ان بے یار و مددگار لڑکیوں کو آپ کی پناہ
میں لایا۔ اس بات کی کافی دلیل نہیں۔ کہ میں ان کی تحریک نامی کی حفاظت کا پورے طور
سے خواہشمند ہوں۔“

مشرقی سلسلہ کہنے لگی ”بے شک اور میں نے بھی تمہارے دیانت دارانہ رویہ کی
اداو کے لئے ہی انہیں بلاتال مکان میں داخل کر لیا تھا۔ میں معلوم ہے اگر میں
دسائی کافی اطمینان بخش ہوتے، تو میں آج سے بہت مدت پہلے تمہیں اس قدر مالی مدد
میا کر دیتی۔ کہ تم ادیب پر جان دینے والے مشہور تار کے روبرو اس کی بیچی کے لئے
مشرقی سلسلہ کرش کے ساتھ کامیاب مقابلہ کر سکتے۔ لیکن اگرچہ میری آمدنی میری
ضرورتوں اور چند ایک خیراتی اخراجات کے لئے کافی ہے۔ تاہم۔۔۔“

دیکھ کر قلعہ کام کر کے کہنے لگا ”میری عذریہ بھی آپ بلاوجہ یہ کیفیت جو سرسبز
غیر ضروری ہے بیان کر رہی ہیں۔“

وہ کہنے لگی ”کلیرنس یہ گفتگو اس لئے ضروری تھی کہ میں کسی بھی حالت میں مس نادز
کے ساتھ تمہارے تعلقات کی نسبت درپردہ کارروائی پر آمادہ نہ ہوں۔ اگر مجھے اس
بات کا یقین ہوتا۔ کہ کسی طرح اس کام کو اس کے والد کی مرضی کے پورا کیا جاسکتا ہے۔
لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بحالت موجودہ تمہارے حق میں محبت ہی عاویس
میں جنہیں پیش نظر رکھ کر مسیہ لئے یہ امر چنداں موجب افسوس نہیں۔ کہ میں نے اُس
عویدہ لڑکی اور اس کی بہن کو اپنے ہاں پناہ دی۔ اور ایسا کرتے ہوئے انہیں لندن کے
خطرات اور اُن کے والد کے عقاب سے محفوظ رکھا۔“

نوجوان گرجوٹی نے کہنے لگا: ”آپ نے میری ماں کا جو سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے وہ بھی میری طرح ہمیشہ آپ کی فکر گزار رہیں گی۔“

مستر سنگھی پھر کہنے لگی: ”ان چند یوم کے عرصے میں جو انہوں نے میرے ہاں بسر کئے ہیں۔ انہوں نے اپنی با محبت طبیعت، اس پسند عادات، دوسروں کو خوش کرنے پر آمادگی اور باقی سیکڑوں صفات حسنہ کی بدولت اپنے آپ کو میرا منظر نظر بنالیا ہے اس لئے تمہاری طرح خود ان کی خاطر میں چاہتی ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ان کی امداد سے پہنچ نہ کروں۔ لیکن ذرا غور کرو۔ اگر عظیم راز کو معلوم ہو جائے۔ اس کی بیشیاں ان دونوں رہتی ہیں۔ تو میری کتنی بدنامی ہو۔ اور لوگ کس قدر چہ منگیوئیاں کریں۔“

کلیرنس بولا: ”پھر بھی جان خد اجانتا ہے۔ میں ہرگز کوئی کارروائی اس قسم کی کرنا نہیں چاہتا جو کسی طرح بھی آپ کی بدنامی کا موجب ہو۔ تاہم۔۔۔“

مستر سنگھی کہنے لگی: ”یہ خیال کرو کہ میں ان کی صحبت کو ناپسند کرتی ہوں۔ یا یہ چاہتی ہوں کہ انہیں اپنے مکان سے کسی دوسری جگہ بھیج دوں۔ میری خواہش فقط یہ ہے کہ تمہاری طرف سے بھی اس قسم کی احتیاط عمل میں آئی جائے۔ کہ کوئی شخص جسے مشرما راز نے تمہارے پیچھے ان لاکھوں کے مبلغ کی خاطر لگا رکھا ہو۔ اس طرف نہ آجائے۔“

کلیرنس بولا: ”اطمینان رکھئے۔ میری طرف سے کوئی ایسی ناپسندیدہ بات پیش نہیں ہوگی جو ہماری شہرت کی کامیابی پر حرف لانے والی ہو۔ ہماری سنگتی کا اعلان ایک بار پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اب تک اتوار کو پھر سے شائع کر دیا جائے گا۔ شادی کا انتظام سنٹ جارج کے گرجا میں کیا گیا ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں۔ اس کی اطلاع مشرما راز کو ہو، پھر وہ مسکرا کر کہنے لگے: ”بہر حال اس کا تو اُسے کبھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ہماری شادی کا انتظام ہینوڈر سکور کے ایک فیشن بکس گرجا میں کیا گیا ہے۔“ دو ہفتے میری ایڈیٹس کی جائے پناہ کی دریافت کے بغیر اور گزر جائے دیکھئے۔ اس کے بعد ہمارا رشتہ نہایت محکمہ ہو جائے گا۔“

فداوت کے بعد مسٹر سنگھی نے پوچھا: ”تمہاری اپنی اس مہربان دوست کے ساتھ پھر بھی ملاقات ہوئی۔ جس نے ان لاکھوں کے فوار کی رات کو تمہیں بڑے فیاضانہ طریق پر مدد دی تھی؟“

”اکیس سال پہلے سے؟“ کلیرنس نے کہا: ”نہیں میں ایک مرتبہ وہ مجھے مشرما راز کے

ایک شراب خانہ میں ملا تھا۔ جس کا ذکر میں اس سے پہلے بھی آپ کر چکا ہوں۔
سنسنگسی کے چہرہ پر تاریکی کا بادل چھا گیا۔ اور وہ کہنے لگی ”دیکھ بیٹا جہاں تک ممکن ہو
شراب خانوں سے دور رہنا چاہیے۔ کیونکہ میں نے ان کے متعلق جو کچھ سنا ہے۔ اس کی بنا
پر کہہ سکتی ہوں کہ وہ تباہی کا سکن ہوتے ہیں“

ولیز نے جواب دیا ”پھر بھی جان معزز شراب خانوں پر یہ بات صادق نہیں آتی مدد
میں نے اظہار شکریہ کے طور پر اپنے دوست کپتان کو تحفہ دینے کے لئے پستولوں کی ایک
نہایت خوشنما جوڑی خریدی تھی۔ لیکن پھر یاد آیا کہ مجھے اس کا پتہ معلوم نہیں۔ اس لئے
میں چیرنگ کراس کے فوجی دفتر میں گیا۔ وہاں فہرست میں مجھے کپتان سپارکس کا نام کہیں
نہ ملا۔ میں نے سوچا شاید وہ بھلائی فوج میں ہو۔ اس لئے میں امارت بھری کے دفتر پہنچا
وہاں بھی اس نام کا کوئی شخص معلوم نہ ہوا۔ ان حالات میں جب میری اس سے ایک
شراب خانہ میں بچا ایک ملاقات ہو گئی۔ تو میں نے اسے خوش نصیبی سمجھا۔ وہ پستولوں کی
جھولی سے بڑا زائد کرنے لگا۔ کت تھا۔ میں نے جو کچھ کیا۔ وہ اسی قدر ہے کہ اگر حالات
پیش آتے تو آپ کو بھی میری خاطر اس سے دریغ نہ ہوتا۔ لیکن جب میں نے یہ اصرار
اسے ان کی منظوری پر مجبور کیا۔ تو اس نے زور کا تہقہ لگایا۔ اور پستول لے لئے۔ بڑا
نیک طینت آدمی ہے۔ اور میری دلی خواہش ہے۔ ہمارے تعلقات اسی طرح بخیر رہیں
وہ بڑے خربے کی باتیں ستا رہا۔ میں اس سے اتنا خوش ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔
اور مجھ پر اس کا اتنا احسان ہے کہ اسے اوارڈ نامیرے امکن سے باہر ہے“

سنسنگسی کی عادت تھی گفتگو میں کوئی اخلاقی نصیحت ضرور داخل
کر دیا کرتی تھی۔ کہنے لگی ”بیٹا اس دنیا میں شکریہ ادا کرنا بڑی حد تک معدوم ہے“
پھر وہ مسکرا کر بولی ”خیر اب اتنی دیر تمہیں صبر پر مجبور کرنے کے بعد میں تمہیں اس کا صلہ
بھی دیتی ہوں۔ میرے محسن سرنہری کو رٹھی لے مجھے روپیہ کی کچھ رقم پیشگی دی ہے۔ جس میں
سے نصف کی مجھے خیراتی کاموں کے لئے ضرورت ہے۔ لیکن باقی نصف میں اس
مطلب کے لئے تمہیں دے سکتی ہوں کہ تم اس سے اپنی دامن کے لئے کسی اچھے
مکان کا انتظام کر سکو۔ یہ لوچک موجود ہے۔ باقی روپیہ کل مجھے واپس لا دینا“

کلیرنس اس ظاہری فیاضی سے بہت متاثر ہوا۔ اور کہنے لگا ”میری عزیز بہن

کیا آپ نے میری خاطر یہ دو پیروستوں سے قرض حاصل کیا ہے؟
 وہ بڑے چسکون لہجہ میں کہنے لگی "نہیں۔ سراسر تباہی ادا کے لئے ہی نہیں بلکہ
 جیسا تم دیکھ سکتے ہو کسی حد تک اپنے لئے ہی۔ بہر حال اس ذرا سی بات کے لئے
 تم عذرات پیش نہ کرو۔ میری ولی خواہش ہے تم اسے بہترین مصرف میں لاؤ۔"
 پھر من پہ پی سے بنگا لیا ہوا۔ اس نے میں ایڈیٹاٹس اور روزنامہ کو بھی بلایا گیا۔ اور
 عاشق و معشوق ایک دوسرے کی صحبت میں خوش و غم ہو گئے۔
 اس جگہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سنر بلنگسی نے اپنے بھتیجے کے ساتھ جو سلوک کیا اس
 کے متعلق کچھ مزید کیفیت بیان کی جائے۔ تاکہ ناظرین اس خاتون کی حقیقی خصلت کو اچھی
 طرح سمجھ سکیں۔

حقیقت میں وہ بڑی چال باز اور سکار عورت تھی۔ اور یہ امر واقعہ ہے۔ کہ وہ کسی کوئی
 بات بغیر خود غرضی کے نہیں کرتی تھی۔ جو طرز عمل اس نے ظاہر و باطن کے اختلاف کے
 متعلق اختیار کر رکھا تھا۔ بہت ہی شکل تھا۔ ہر چند کہ اس کے سینہ میں انتہائی شہوانی
 جذبات کا زور تھا۔ تاہم بظاہر وہ ایک سکین۔ حیادار۔ خاموشی پسند۔ نیک عورت
 بنی رہا کرتی تھی۔ اور اپنی عیاشیوں کو زہد و اتقا کے پردہ میں چھپا پاتی تھی۔ سہ پہل کو رشتی
 کا وجود اس کے لئے ایک سے زیادہ طسہ یقوں پر ضروری تھا۔ نہ صرف ایک
 آسنا کی حیثیت میں بلکہ خزانچہ کے طور پر بھی۔ کیونکہ مالی پسپو سے اس کا سارا
 دار و مدار اس کی ادا پر تھا۔ یہ خبر کہ مجھ اپنے متوفی شوہر کی گم شدہ ادا کا کچھ حصہ اس
 مل گیا ہے۔ سراسر بناوٹ تھی۔ جو ظاہر واری کے لئے اختراع کی گئی۔ باوجود اس کے
 وہ اپنی پوزیشن کو خطرناک سمجھتی تھی۔ اور اس لئے ہر ممکن طریقہ پر اسے مضبوط بنا کر ضروری سمجھتی
 تھی۔ اپنے بھتیجے سے اسے حقیقی محبت تھی۔ اور بار بار دیکھا جاتا ہے کہ اس طبیعت کی
 عورتیں کسی رشتہ دار کے ساتھ گہری محبت رکھنے والی ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن اگر حقیقت
 اس سے اس کے ساتھ محبت نہ ہوتی۔ تو بھی وہ ظاہر واری کے لئے ضرور ایسا کرتی
 کیونکہ اس کا وجود اس کی اپنی حفاظت کے لئے بھی کچھ کم ضروری نہ تھا۔ درحقیقت
 اس نے اسے اپنے خیراتی کاموں کی شہرت کا زور دینا رکھا تھا۔ اور خود لوگوں کی
 نظروں میں زیادہ نیک اور پار ساجھے کے لئے وہ اپنے آپ کو ان نیک افعال سے

بے خبر ظاہر کرتی تھی۔ وہ اس بارہ میں خاص طور پر خیال رکھتی۔ کہ جو کچھ سیری طرف سے ذہب یا انسانیت کی بہتری کے لئے ہو اس کی خیر ضرور کلیئر منس کے کانوں تک پہنچ جائے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ وہ بعض اور ذریعوں سے اسے بہت سے ایسے نیک کاموں کی شہرت کا ذریعہ بنا لیتی تھی۔ جن کا حقیقت میں کچھ بھی وجود نہ ہوتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ کلیئر منس جہاں کہیں جاتا۔ اپنی بھیم بھیم کی تعریف کرتا۔ ٹھٹھکتا تھا۔ اور سچ پوچھنے کو وہ اپنے دل میں اُسے ویسا ہی نیک اور پامنا سمجھتا تھا جتنا کہ وہ اُسے ظاہر کرتا تھا۔

اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر کوئی رشتہ دار ایک ایسے بیان کی تصدیق کرے جس کی شہرت کا ذریعہ دوست ہوں۔ تو پھر اُس پر کسی کو حرف گیری کا امکان نہیں رہتا اور معاملہ کم اور بھی زیادہ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس طریقہ پر دنیا کی نظروں میں مسٹر سنگھسی اسی رنگ روپ میں پیش ہوتی تھی۔ جس میں کلیئر منس بے خبری کی حالت میں اُسے پیش کرتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اتنے مداح دوستوں اور رشتہ داروں کی موجودگی میں کسی شخص کو اُس کی بدگوئی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جن لوگوں کی طبیعتیں حد سے زیادہ کمینہ توڑ اور خشک تھیں۔ انہیں بھی اتنی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کہ سر ہلا کر یا شانوں کو حرکت دے کہ اس کے خلاف کچھ کہیں۔ کیونکہ اس کا اپنا بھتیجا اُسے ویسا ہی نیک ظاہر کر رہا تھا جتنا وہ بظاہر تھی۔

قاعدہ کی بات ہے کہ رشتہ دار پس پشت ایک دوسرے کی تعریف نہیں کرتے چنانچہ جب لوگ کلیئر منس جیسے بے فکرے نوجوان کو اپنی بھیم بھیم کا اس قدر مداح دیکھتے۔ تو انہیں اس کی حقیقی خوبیوں کا کامل طور سے یقین ہو جاتا۔ غرض یہ اسباب بھی جو مسٹر سنگھسی کو لوگوں کی بدگوئی سے محفوظ رکھنے والے ثابت ہو رہے تھے۔

دیبا اُس نے اپنے بھتیجے کو اپنے اغراض و مقاصد کے لئے اس قدر ضروری دیکھا۔ تو اُس نے اس کی نظروں میں نہ صرف اپنے آپ کو اور بھی زیادہ مقبول اور ہر دلعزیز بنانے کی کوشش کی۔ بلکہ اس پر طرح طرح کی عنایات کر کے اس کے دل میں اپنے متعلق کشش پیدا کرنے کی بھی کوشش کرتی رہی۔ چنانچہ کلیئر منس کو شکر گزار بنانے کے لئے ہی اس نے ایڈیٹالس اور روزنامہ کو اپنے ماں پناہ دینا منظور کر لیا۔ اور اسی ذاتی غرض کو پیش نظر رکھ کر اس وقت اُس نے مالی امداد دینے کی تجویز سوچی۔ اُس قسم

کی اہمیت کو دو بالا کرنے کی غرض سے اس نے اپنے بھتیجے کو یہ بتایا کہ جہاں سے مجھے روپیہ ملتا ہے۔ اس میں میں نے تھاری خاطر یہ رقم چھپی وصول کر لی ہے۔ حالانکہ آمدنی کے اس ذریعہ کا کچھ بھی وجود نہ تھا۔ اور یہ ظاہر تھا کہ ان حالات میں کلیہ من کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کتنی نیک شاہ عورت ہے کہ میرے فائدہ کے لئے خود تکلیف اٹھانا منظور کرتی ہے۔

جیسے یقین ہے۔ اس تفصیل کی کیفیت سے ناظرین اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اور کتنی شرٹ کی یہ بوہ عورت کس قدر رکھار۔ دعا باز اور یا کار مٹی۔ بظاہر سکون اور اطمینان قائم رکھ کر اور اپنے چہرہ پر نقدس کی جھلک لئے ہوئے حقیقت میں وہ اپنے اندر انتہائی شہوانی جذبات اور ذاتی اغراض کا ہجوم رکھتی تھی۔ وہ ایک جیتے جاگتے چلتے پھرتے اور سانس لینے والے دروغ کا محبہ تھی۔ اس کا دوجو جسم دروغ تھا۔ لیکن باوجود اس کے وہ اپنی نیکی اور پارسیائی کو اس قابل تعریف طریق پر قائم رکھتی کہ اس کی حقیقی خصلت صرف دو شخصوں کو معلوم تھی۔ ایک جیسا ناظرین کو معلوم ہے۔ سرہنری کو رشتی کو دوسرے ایک اور شخص کو جس کا ہم سر دست نام نہیں لینا چاہتے۔

—*—

مجلس وعظ

باب ۳

سینٹ مارٹین کے ایک مکان کی پہلی منزل کے وسیع کمرہ میں تین چار سو مرد عورتوں کا مجمع تھا۔ کمرہ کے ایک سرے پر ایک چوڑا بنا ہوا تھا۔ جس کے وسط میں ایک میز کے پیچھے کشادہ کرسی بھی ہوئی تھی۔ اس چوڑے پر بیٹھے ہوئے کئی باتکین چھکیلے۔ دبے۔ پتلے آدمی جنہوں نے سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ گلے میں سفید رومال باندھے گفتگو کر رہے تھے۔

کمرہ کے باقی حصہ میں ان لوگوں کے لئے کرسیاں بھی ہوئی تھیں۔ جن کے پاس انگی نشستوں کے ٹکٹ موجود تھے۔ جن کے پاس کچھ نشستوں کے ٹکٹ تھے۔ ان کے لئے سادی بنچیں موجود تھیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ غرض ایں بھی جہاں درحقیقت کوئی قومی یا سرشل امتیاز

نہوتا چاہیے۔ اس قسم کے اتفاقات قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ گرجا کے اندر اسیروں کی نشستیں چاہوئی ہیں۔ غریبوں کی جدا۔ اور یہی تفریق مذہبی مجالس میں پائی ہے۔ حیرت ہے کہ اس اختلاف کو قائم کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دنیا کے ماسخ کو از بندہ کہتے ہیں۔ ہم ایک ایسے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں جس کی رو سے سب لوگ خدا کی نظروں میں یکساں درجہ رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ تھنیں اور دیکھاری کہیں دیکھ جاسکتی ہے یا نہ ہو۔

جس کمرہ کا ہم نے ذکر کیا۔ اُس میں سوم بتیاں روشن تھیں۔ اور دو آتش افوں میں خوشگوار آگ جل رہی تھی۔ کمرہ گرم تھا۔ کسی طرف سے سرد ہوا کے جھونکے نہیں کھتے تھے۔ اور فرش پر نرم گدے بچھے ہوئے تھے۔ کیونکہ دیکھا جاتا ہے۔ مذہبی رجحان کے لوگ سب سے زیادہ آسائش کے خواہاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ جزائر جنوب میں انہیل کی اشاعت کرنے والی سوسائٹی کی جلسہ گاہ میں بھی حاضرین کی آسائش کا پورے طور پر انتظام کیا گیا تھا۔ اگلی نشستوں کی دوسری قطار میں مسٹر سنگھی اور دونوں سناٹا زبانی تھیں۔ ان ہزار لاکھ نے شناخت سے بچنے کے لئے اپنے چہروں پر نقاب اوڑھ رکھی تھی مسٹر سنگھی نے دونوں لڑکیوں کو جو اب تک اس وقت کے بعد کہ وہ اپنے والد کے گھر سے فراہم ہو کر اس کے مکان میں پناہ گیر ہوئیں۔ اس کے پاس ہی رہتی تھیں اس بات پر مجبور کیا تھا کہ اس عایدانہ اور راج کو تعزیت دینے والے جلسہ میں نہیں ملے ضرور شریک ہونا چاہیے۔

سو اچھے بچے کے قریب دو شخص جنہوں نے سفید جھنڈیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ کمرہ سے گزرے۔ ان کے پیچھے پیچھے ایک ٹھٹھکے قد کا مضبوط مسخ رو آدمی چل رہا تھا۔ جو اپنے آپ کو نہایت حلیم اور سکین ظاہر کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن جس کے بشیرہ سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ اپنے دل میں اچھی طرح محسوس کرتا ہے۔ کہ میری بدولت حاضرین میں سنسنی پیدا ہو رہی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس کی آمد سے حاضرین میں سنسنی پیدا ہوئی۔ کیونکہ مردوں نے تالیاں بجائیں اور فرش پر پاؤں مارنا شروع کر دیا۔ اور لڑکیوں نے اس طرح رول بنائے کہ گویا کسی فوج جنرل کی آمد کا منظر ہو رہا۔ دشمن کی کئی لاکھ فوج کو شکست دیکر آیا ہو۔

چوتراہو پہنچا کہ اس نے اُن سیاہ پوش شخصوں سے جن کا بیٹے ذکر کیا گیا ہے۔ ہاتھ ملایا۔ اور اس وقت حاضرین کے اندر ادھی زیادہ سنسنی پیدا ہو گئی۔ بظاہر وہ سمجھتے

تھے کہ اتنی بڑی اہمیت رکھنے والے شخص کا عوام کے درپردہ مصافحہ کرنا بھی بہت بڑی بات ہے۔

اس سے واضح ہو کہ شخص مذکور چند قدم پیچھے ہٹا۔ اور تھوڑی دیر کے لئے بظاہر بڑی سرگرمی سے کمیٹی کے کسی سرکردہ ممبر کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔ پھر ایک شخص نے گفتگو سے ہونے لگی میں تجویز پیش کی کہ سوسائٹی کے محترم پریسبیٹر مسٹر جیمز فینچن پکانش کری صدارت پر پیشیں۔

اس پر حاضرین کی طرف سے پھر جیمز کا شوق بڑھ گیا۔ اور وہی سنجیدہ والا شخص جو بظاہر گواہی کے عجیب نام سے مشہور تھا۔ اس طرح متعجب ہو کر کھڑا ہو گیا۔ گویا اسے یہ اعزاز حاصل ہونے پر حیرت مچتی تھی اس کے بعد وہ میز کے پیچھے اس کشادہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ جس کا اوپر کر لیا گیا ہے۔ اور اس قسم کی آوازیں جیسے کوئی سپہ کے اندر نہم ہو کر بولتا ہو اس نے اپنے قابل عزت دوست پادری ٹاچی ساکنز سے اقتلح طلبہ کے لئے دعا کرانے کی درخواست کی۔

مسٹر ساکنز ایک بظاہر عظیم آدمی تھا۔ اس نے زبانی کچھ دعا پڑھی جس کے دوران میں اس نے حاضرین کو بتایا کہ بارگاہ عالی میں یہ سوسائٹی دوسری سوسائٹیوں کی نسبت زیادہ مقبول ہے۔ خاتمہ دعا پڑھ کر اجلاس نے اٹھ کر اس شام کے جلسہ کے متنازعہ بیان کرتے شروع کئے۔ حالانکہ یہ متنازعہ نہ صرف ہر ایک حاضر جلسہ بلکہ ہر راہ گیر کو جو سینٹ پائٹر لین میں سے گزرتا ہو اور وہ اڑھار پر رک کر محض اشتہار کو پڑھتا یا سانی معلوم ہو سکتے تھے۔

مسٹر جیمز فینچن گواہی کے سب سے پہلے اس بات پر اٹھا دھمک کر لیا۔ کہ مجھے اس جلسہ کا ہر چیز کیا گیا۔ یہ اعزاز میرے لئے اس وجہ سے اور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کہ باطل خلاف توقع تھا۔ وہ حالانکہ یہ امر سراسر عجیب تھا۔ کیونکہ تین دن پیشتر کمیٹی میں اس بات کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ جلسہ کا صدر کون ہو۔ مگر مذہبی حلقہ کے لوگوں میں اس قسم کی دروغ بیانی کو ہر طرح جا بجا سمجھ لیا جاتا ہے، سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا میں اپنی ناقابلیت سے اچھی طرح واقف ہوں (دوازاغنی نہیں نہیں، بے شک میں اپنے آپ کو ہر لحاظ سے ناقابل تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن مجھے اسید ہے کہ خداوند خدا اس اہم فرض میں جو مجھ پر ڈالیا گیا ہے۔ ہر طرح میرا مددگار ثابت ہو گا) اس پر پادری ٹاچی ساکنز

نے ایک خوفناک کھوکھی آؤز میں کما آئین، ہر حال میں خواتین اور اصحاب کا۔ یا یوں
 کنا چاہیے۔ گرا پڑے عیسائی بھائیوں اور بہنوں کا ان کی عنایات اور ان کی قدردانی کے لئے
 حکم لگے اور ہوں کہ انہوں نے اپنے طرز عمل سے مجھے کسی قابل سمجھا۔ دھیرے دھیرے اس کے ساتھ
 ہی کمرہ کے ایک بید حصہ سے کسی شرابی کی آواز آئی۔ نیا پگڑاں۔ اب کبھی ڈالو، میرے
 لئے معزز حضار جلسہ کے روبرو یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اس جلسہ کا مقصد
 ایک محترم بھائی دھیرے، کی زبانی اس ترقی کا حال سننا ہے۔ جو اس سوسائٹی کے کاموں
 نے حاصل کی۔ ہمارے وہ محترم بھائی جن کام میں نے ذکر کیا ہے حال میں دھیرے تکلیف وہ
 اطویل چیز، اور خطرناک دھیرے چیز، مشن سے جس پر وہ جزائر جنوب میں گئے ہوئے تھے
 واپس آئے ہیں۔ (نسایت زور دے دھیرے) اس کے ساتھ ہی کمرہ کے بید حصہ میں کھڑے
 ہوئے شرابی کی زبان سے شاباش کا لفظ سنائی دیا، میرے خیال میں یہ بتانا غیر ضروری
 ہوگا۔ کہ میرا اشارہ اپنے معزز۔ محترم لائق، قابل قدر مستقل مزاج اور عمدہ صفت موصوف
 دوست مسٹر شیشپ شینکس کی طرف ہے دھیرے، ان مختصر الفاظ کے ساتھ میں مسٹر شیشپ شینکس کو
 اپنی تقریر کے لئے حضار جلسہ کے روبرو پیش کرتا ہوں۔ "اطویل چیز،"

انتی نظر کر کے صاحب صدر عالیہ عرق عرق ہو کر پھر کسی پر بیٹے گئے لیکن تھوڑی دیر میں
 وہ ایک بار پھر اٹھے۔ گرجا کے ملازموں میں سے ایک نے چوڑے کے عقبی حصہ میں
 ایک چھوٹا سا دروازہ کھول دیا جس کے راستے مسٹر شو شیشپ شینکس مفتوح حضار کے
 روبرو پیش ہوئے۔

اس وقت اس کمرہ میں حاضرین کے اندر جو غیر معمولی اشتیاق پایا جاتا تھا۔ اس کی کیفیت
 بیان کرنے کی کوشش فضولی ہوگی۔ ہر ڈرے زور سے دھیرے رہے تھے۔ اور بیویوں
 نے اس زور سے رونا لپٹا سے کمرہ میں سر دھوا جھکا پیدیا ہو گیا۔ بید گوش میں بیٹھا ہوا
 شرابی بھی اس زور کے آؤز سے کئے لگا کہ ایک عمر رسیدہ خاتون کو جو اس کے قریب
 بیٹھی تھی۔ یقیناً غش آجاتا۔ اگرچہ اگر اس نے بعد ازاں ایک دوست سے بیان کیا تو اس
 کے قریب بیٹھی ہوئی عورت کے پاس جن اتفاق سے شراب کی ایک چھوٹی شیشی نہ ہوتی
 جو اس نے نہ بانی سے اس کے حوالہ کر دی۔

مسٹر شیشپ شینکس ایک طویل اگست ڈبلا پٹلا سانولے رنگ کا آدمی تھا۔ اس کے

سیاہ بال بڑی صفائی کے ساتھ پیشانی پر برش کئے ہوئے تھے اور تیز چوری آنکھیں ہر وقت متحرک رہتی تھیں۔ عام طور سے اس کی نگاہ کسی مقام پر نہ جھکتی تھی۔ اور اگر جھکتی بھی تو سارے کمرہ کے اندر سب سے زیادہ حسین صورت کے چہرہ پر جھکتی تھی۔

جب حاضرین میں سکون قائم ہو گیا۔ تو مسٹر شپ شینکس تقریر کرنے کے لئے اٹھا سب پہلے اس نے حاضرین کا افسانہ حقیقی جیسا تیانہ استقبال کے لئے شکر ادا کیا۔ جو انہوں نے کیا تھا۔ اور اس کے بعد اس مضمون پر تقریر شروع کی۔ جس کی نسبت اس نے کہا۔ کہ وہ ہم میں سے ہر شخص کو عزیز ہے۔ اس نے بیان کیا عشاء میں اس سو سائٹی کی کمیٹی نے ارادہ کیا تھا۔ کہ ایک مشنری کو جزائر جنوب میں ایسی سی ایشی کے مقام ہمد کو عمل میں لانے کے لئے بھیجا جائے۔ اس کے لئے پالسنوونڈ کی منظوری دی گئی تھی اور میں خود ہر قسم کے خطرات سے واقف اس بات کی پیش نظر رکھ کر کہ وہ عیشوں میں عیسائیت کی روشنی پھیلانے کا کام کتنا دشوار ہوتا ہے۔ یہ جانتا ہوا کہ ممکن ہے وہ لوگ مجھے جان سے مار کر کھا جائیں۔ میں نے ذاتی اختیار سے کام لیکر وہاں جانا منظور کیا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ ایک فرانسیسی جہاز شربگ سے تحقیقات کی غرض سے جزائر جنوب کی طرف جا رہا ہے چنانچہ میں اس جہاز پر سوار ہونے کی غرض سے بند گاہ فلوریڈ میں پہنچا۔ بہت سی دشواریوں اور طوفانوں کے بعد جہاز اس امید میں پہنچا۔ اور وہاں سے جزائر جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ ۱۲ مئی ۱۸۲۲ء کو یہ جہاز سکیٹرل لوک کے خوشنما جزیرہ میں گرہ انداز ہوا۔ اور میں نے وہیں پر دو دنوں کو غذا کا شکریہ ادا کیا جبکہ عنایت سے میں اس مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں مجھے اپنی خدمات سرانجام دینا تھا۔ مجھے برعینہ طور سے ایک فرح بخش اترید ہوا۔ اور میرا دل اس خیال سے بھریا۔ اچھلنے لگا۔ کہ میں جابلو دھندیلوں میں گم روشنی پھیلانے کا موجب ثابت ہو گا۔ ایک کشتی پانی میں اتاری گئی۔ اور کہتا تھا۔

میرا میٹھ خرابی اور میں ہم چاروں ساحل پر پہنچے۔ میں نے اپنے ساتھ کھیل لے لی۔ اور لکھن اور میٹھ کے آئینے۔ بٹن اور کھلونے رکھ لئے۔ غیر پابند مذہب خرابی کو شراب کی بوتل ساتھ رکھنے لگی سو بھی ۴

اس پر یاد رہی ساکنز کے منہ سے ایک خوفناک کلمہ تاسف نکلا۔ جسے سن کر پگواش جو اپنی کرسی پر بیٹھا بیٹھا سو گیا تھا۔ چونک کر بیدار ہو گیا۔

مشر شیب شینگس نے اور بھی زیادہ اہمیت کے لہجہ میں کہا "ہاں میرے عیسائی دوستوں! میں نے اپنے ساتھ شراب کی ایک بوتل لے لی..."

اس پر اسی بعید گوشہ میں بیٹھ ہوئے شرابی نے ہنکار کر کہا "میری راستے میں وہ بیوقوف نہ تھا۔"

"خاموش! خاموش! امطر بگڑاؤں نے آنکھیں ملنے ہوئے گلا پہاڑ کر کہا۔

میں اس وقت ایک شخص جو بظاہر کسی غیر ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا خوش پوش چہرہ پر بڑی بڑی موچیں لکڑی کے وسط سے نکل کر پلیٹ فارم کی طرف بڑھا۔ وہ ہر بات میں قدم چل کر کیسی جتنی عینک کے ذریعہ جو اس نے لگا رکھی تھی مشر شیب شینگس کی صورت کو غور سے دیکھنے لگا۔ اور معلوم ہوتا تھا اس کے دل میں کوئی خیال پیدا ہوا ہے۔ وہ اسے غیر یقینی سمجھتا تھا لیکن جوں جوں وہ پلیٹ فارم کے قریب جھکا گیا اور جس قدر اس نے مشر شیب شینگس کو زیادہ غور سے دیکھا اسی قدر اس کا شہ رنج ہوتا گیا۔ اور اس کے خیالات مضطرب ہوتے گئے۔

آخر کار ٹھیک اس وقت جبکہ پادری شیب شینگس جزیرہ سکونیل اوکو کے متعلق اپنی داستان کا سلسلہ پھر شروع کرنے کو تھے۔ یہ غیر ملکی اجنبی لپک کر پلیٹ فارم پر چڑھ گیا۔ اور پادری صاحب کے بال مقابل کھڑے ہو کر طر آئینہ لہجہ میں کہنے لگا "میرے دوست! میں نے آپ سے مل کر بہت خوش ہوا۔"

اس اجنبی کو دیکھ کر مشر شیب شینگس پر سخت اضطراب طاری ہو گیا۔ مگر جلد ہی ہی اور سان بجال کر کے اس نے کہا "جناب معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو واقفیت کے معاملہ میں سمجھ پر سبقت حاصل ہے۔ لیکن اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے وہاں... آپیں! میری دفتر میں تشریف لے چلیں۔ تو میں..."

اجنبی قطع کلام کر کے بولا "موسیو شیب شینگس سبقت تو خود تمہیں مجھ سے حاصل ہے۔ لیکن اطمینان نہ کرو۔ میں آئندہ اس کا موقع نہ آنے دوں گا۔ مگر یہ تو کچھ عرصہ پہلے شیب شینگس اور نئے شیب شینگس جو میرے مکان پر پیدا ہوا تھا کیا حال ہے؟"

اب پادری ساکنز خاموش نہ رہ سکے۔ انہوں نے اٹھ کر اجنبی کو مخاطب کرتے ہوئے مشر شیب شینگس کی طرف اشارہ کر کے بڑی سنجیدگی کے لہجہ میں کہا "جناب آپ کو

لفظ بھی ہوئی ہے۔ آپ کی تو اب تک شادی نہیں ہوئی۔ اور نہ آپ کا کوئی بچہ
اب عمر بھر گزار رہے تھے کا عہد کر چکے ہیں۔ اور ہر وقت ایک کاموں میں مصروف
رہتے ہیں۔۔۔“

اٹھ اٹھا کی قسم ”فرانسیسی نے جوش کے لہجہ میں کہا: اگر ایسا ہے تو پھر یہ شخص
میسے مکان پر کیوں آیا۔ اور اس نے مجھے کس لئے فریب دیا؟“
پادری ساکنز مٹر شپٹ بیکس جیسے دیک بھڑا دھڑکے خلاف ایسی فضول گفت
شن کو بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے گھر اگر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ان
کے منہ سے ”اٹ اٹ“

اس لفظ کی گونج سارے کمرے میں پیدا ہو گئی۔ اور ہر شخص نے اس کی صدا کے
بازگشت میں حصہ لیا۔ کیونکہ عیسائی ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ اس عجیب نظارے نے ہر
ایک آدمی میں غیر معمولی سنسنی پیدا کر دی تھی۔

یہ حالت دیکھ کر فرانسیسی بہت جھلایا۔ اور کہنے لگا: یوں اور۔ اور کرنے سے
کیا حال ہے۔ تم ذرا اس شخص شپٹنگ سے کہو۔ میرے منہ کی طرف دیکھو اور۔“
مٹر گواش صدر جلسہ نے گرج کر کہا: کوئی جا کر ایک سپاہی کو بلا لاؤ۔“

اس پر کئی آوازیں آئیں ”ہمیں فرانسیسی کیساتھ انصاف ہونا چاہیے۔“
فرانسیسی بولا: بیشک ہونا چاہیے۔ برطانیہ کی پہلا انصاف پسند ہے قیور
ہے کہ مجھ سے انصاف کیا جائے۔“

جبکہ وہ حاضرین جلسہ سے مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہہ رہا تھا مٹر شپٹنگ بیکس
غیر معمولی تیزی سے اٹھی دروازہ کی راہ سے جو چوڑے کے پچھل طرف بنا ہوا تھا
چپ چاپ باہر نکل گئے۔

مٹر گواش نے متوش انداز سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا: ہمارا احترام بجا
کہاں ہے؟“

مٹر ساکنز بولے ”معلوم ہوتا ہے ایسا ایک ان کی طبیعت علیل ہو گئی۔ غیر
میں جا کر دیکھتا ہوں۔“

اتنا کہہ کر پادری عجب بھی عابد مشنری کے پیچھے باہر نکل گئے۔

فرانسیسی نے حاضرین جلسہ کو مخاطب کر کے کہا: "میں دراصل شریکِ مولیک ہوئی
 کا مالک ہوں۔ شمشاد کے آغاز میں مشر شیب شینکس وہاں پہنچا۔ اور قریباً دو دن
 چہنچہ میرے ہوٹل میں ٹھہرا۔ جہاں وہ کھلے دل سے روپیہ صرف کرتا رہا۔ کچھ عرصہ گزرتے
 پر وہ یکایک ہوٹل سے کہیں چلا گیا۔ مگر ایک ماہ کے بعد ایک جوان عورت کو ساتھ
 لیکر واپس آیا۔ اور کہنے لگا۔ یہ میری بیوی ہے۔ جس کے بطن سے قریباً گیارہ
 ماہ بعد ایک بچہ پیدا ہوا۔ مشر شیب شینکس وہ عورت اور بچہ میرے ہوٹل میں شمشاد کے
 وسط تک ٹھہرے۔ اور پھر یکایک کہیں غائب ہو گئے۔ اُن کے نام میرے بل کی
 بہت بڑی رقم نکلتی تھی۔ لیکن جب اُن کے جلنے پر اُن کے کردہ کی تماشائی کی گئی۔
 تو چند ایک شرمکے پتھروں اور بھوسے سے پرستے۔ کاروبار کے سلسلہ میں میرا
 لندن میں آنا ہو گیا میں اس راستہ سے گزر رہا تھا کہ اشتہار پر مشیپ شینکس کا نام
 پڑھا۔ اور رخ استغاب کے لئے کمرہ کے اندر چلا آیا۔"

جیسا کہ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس داستان کا حاضرین پر بڑا اثر ہوا اور اُن
 بظاہر دیک اور پاک و جوں میں جو اس تقریب پر جمع تھیں بڑی سنسنی پیدا ہو گئی۔
 اور یہ امر تعجبِ فزین بھی نہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کیا مشر شیب شینکس کا
 جزائر بحر الجنوب میں جانا محض ایک فرضی امر تھا؟ کیا وہ حقیقت میں شریک سے
 آگے نہیں گیا۔ اور وہ سائیکل کار و بیہ ویاں عیش پرستی کی زندگی میں ایک مشتہ کو پاس
 رکھ کر اطمینان رہا؟ کیا اس دھوکے کو نہیں کرنے کے لئے ہی اُس نے یہ بتایا تھا۔ کہ میں
 ایک انگریزی جہاز میں نہیں بلکہ فرانسیسی جہاز میں سفر کیا؟ مختصر یہ کیا یہ شخص سخت
 جھگڑا اور سوسائٹی کے سارے اراکین بے وقوف تھے؟

ان خیالات کی اسی وقت تصدیق ہو گئی۔ جب پادری ساکنز نے خبر لیکر واپس آئے
 کہ مشر شیب شینکس سائیکل کے دفتر کے کسی حصے میں بھی نظر نہیں پاتے۔

اس ناگوار واقعہ سے مرسلنگس بہت افسردہ ہوئی۔ اور دونوں حصین میں طارن
 نہایت متعجب۔ چنانچہ جب یہ تینوں گراہ کی گاڑی میں بیٹھ کر جلسہ سے مکان کی
 طرف واپس ہوئے۔ تو پارسا بیوہ رات بھر اس بارہ میں تقریر کرتی رہی کہ مشر شیب شینکس
 کے نام واجب طرزِ عمل سے سوسائٹی کے ایک کام کو سمٹ ضرور پہنچا ہے۔

باب ۳۶

اوباش امیر اور اس کی دہشتہ

اس کے دوستوں قریباً بارہ بجے کا وقت تھا کہ منرسلنگی سرہنری کو رخصتی کو اپنے کمرہ میں داخل ہوتے دیکھ کر سخت متعجب ہوئی۔

وہ کمرہ میں تنہا تھی اور اسے یہ دیکھ کر بہت اضطراب پیدا ہوا کہ اس کے تعلقہ آشنا بظاہر منرسلنگی کے طرز عمل میں پریشانی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ چنانچہ جب وہ اس سے ذرا فاصلہ پر ایک کمرہ میں لیکر بیٹھ گیا۔ تو اس نے اس سے پوچھا ”ہنری کیسا کوئی خاص واقعہ ظہور میں آیا ہے؟“

بیرونٹ نے جواب دیا ”میں مار تھا کوئی خاص واقعہ تو نہیں ہے۔ البتہ میں ایک اہم معاملہ پر تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

منرسلنگی کی پریشانی اور بڑھاپی۔ اور اس نے کہا ”کہو میں تو جس سے تم کو یہ معلوم ہو سکتا ہے۔“

سرہنری کہنے لگا ”دیکھو خوف زدہ ہونے کی بات نہیں۔ کوئی ایسا واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ جو تمہیں یا مجھے پریشان کر دیا لاہو۔ البتہ جو تجویز میں اس وقت تمہارے روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں وہ کچھ ایسی ہے کہ کہتے ہوئے جھجک پیدا ہوتی ہے اور...“

اس صورت میں ہربانی سے پوچھ کر کہنا ہو جلدی سے کہہ دلو۔ اور مجھے بتاؤ اس صبح اس قدر جلد تشریف آوری کیا معنی رکھتی ہے؟“ خاتون مذکور نے بے مبری کے لہجہ میں کہا۔

بیرونٹ کہنے لگا ”میرے کام کو۔ بات یہ ہے میرے دل میں ایک حسید کے متعلق عشق پیدا ہو گیا ہے۔ اور اگرچہ میں نے اس جذبہ کو دبانے کی بہت کوشش کی ہے۔ مگر وہ باوجود میری مخالفت کے دم بدم بڑھ رہا ہے۔“

”تمہارا اس سے کیا مطلب ہے؟... تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“ بیوہ عزت نے سخت سنجیدگی سے پوچھا۔

”یہ کیا طاقت تھی کہ تم نے اپنے گھر میں دو ایسی دلربا حسیں لڑکیوں کو رہنے کا حق دیا۔ جنہیں دیکھ کر...“

ہنری کیا یہ ممکن ہے؟ سنسر سٹنگلی نے کہا اور یکایک اس کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔

یہ بالکل ممکن ہے کہ میرے دل میں روزانہ ہزاروں کے متعلق ایک ناقابل مطلوب جذبہ برنجیت پیدا ہو جائے۔ بیرونٹ نے اب معاملہ کو راہ پر آتے دیکھ کر افسوسناک جرات سے کام لیکر کہا۔

وہ گفتگو اور میرے سامنے بیوہ عورت نے کھوکھلی آواز میں بڑبڑا کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر مارے غصہ کے ارغوانی رنگت چھا گئی۔ اگرچہ اس نے اعتدال اپنے جوش کو ضبط کئے رکھا۔

بیرونٹ نے جواب دیا "میں نے خصوصیت کے ساتھ اس لئے ہتھارے دوہڑے اس معاملہ کا ذکر کیا ہے۔ کہ میں تمہیں سے امداد کا طالب ہوں۔"

مجھ سے؟ بیوہ عورت نے چیخ کر کہا۔

بیرونٹ بولا "وہ کچھ شور و غل سے گھر میں اوروں کو خبر ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے چپ چاپ میری گفتگو کو سنو۔"

"اچھا کہو" سنسر سٹنگلی نے پھر ایک بار ضبط سے کام لیکر کہا۔

سہ ہنری کو رٹنی نے اپنی کرسی اس جگہ کے قریب سرکا کر جہاں اس کی داشتہ بیٹھی تھی۔ کہا تم جانتی ہو۔ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ باوجود ہر ممکن جذبہ جسد کے اپنے رجحان کو دبا نہیں سکتیں۔ تمہاری اپنی فطرت کا یہ بھی خاصہ ہے۔ اور میں بھی تم سے زیادہ پاکباز نہیں ہوں۔ تمہارے لئے پاکباز رہنا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ تمہارے جذبات تیز ہیں۔ کہ اگر انہیں فروزہ کیا جائے۔ تو تمہاری ذات کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔۔۔"

بیوہ عورت نے تمکنی کے لہجہ میں پوچھا "آخر آج میری ان کمزوریوں کے متعلق یہ پند و نصیحت کیا معنی رکھتی ہے؟"

وہ بولا "میں اس سے محض یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ کمزوری فطرت انسانی کا خاصہ ہے میں نے روزانہ ہزاروں مرث تین بار دیکھا ہے۔ اور ہمارے درمیان شاید دو سنسں باہم لفظوں سے زیادہ گفتگو نہیں ہوئی۔ مگر اتنے میں یہ حالت ہے کہ میں اپنی خواہشات

کے زیر اثر دیوانہ ہوا جاتا ہوں۔ میرے جذبات میرے سینے میں ایسی آگ بھڑکاتے ہیں۔ جیسے صرف اس کا وصل ہی خود کر سکتا ہے۔ میں پھر تم سے کہتا ہوں۔ میں نے ان جذبات کو مطلوب کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے اپنی خاطر... اس کے بعد خود اس کی خاطر... اور سب سے زیادہ تمہاری خاطر مگر افسوس نیچو گچ نہیں نکلا۔ پھر میں نے اپنی تیز نگاہ کو اس طریق پر اس کے چہرہ پر جو کر گویا اس کے دلی خیالات معلوم کرنے کا تہ و نہاد ہوتا ہے کہا ایک دینا دار عورت کی حیثیت میں تم اس بات کو بھی کما سانی سمجھ سکتی ہو۔ کہ یہ میرا سر غیر ممکن ہے۔ میں ہمیشہ تمہارا ہی و نادار ہو کر رہوں۔

میں تمہارا اس صاف بیانی کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بیوہ عورت نے نہایت تلخ اور طرز آئینہ مجھ میں کہا۔

بیرہ انٹ پرسیکون لفظوں میں کہنے لگا۔ میرے موجودہ اقرار کی بھی خوبی ہے مگر دیکھو تم نادان نہ بنو۔ اور ناحق پریشان نہ ہو۔ تم جانتی ہو میں اپنے جذبات کو مطلوب نہیں کر سکتا۔ نہ اپنی خواہشات پر قابو پاسکتا ہوں۔ اور اس بارہ میں میری حالت بڑی حد تک خود تم سے متسا ہے۔ اس لئے تمہاری اپنی بہتری اسی میں کہ تم اس کام میں مجھے مدد دو۔ یعنی اس دو چیزوں کی عصمت بریزی کے کام میں جو اس لحاظ کی کہ میں ہے۔ جس کے لیے اپنے بچپن کی شادی کرنے والی ہے۔ اس نے سلسلہ گئی اپنے آشنا کی طرف خشکیں نظر سے دیکھ کر کہا۔

سر ہنری کہنے لگا۔ دیکھو مار تھامس میری بات سنو میرے اندر یہ جذبہ محبت... عشق... یا جو کچھ بھی تم اسے چاہو کہو۔ یہ پیدا ہو چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ میں اس پر قابو لانے سے قاصر ہوں۔ روپیہ یا محنت کتنی بھی صرف ہو۔ میں اس جذبہ کو پورا کر کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس شخص کو میں ہزار پندرہ سالانہ کی آمدنی ہو۔ وہ اگر چاہے تو اس قسم کے یا اور معاملات میں اپنی خواہشات کو پورا کر نیکاح کر لے گا۔

مگر یہ میرا سر دیوانگی ہے؟ بیوہ عورت نے پتلا کر کہا۔ اگر میں تمہاری اس تجویز میں مدد دینا منظور بھی کر لوں۔ تو انجام اس کے سوا اور کچھ نہ ہو گا کہ ہم دونوں کا راز فاش ہو جائے گا۔

”مطلق نہیں بیرونٹ نے جواب دیا میرے پاس اس کے لئے نہایت محفوظ سہیل موجود ہیں اور ساری کارروائی پوری احتیاط کے ساتھ عمل میں لائی جاسکتی ہے کل میں نے ہفتہ میں ایک ہزار پونڈ ویسے تھے۔ یہ سب بڑی رقم ہے۔ جو میں نے کسی ایک موقع پر نہیں دی۔ لیکن اگر روزانہ سب سے میرا اصل ہو جائے۔ تو وہ ہزار لاکھ اس کے علاوہ پیش کر سکتا ہوں“

منرسنگی نے خوف زدہ لہجہ میں پوچھا ”تم اس سے شادی تو نہیں کرنا چاہتے؟“
بیرونٹ نے لگا کر اس کے منہ سے نصرت اخو شادی کر لینا ہی بہتر ہوگا“
بیرونٹ نے کہا ”یہ میرا نسخہ ہے۔ کیا یہ ممکن ہے۔ تمہارے دل میں ایک جوان لڑکی کے متعلق جسے تم نے صرف تین مرتبہ دیکھا ہے۔ اتنا مضبوط جذبہ محبت پیدا ہو گیا ہو؟“

منرسنگی نے لگا کر ”تم مانویا نہ مانو۔ بہر حال یہ امر واقعہ ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ مجھے جو محبت ہے اس میں اور اس لڑکی کے متعلق میرے خیالات میں بہت فرق ہے تم بڑی حد تک اس لئے میرے واسطے فروری ہے۔ کہ ایک ملغزار رفیق۔ اور قابل نقد غور ہے۔ وہ ایک سچو... مگر بہت خوبصورت ہے۔ اس کے علاوہ میرے دل میں اس کے لئے جو اشتیاق پیدا ہوا ہے۔ میں اس پر قابو نہیں پاسکتا۔ میرا ارادہ تم ہے اور آخری فیصلہ اس پہ ہے کہ تم مجھے مدد دیا نہ دو۔ میں اپنے مدعا کو ضرور پورا کر کے رہتا ہوں گا“

”اگر تمہارا ارادہ اتنا ہی مضبوط ہے...“

”ہاں ہے!“

”تو میرے لئے اس کے سوا چارہ کار نہیں۔ کہ تمہیں اس مشکل اور خطرناک کام میں مدد دوں“ منرسنگی نے اپنے دل کو اس خیال سے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کہ ان خدمات کے بدلے دو ہزار پونڈ تو بہر حال مل رہیں گے پھر وہ کچھ سچے کہنے لگی ”مگر جب میں اس معاملہ پر اچھی طرح غور کرتی ہوں تو مجھے اپنے غور و نظر پر مشکلات نظر آتی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر میں بے اختیار جھجک جاتی ہوں۔ فرض کرو اگر ہمارا زنا فاش ہو گیا تو ہماری...“

”...ریا کاری دنیا پر ظاہر ہو جاتے گی“ بیرونٹ نے فقرہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔
 ”جہاں سے اور میرے درمیان پہلے کسی طرح کی پردہ پوشی نہ ہونی چاہئے۔“
 ”خیر ریا کاری ہی یہی ہے،“ کہنگار قانون نے جواب دیا۔ ”بھروسہ کہنے لگی، اس ریا
 کاری کے ظاہر ہونے سے میری ذات دنیا کی نظروں میں اپنی حقیقی عربانی میں پیش
 ہو جائے گی اور لوگ ہمارے ناجائز تعلق کو فوراً جان لیں گے۔“

بیرونٹ کہنے لگا ”یہ ٹھیک ہے۔ مگر دورانہ طبعی سے لام لیکن اس سبب اندیشوں کا
 قمارک ممکن ہے۔ اختلاتے راز کا خوف صرف انہیں کو نہیں مجھ کو بھی ہے۔ اور میں نہیں
 چاہتا کہ خود بدنام ہوں یا تمہیں کسی الجھن میں ڈالوں۔ ہماری دوستی برسوں چلی آئی
 ہے۔ اور دنیا کو اس کے متعلق بغیر ترین شبہ بھی پیدا نہیں ہو۔ ہم کو شش کرینگے
 کہ آئندہ بھی معاملہ اسی طرح بنارے۔“

”آخر تمہارے نزدیک ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟“ بیوہ عورت نے پوچھا۔ ادا اس
 کیساتھ ہی اس کا عظیم سے خطرات کو سوچ کر اس کے بدن میں کینگی پیدا ہو گئی۔
 ”سر میری سب سے بڑا دیا اور طریقہ یہ ہے کہ میں اس حسیہ کے دل پر اثر ڈالوں
 تو اسے جیسی دنیا دار اور تجربہ کار عورت کے لئے یہ کام مشکل نہیں ہے۔ ستم بہ
 دلی میں ایسے خیالات پیدا کرو۔۔۔ اس کی ان خواہشات کو نہ تو روکو
 سر سبکسی قطع کلام کر کے پہنچے گی۔ میں باقوں کو کہہ لیتا ہوں مگر کوئی اس
 سے اس سے کہہ دوں۔ ہمیں ہر وقت پاس رہی ہیں۔“

سر میری نے کہا ”تم آسانی کوئی ذریعہ اختراع کر لو گی۔ ایڈیلیٹس کو دو تین
 گھنٹے دوسرے کمرہ میں بھیج کر روز امنڈ سے خلوت میں گھٹکو کر لینا کچھ مشکل نہیں
 اگر تم نے اس کام کو دلی شوق سے کیا تو کچھ بھی دشواری پیش نہیں آسکتی۔“
 ”مگر یہ تو سوچو۔ دس دن کے عرصہ میں ایڈیلیٹس کی کلیرنس سے شادی ہو
 جائے گی اور تجویز یہ ہے کہ دونوں بہنیں اس کے ساتھ ٹائمرز کا بیچ میں جا کر اپنے
 والد سے معافی کی خواہش گزار ہوں۔ ظاہر ہے۔ کہ اس کے بعد روز امنڈ ہمیشہ
 کہنے کے حیرے مکان سے رخصت ہو جائے گی۔“

ادو بائش اور شہوت پرست بیرونٹ نے اصرار کے باوجود کہا ”پھر کیا ہوتا

دس دن کا عرصہ کسی پاکباز دل میں نہیں خواہشات ... تیز جذبات اور پرشوق
ارادے پیدا کرنے کے لئے ناکافی نہیں۔“

اُن کا عالم ایک عصمت مآب حسینہ کے خلاف ایسی خوفناک تجاویز کس
قدر سکون کے ساتھ پیش کر رہا ہے!

منزل سبکدوشی بولی ”میرا اپنا یہ خیال نہیں۔ اگر میں نے اس معاملہ میں زیادہ
جلد بازی سے کام لیا۔ تو اس کی خواہشات بھڑکنے کی بجائے الٹا اس کے خوف
زدہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس کے علاوہ تم ساری دنیا کا اندازہ اپنی ذات۔ یا
میری کمزوریوں سے کرتے ہو مہتری میں لاکھ کمزور اور گنہگار سہی۔ اتنا سچے دل
سے کہتی ہوں کہ عورت کی ذات میں اس سے بہت زیادہ نیکی مضمر ہے۔ جتنا تم خیال
کرتے ہو۔“

ان آخری لفظوں کو سن کر سر مہتری نے زور کا ہتھ لگایا اور پھر اپنی جگہ سے
اُٹھ کر کچھ مانتے میں لیتے ہوئے کہنے لگا ”بہر حال میری پیاری ماں مختلف کام ایسے کرتی
ہر ہونا چاہیے کہ میں تنہا توڑے دنوں میں تمہیں چمک دینے کے قابل ہو جاؤں۔“

اس نے ایک بوسہ دیا۔ اور اس کے بعد اپنی بس کو شیش کی کامیابی پر
خوش۔ جسکی بدولت اُس نے اپنی داشتہ کو نیک ہنسا پاکباز اور حسین روزنامہ
کے خلاف خوفناک منصوبوں کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ اُس مکان سے رخصت ہوا۔

ٹام ریم اور جیکب

باب پہلوا

سینچری تمام تھی۔ کہ ریم فورڈ بلے سفید کوٹ میں لپٹا ہوا گھلے میں بونی گلوں
اس طرح پہنے کہ وہ اُس کی ٹانگ تک پہنچتا تھا۔ گرزاں لین میں سے گذرتا نظر آیا
یلا یک اسے معلوم ہوا۔ کسی نے پیچھے سے میرا کوٹ کھینچا ہے۔
اس نے مڑ کر دیکھا تو اولادیتھ کا مستند کارکن جیکب نظر آیا۔

ٹام نے ایسے لہجے میں جس کے اندر غصہ کی حقیقت نہیں۔ بلکہ مصنوعی جھلک پائی
جاتی تھی ... کیونکہ باطناً وہ اتنا فیاض تھا کہ اُس کے نزدیک ایک دور کو فوراً دور

المريض لوط کے کے خلاف جسے وہ اپنی دشمنی کے ناتا بل سمجھتا تھا کیونکہ امیر خیالات رکھتا کسر نشان میں داخل تھا۔ کہنے لگا نہ کیوں بد معاش کہاں بھر تا ہے؟ اور تین چار دن پیشتر میرے مکان میں داخل ہونے کی سازش میں حصہ لینے کے بعد مجھے چھڑنے کی جرات کیا معنی رکھتی ہے؟

وہ کہنے لگا مسٹر رین فورڈ میں معافی کا خواہشگار ہوں۔ آپ جانتے ہیں میرے قریب بہت ہی کم تھا۔ میں اس شخص کی اطاعت پر مجبور تھا۔ جس کا میں روٹی کے لئے دست لگو ہوں۔ مگر اسے صاحب کیا آپ کو معلوم ہے۔ اس کا کیا حشر ہوا؟ مسٹر رین فورڈ میں محسوس کرتا ہوں۔ وہ آپ سے کہہ سکتا تھا کہ سزا پانے کا مستحق تھا۔ لیکن یہ کیوں ہوا؟ فرمایا کہ۔ میں ابید کرتا ہوں۔۔۔

رہزن نے گہری کھوکھلی آواز میں کہا کہ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو۔ کہ میرے جان سے مار دیا گیا تھا۔ ایسا آدمی سمجھتے ہو۔ کہ میں عداوت کا مرتکب ہوا تھا۔ نہیں بالکل نہیں۔ لیکن نے جواب دیا کہ اگرچہ باوجود اس کے۔۔۔

کہ کیا؟ رین فورڈ نے پوچھا۔
جیکب بولا اس بات کا تعجب ہے۔ کہ وہ ان مقامات پر جہاں ٹاکر تھے نظر نہیں آتا۔

رین فورڈ کا ایک کہنے لگا کہ تم میرے ساتھ چلے آؤ۔ یوں بازار میں کھڑے رہو۔ میں نے اچھا نہیں۔ اور میں تم سے کچھ گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تمہارے خیال میں یہاں پاس ہی کوئی سرسے یا شراب خانہ ہے۔ جہاں ہم جا کر دو گھنٹے عیلاجی میں گفتگو کر سکیں؟

جیکب نے گویا ہر سو حکم کیا۔ ہاں ہے۔ آئے اس طرف کو تشریف لائے۔ وہ چلتا ہوا ایک تنگ رستہ کے کنارے ایک گلی میں مڑا جسے بالڈونز کا رستہ کہتے ہیں وہ رہزن کو ساتھ لئے ایک ادنیٰ قسم کے شراب خانہ میں داخل ہوا۔ جہاں ان دونوں کو دوسری منزل پر ایک علیحدہ کمرہ مل گیا۔

رین فورڈ نے لازم کو آتش دان میں آگ جلانے اور ایک بوتل شراب لانے کا حکم دیا پھر جب ان احکام کی تعمیل کر دی گئی تو اس نے جیکب سے گفتگو شروع کی۔

حق الامکان سکون کا انداز اختیار کر کے وہ کہنے لگا "تم نسا اولڈ ڈیٹھ کے متعلق کوئی خبر نہیں سنی؟"

"بالکل نہیں" جبکہ نے جواب دیا "آج صبح ایک شخص جس کا نام جوئن پیلر ہے جس کے مکان پر آیا تھا۔ اور اس نے ٹم دی سینئر نامی ایک چور کے متعلق جہ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ مٹر رنز سے ملنا چاہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ بونز سے رکا کر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ جب پیڈلر کو معلوم ہوا کہ ہم نے دو تین دن سے بونز کو نہیں دیکھا۔ تو وہ بہت گھبرا یا۔ اور کہنے لگا۔ تم ضرور مجھے ملانے کی کوشش کر رہے ہو۔ کہتا تھا۔ میں نے بونز کو چور و سپہ دیا۔ وہ اسے اپنے پاس رکھ کر کام کو دست انداز کرنا چاہتا ہے۔ اس کے قریب ایک گھنٹہ بعد ایک جوان لڑکی آئی۔ وہ کہنے لگی۔ میں ٹم دی سینئر کی بیوی ہوں۔ لوگ اسے مٹن فیس سال کے نام پر کارتے ہیں اس نے وہ لہجہ بکار مٹر رنز کی گرفتار کیا۔"

رینفورڈ تھوڑی دیر گہری فکر میں رہا۔ اور اس کے بعد اس نے یہ کہ معلوم کرے اس لڑکے کو اولڈ ڈیٹھ کے مکانات واقع ٹرن مل سٹریٹ اور ریڈ لائن سٹریٹ کہاں تک علم ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا تم ٹیڈ مارش نام کے کسی شخص سے واقف ہو؟ جبکہ بولائیں نہ اس کا نقطہ نام ثابت۔ صورت سے واقف نہیں ہوں۔ چوری کا مال خریدنا اور ملکر کن دہل میں کسی مقام پر رہتا ہے۔ لیکن مٹر رینفورڈ آپ یہ بتائیے اولڈ ڈیٹھ کے متعلق آپ کو کچھ معلوم ہے یا نہیں؟

رینفرڈ نے کہا میرے اچھے لڑکے مجھے اس کے متعلق کئی قسم کے حالات کا علم نہیں۔ مگر تم اسے اتنا کیوں یاد کرتے ہو۔ یقیناً وہ تم سے ہرمانی کا رشتہ رکھتا تھا؟ یہ کیسا ہے؟ جبکہ نے ایک ایسے آدمی میں جس کے اندر صداقت کی حقیقی جھلک موجود تھی۔ کہا لیکن میں اسے گوارہ دے لے اسی کا دست لگ رہا تھا۔ اور میرے لئے آئندہ گدہ ساقی کی صورت تھا اس کے اوپر کچھ نہ ہوگا۔ اور میں چور کی کارنامہ کو مدد دینا بھی کیا کرتا تھا۔۔۔"

وہ فخر کو نا اکل ہی چھوڑ کر رونے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر ٹم رین کئی پرہیز اظہار کر رہے تھے۔ لگاؤ میں رہا کی بات کی تھی۔ کہ مجھے کھانے کو کہاں ملے گا۔ تو اس بارہ میں ہر قسم کے اندیشے...

کم از کم موجودہ حالات میں دل سے دور کر دیا اور یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے پونڈ نو کی ٹکڑی بھر کر میز پر ڈال دی۔

جیکب کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی اور وہ کہنے لگا "یہ میرے لئے ہیں؟"
"ہاں یہ تمہارا ہی مال ہے۔" برنسن نے جواب دیا مگر اس نے مزید کہہ کر تم مجھے بتا دو سارا ڈیڑھ کو میرے ساتھ مکان واقع لاکس فیلڈ میں کیونکہ علم ہوا وعدہ نہیں اور اس نے دل زدن میں ڈیڑھ بجے کو ساتھ لیکر کس لئے وہاں پہنچا تھا۔

جیکب کہنے لگا "مشرین فورڈ میں آئیے تاکہ سارے حالات یعنی جو کچھ مجھے معلوم ہے بتا دیا جاوے۔" پھر وہ ذرا آواز دبا کر کہنے لگا لیکن اس سے نواٹا یہ ثابت ہو گا کہ میں کبھی طرف سے کسی ہیرا پانی کے سلوک کا منتہی نہیں۔

فیاض دل برنسن نے کہا "تم اگر اس شخص کا کم مٹنے پر مجبور تھے جو تمہارا دوزخی ساتھی تھا تو اس کے لئے میں تمہیں شکوہ دار نہیں قرار دیتا۔ لہذا تم اس شخص کی کوئی چیز کو لے کر اس کے لئے جانے لائی تھیں معلوم ہو گیا کہ وہ جس وقت جیکب سونے کے سکڑے کو سمیٹ رہا تھا اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک اور رخساروں پر سرخی کی جھلک پیدا ہو گئی۔ نقدی کو جیبوں میں بھر کر وہ کہنے لگا "مشرین فورڈ میں آپ کو اس سچہ بہت زیادہ حالات بتا سکوں گا۔ جن کی آپ کو مجھ سے امید ہے اور اگر آپ کل حالات سننا چاہیں۔ تو مجھے لاکس فیلڈ میں دالی رات سے بہت پہلے ابتدا کرنی ہوگی۔"

ٹام ایک سنگار سالگا کر کہنے لگا "تم ابتدا ہی سے شروع کرو۔ یہ تو تمہارے لئے شراب کا گلاس موجود ہے۔ اسے پی لو اور پھر سارے حالات بیان کر ڈالو۔" دیکھو۔ میں پھر خبردار کرتا ہوں۔ سوا حقیقت حالی کے کوئی امر بیان نہ کرنا۔ کیونکہ اگر تم نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی۔ تو میں بہت جلد اسے معلوم کر لوں گا۔"

لڑکے نے کہا "مشرین فورڈ۔" اطمینان رکھے۔ میں ہرگز آپ کو دھوکا نہیں دوں گا۔ یہ آپ کو اس بات کا یقین دلاؤں گا کہ میں بالکل سچ سچ بیان کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میری خواہش نہ ہو تو بھی اپنی عرض کی چیزیں آپ کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہوں۔ اچھا اب سنئے آپ کو وہ دن یاد ہے جب آپ کو بوشریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اولڈ ڈیوٹھ نے مجھ سے کہا تھا "آپ ہلکے کے خراب غلام سے نکلیں تو میں آپ کے پیچھے لگ جاؤں اور معلوم کروں۔" آپ ہنس رہے تھے۔ یا اس کے علاوہ کچھ باتیں آپ کے متعلق معلوم ہو سکیں۔ دریافت کروں؟

جو کس لئے؟ تمام نے پوچھا۔

جیکب بولا: اس وقت اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا۔ مگر بعد کے حالات سے میں معلوم کر چکا ہوں کہ بات کیا تھی اور اسے آپ خود بھی رفتہ رفتہ معلوم کر لیں گے۔ خیر میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا گیا اور میں نے دیکھا کہ آپ کو سر اغراس ڈوئیکس نے گرفتار کر لیا جس کی اطلاع میں نے اولڈ ڈوئیکس کو دی۔ مکان پر دی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ڈاکٹر اور رٹن شا کو بلائے گیا جنہوں نے آپ کا صاف بننا منظور کیا۔ آپ کے بعد میرے سپرد یہ کام ہوا کہ عدالت کے ڈس پاس رہ کر معلوم کروں کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ آپ بال بال کئے گئے اور وہاں آئے۔ اس وقت بھی میں آپ کے پیچھے پیچھے لگا ہوا تھا۔ پھر جب اس پر ہونا کا مقدمہ ختم ہوا تو کسی طرح آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔

تمام نے پوچھا: تم نے اس کی اطلاع اولڈ ڈوئیکس کو دے دی؟

جیکب بولا: ہاں۔ کیونکہ میرا کام ہی یہ تھا۔ اس کے دو تین دن بعد پھر مجھے آپ کے تعاقب میں لگا دیا گیا اور ایک روز سہ پہر کو جب آپ جس کے مکان سے رخصت ہوئے۔ تو میں اسٹرینڈ کے قہرہ خانہ تک آپ کے پیچھے پیچھے گیا۔ وہاں آپ قریباً دو گھنٹے ٹھہرے اور اس کے بعد ایک طویل اقامت تشکیل دے جان کے ساتھ باہر نکلے۔

مجھے یاد ہے: رہزن نے کہا: وہ کلیرنس ولیمز تھا لیکن خیر تم اپنا قصہ بیان کئے جاؤ۔

جیکب بولا: میں یہ سب تفصیلاً صرف اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ آپ کو میرے حال تجھوٹ کا یقین ہو جائے۔ خیر سٹرینڈ سے میں آپ کے اور اس شخص کے پیچھے پیچھے جیج جیج ٹریٹ جیک فرار ہو گیا۔ وہاں آپ دو دن علیحدہ ہو گئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے انیشین اینڈ کیسل نامی سرائے تک گیا۔ جہاں پر ایک جوان عورت اور لڑکا آئے۔

رہزن جیکب سمجھنے لگا: اسٹان میں اب زیادہ دلچسپی لینے لگا تھا۔ کیونکہ اس کا بیان کرنے ہر ایک واقعات کا مزید ثبوت دیا کرتا تھا۔ کہنے لگا: "ہاں وہ دو لڑکا چالی دہش تھا۔"

جیکب نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: خیر آپ اس قانون اور لوگ سے ملے اور جس وقت آپ ایک جوہری کی دکان کے سامنے ٹھہرے تو اس قانون نے اپنی نقاب ہٹائی۔ اور میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔

"۲۴" تمام نے یکایک انہار تعجب کرتے ہوئے کہا۔

جیک براہ میں نے پہچان لیا کہ وہ مس پھڑکی دنیا چھی... گو کیا آپ غما ہو گئے ہیں؟ کیا میری کذبان سے کوئی ایسا لفظ نکل گیا ہے جو آپ کو ناراض کرنے کا موجب ہوا؟
نہیں جیک نہیں۔ رہزن نے کہا۔ اور اب وہ سیاہ بادل جو اس کے چہرہ پر چھا گیا تھا
جھٹک دور ہو گیا۔ تم بیان کئے جاؤ۔

”اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ اس خاتون اور لڑکے سمیت دوکان کے اندر
داخل ہوئے اور بندوں کی جڑی خریدی۔ جیسے آپ نے اس خاتون کے دربر پیش کیا اور
پھر جب آپ دوکان سے باہر نکلے تو میں نے آپ کی زبانی یہ الفاظ سنے۔ یہ ان ہیروں
کا معاملہ ہے۔ جو میں نے تم سے دہائی کر لئے تھے۔ مجھے شک یاد نہیں۔ مگر آپ سنا
الفاظ اسی قسم کے تھے؟“

رین فرڈ براتھماں مجھے یاد ہے۔ میں نے اس قسم کے الفاظ کہے تھے۔ گو کیا بات ہے
میں نے اس عرصہ میں بالکل تمہاری صورت نہیں دیکھی؟
رٹکے نے جواب دیا میں ہمیشہ بڑی احتیاط کے ساتھ کام کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ آپ کو
اس بات کا شبہ نہ تھا کہ کوئی میری نگرانی کر رہا ہے؟
”ہاں کچھ سوچ کر کہنے لگا۔ ٹھیک ہے۔ اچھا تو تم نے یہ سب واقعات اولڈ فچہ سے بیان
کر دیئے؟“

”میں آپ کے پیچھے کس فیلڈس تک گیا۔ اور وہاں سے بیون ڈوئل کو دلہنس آیا جہاں پر
میں نے مشر فز اور سنر فز کو سارے حالات سے واقف کر دیا۔
رہزن نے پوچھا۔“ پھر انہوں نے کیا کہا؟ جیک مجھے سارے حالات سے
واقف کر دو۔“

”انہیں یہ جان کر بہت تعجب ہوا کہ آپ کا اس انفر سے اتنا گہرا تعلق ہے...“
جیک پھر یو ایک مرگ گیا۔ کیونکہ دوبارہ اسے نام دین کے چہرہ پر ایک تاریک
بادل چھایا ہوا نظر آیا۔

رہزن نے دیکھا کہ رٹک خفت زدہ ہو رہا ہے۔ اس کے اطمینان کی غرض سے کہنے
لگا ”جیک تم بیان کئے جاؤ۔ مجھے کبھی کبھی پتہ چلتا ہے کہ سراسر مضائقہ
نہیں تم ذکر اس بات کا کر رہے تھے کہ اولڈ فچہ اور وہ قابل نفرت عورت مسز نیلسن

واقعہ پر بہت شگب ہوئے۔ ہاں پیر انہوں نے کیا کہا؟
 جبکہ بڑے بڑے کہتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے یا اس خاتون نے جہری کی
 دوکان سے کوئی چیز تو بچا کر لائی تھی لیکن میں نے جواب دیا کہ ایسا ہنگہ نہیں ہوا
 رہزن کے ہنٹوں پر نفرت آمیز مسکاہٹ نمودار ہوئی اور وہ زور زور سے ہنگامے سے
 کٹھن لینے لگا وہ بظاہر اس وقت کسی گہری سوچ میں تھا۔

اسے اس حالت میں دیکھ کر جبکہ یہی خاموش رہا۔ اور آخر کار جب جلد منٹ اسی طرح
 گزر گئے۔ فراس نے کہا میں اس دستان کو آگے جاری رکھوں یا بند کر دوں؟
 ضرور جاری رکھوں! نام نے اس کی طرف توجہ ہر کر کہا۔

جبکہ بولا۔ اس کے دس دن رات کے وقت جب میں سٹر بزنز کے
 ہمراہ سو فیملیوں پر رورسل سکر میں چل رہا تھا میں نے مس اسٹورڈی ڈینا کو ایک
 دوکان میں کھڑے دیکھا۔

”جہاں ایک ڈاک خانہ بھی ہے؟“ رہزن نے قطع کلام کر کے پوچھا۔

”جی ہاں۔ وہی۔“ جبکہ نے سلسلہ بیان جاری رکھ کر جواب دیا۔ اور وہ اس وقت
 ایک خط پڑھ رہی تھی۔ وہاں سے وہ ہو بورن کے ڈاکخانہ کی طرف گئی۔ اور میں اور ڈیوٹی
 کے ہمراہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ وہ اپنے ہمراہ ایک خط لائی تھی۔ اسے اس نے
 ڈاک میں ڈال دیا۔ میں اس کے قریب پہنچا اور عین اس وقت جب وہ اس خط کو
 ریوٹس میں ڈالنے لگی۔ میں نے اس کا سر نامہ پڑھ لیا۔

”اور وہ کیا تھا؟“ رہزن فوراً نے پوچھا۔

جواب دانی۔ ”آرٹھر بریڈن سٹریٹ ہاکس فیلڈس“

”اور یقیناً تم نے اس کی بھرپور اور ڈیوٹی کر دی ہوگی؟“

”جی ہاں۔ اور اس نے مجھے حکم دیا کہ اس کے پیچھے جا کر معلوم کروں کہ وہ
 کہاں رہتی ہے۔ میں نے اس کی سکونت گاہ آرٹھر سٹریٹ میں دریافت کی۔ اور
 پھر فیس کے مکان پر وٹ کر اس کی اطلاع بھی سٹر بزنز کو دی۔ وہ بہت خوش ہوا اور
 اس کے بخوٹی اسی دیر بعد آپ آ گئے۔ اس نے آپ کو اس کام پر آمادہ کیا کہ وہ
 اہل پر ایک تاجر اور اس کی بیوی کی گاڑی گننے والی ہے۔ اسے رکھا جائے مگر

ملہ ہی ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ درحقیقت آج کو ٹانے کا پانہ تھا۔
 رین فرڈ برکہ میرا اپنا بھی خیال تھا۔ اور اب میری دانت میں تم اس رات کا ذکر
 کرنے لگے جب تم مشروروز اور ٹو بی فیس کے ہمراہ میری خدمت موجودگی میں میرے
 مکان پر پہنچے۔

”جی ہاں۔“ جیکب نے کہا۔ دوسرے دن علی الصبح مجھے اولڈ ڈوٹیج نے اس کام کا پاور
 کیا کہ گریٹ آرٹڈ سٹریٹ میں ٹھہر کر دیکھوں۔ اس آسمان کیس باہر جاتی ہے یا نہیں۔ میں نے
 اب کیا اور کئی بار اسے کھڑکی کے قریب دیکھا جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ گھر پر ہے
 شام کو اولڈ ڈوٹیج اور سٹریٹس مجھے ساتھ لے کر بریڈن سٹریٹ میں آپ کے مکان کے
 بالقابل شراب خانہ میں پہنچے۔ راستہ میں انہوں نے مجھے بتایا کیا کام پیش ہے۔ کام یہ تھا کہ
 ہم اس راٹ کے کو بھگالے جائیں۔۔۔“

”غریب چارلی راٹس کو؟“ رین فرڈ نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ کیونکہ وہ اس طرح
 کے لئے آمادہ نہ تھا۔ مگر اس غریب نے ان کا کیا بھگاڑا تھا؟ یادہ اس کو کیا تکلیف
 دینا چاہتے تھے؟“

جیکب بولا مجھے تحقیق معلوم نہیں۔ اور میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ٹو بی فیس کو بھی اس کا
 علم نہ تھا۔ لیکن جہاں تک میں معلوم کر سکا ہوں۔ اس واقعہ کا تعلق اس خط کے ساتھ تھا
 جو اولڈ ڈوٹیج کی جیب سے گر پڑا۔ اور جسے میں نے اٹھا لیا تھا۔ اس پر ساراہ دانش کے
 دستخط ہیں۔“

”وہ غریب عدت جو فیس کے مکان پر گر گئی تھی؟“ رہزن نے کہا۔ ”دکھاؤ وہ خط
 کہاں ہے؟“

جیکب بولا ”یہی ہے۔“ اور یہ لیکر اس نے وہ مٹی نام رین کے سامنے رکھ دی۔
 رہزن نے اسے بڑی توجہ اور گہری دلچسپی کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ مگر اسے یہ
 دیکھ کر سخت ایڑی ہوئی کہ اس سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ یہ خط کس کے نام لکھا گیا تھا۔
 تھوڑی دیر گہری سوچ میں رہ کر رین فرڈ نے کہا ”جیکب میں اس خط کو اپنے
 پاس رکھنا چاہتا ہوں۔“

”اگر کے نے جواب دیا۔“ رکھ لیجئے۔ بہر حال اب آپ دیکھ سکتے ہیں کہ آپ سے

گفتگو کرنے میں میری نیت باطل صاف ہے۔“

”بالکل۔“ رہزن نے ایسے انداز سے کہا۔ مگر بادہ گھری سوچ میں ہو۔ اس وقت اسے اولڈ ڈیوڈ کا وہ بیان یاد آیا جس میں اس نے کہا تھا کہ میرا ایک خط کہیں گم ہو گیا ہے ایک طرحی دفعہ کے بعد اس نے کہا۔ ”جیکب تم پرچہ کہتے ہو۔ کچھ شک نہیں۔ وہ پاجی بڑھا اس چٹھی کے سلسلے میں لٹکے کو اغرا کرنا چاہتا تھا۔ شاید اسے چارلی کی ولادت کے راز کا کوئی سراغ مل گیا تھا۔ اور وہ اس راز سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ لیکن اگر ایسا ہی تھا۔ تو یقیناً اس کے پاس اس چٹھی کے علاوہ کوئی اور سراغ بھی ہو گا۔ کیونکہ اگرچہ اس خط میں بہت کچھ درج ہے۔ مگر اس معاملہ پر اس سے بھی روشنی نہیں پڑتی۔ کہ چارلی کی ان حقیقت پر کن ہے۔“ چہرہ جیکب کو مخاطب کرنے کی بجائے بظاہر اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ”خیر زمانہ ان اسرار کو حل کر لے گا۔“

جیکب بولا۔ ”مٹا یاد آپ کو معلوم نہ ہو۔ مجھے گریٹ آرمنڈ سٹریٹ میں اس عرصے سے مبعوث کیا گیا تھا۔ کہ معلوم کروں میں آتھر آپ کے پاس جاتی ہے یا نہیں؟“

”میرے پاس؟“ رہزن فرڈ نے سخت تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ لیکن خیر نہیں کئے جاؤ۔“

”جس وقت میں اولڈ ڈیوڈ تھا اور ٹو بی نیس کے ہمراہ چلا آئو وہ گھر پر ہی تھی۔ اس لئے ہم نے سمجھا۔ یہ امر بھی ہمارے فائدہ کا ہے۔ مگر آپ ہمارے تعجب کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب ہم اس رات آپ کے مکان کی خواہنگاہ میں داخل ہوئے۔ اور وہاں دیکھا کہ...“

”بس۔ جیکب بس؟“ رہزن فرڈ نے بڑی بے چینی کے لہجہ میں کہا۔ ”اب تم یہ بتاؤ۔“

اولڈ ڈیوڈ میرے متعلق ہر ممکن امر دریافت کرنے کے لئے کیوں اس قدر بے چین تھا؟“

”لڑکے نے کہا۔“ داد۔ آپ اب تک معلوم نہیں کر سکے۔ وہ جانتا تھا۔ آپ سے بہت فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ کسی طرح آپ کو اپنے بس میں لانا چاہتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ کے متعلق سارے حالات۔ سے باخبر ہو کر...“

”جیکب میں سمجھ گیا۔“ رہزن نے چھری سے قطع کلام کر کے کہا۔ ”تم بہت پلھے لڑکے ہو کہ مجھے ان سارے حالات سے واقف کر دیا اور اگر تمہارا پانا آقا قیج بیج دیا ہی عدم ہو گیا۔“

تو میں تھیں محتاج نہ رہنے دنگا۔ جبکہ میرا لندن میں زیادہ عرصہ ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تھا
میں چند دن میں پھر تم سے ملوں گا۔ اور ہم اس سوال پر غور کریں گے کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔
اں ایک بات مجھے تم سے اور پوچھنی ہے۔ تم بتا سکتے ہو۔ یہ خط اولڈ ڈیوٹیج کے ہاتھوں
تک کیونکر پہنچا؟

جناب مجھے معلوم نہیں۔ لیکن ظن غالب یہ ہے کہ مسٹر بنس کو یہ خط غریب مرزا والی
کی جیب میں ملا ہوگا۔

تو میرا بھائی گمان بھی یہی ہے؟ رین فڈ نے جواب دیا۔ اور غالباً مرزا دینا ہوگا
کس قدر ذلیل عورت ہے کہ باوجود کیئر معاوضہ حاصل کرنے کے اس نے یہ خط اپنے پاس
رکھ لیا۔ مگر کیا مضائقہ ہے۔ باوجود اس کی اپنی اور اولڈ ڈیوٹیج کی کوششوں کے یہ
خط مجھ تک پہنچ گیا۔ اچھا جبکہ اب تم اپنے متعلق کچھ بیان کرو۔ کہ مسٹر بنجمن برنز کے
اں کام کرتے کتنا عرصہ گذرا؟

اٹھ کا دواڑے کا ش آپ کے پاس وقت ہوتا۔ اور آپ میری ساری سرگزشت
سننے۔ ہذا معلوم کیا بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔ آپ کو سیکر حال سے بہت ہڈی
ہے اور میرے جذبات ان خود آپ کی طرف کچھ پلے جاتے ہیں۔ مجھے یہ سوچ سکتی
نہیں ہوتا ہے کہ میں نے آپ کے خلاف کسی کام میں حصہ لیا۔ جس رات میں آپ کے
پہچے مجھے لاکس فیلڈس تک گیا ہوں۔ سیکر دل بد نفعے چال کو آپ کے ہمراہ دیکھ کر
بہت ہی اثر ہوا تھا۔ میں سوچتا تھا۔ آپ اس کے ساتھ کتنی مہربانی سے پیش آرہے ہیں
اور آپ کی طبیعت میں کس درجہ رحم کا مادہ ہے۔ جب میں بنس کے مکان پر واپس
گیا۔ تو جی نہیں چاہتا تھا۔ آپ کے خلاف ایک لفظ بھی اولڈ ڈیوٹیج سے بیان کروں کیونکہ
اندیشہ تھا کہ آپ کو مرزا پہنچائے گا۔ پھر اس نے آئندہ پوچھتے ہوئے کہا۔ بہر حال اس
نے میرے حالات مجھ سے دریافت کر لئے۔

جبکہ اس طرح سانسف دیکھ کر میں غور کے دل پہ بھی بہت اثر ہوا۔ اور وہ کہنے
لگا۔ "خیر جو کچھ ہوا۔ اس کا ذکر جانے دو۔ تمہارے آج کے بیان کردہ واقعات نے گزشتہ
نقصان کی پورے طور پر تلافی کر دی ہے۔ اس کے علاوہ میں اپنے بیان کو چکا ہوں
تم مجبور تھے کہ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرو۔ پھر اس نے جیب سے طسلائی نکالی

نکال کر دیکھی اور کہنے لگا۔ اچھا اب اگر تم اپنی سرگزشت بیان کرنا چاہو۔ تو میں نہیں ایک گھنٹہ سے سکتا ہوں۔ میں اسے نہیں لگا رہتا۔ ہوں گا۔ تم حالات بیان کئے جانا۔

راکے نے شوق سے کہا میں اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن میں پھر عرض کرتا ہوں۔ میرا داستان بہت لمبی ہے۔ ایسا نہ ہو آپ آگیا جائیں۔

دین فرڈ براٹھنا نفعہ نہیں۔ تم اسے جس طرح بیان کرنا چاہو۔ کرو اور طوالت کی پروا نہ کرو۔

اتنا کہہ کر بہن اطمینان کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا اور جبکہ نے اپنی سرگزشت ان لفظوں میں بیان کرنی شروع کی۔

باب ۳۸ جیک سمٹھ کی سرگزشت (۱)

میرے حافظہ کی ابتدا اس زمانہ سے ہوتی ہے۔ جب میں چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہمراہ دن بھر گلیوں میں کھینچا چرتا تھا۔ ہم سب بچے اپروائٹ کراس سٹریٹ سینٹ وکس میں ایک بڑے صبا کے پاس رہتے تھے۔ جس نے بظاہر ایک بورڈنگ سکول کھول رکھا تھا۔ اور وہ ایک سنگ آئندہ نہیں ہفتہ وار لیکچر ہمارے تعلیم اور خدا کے انتظام کرتی تھی۔ مگر اس کا کام یہ تھا کہ علی الصبح ہمیں سے ہر ایک کو باسی سخت روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں دے کر گھر سے نکال دیتا اور شام کو جب تاریکی چھینے لگتی۔ تو ہمیں اس پاس کی گلیوں سے ڈھونڈ کر گھر لے آتی تھی وہاں لاکر وہ ہمیں سے ہر ایک کو روٹی کا ایک ٹکڑا ارات کے کھانے سے لئے دے دیتی اور پھر ہمیں حکم دیتا تھا کہ اپنی اپنی جگہ پر جا کر سو جاؤ۔ ہمارے سونے کی جگہ کیا تھی ذرا اس کا ذکر ہی سن لیجئے۔ ایک پھرٹ لیجے۔ سڑھے چارٹ چڑھے چھٹے سے کوہ میں جھور کے ڈھیر چنڈ پرانی چٹانیاں کھجی ہوئی تھیں۔ اعداد ان پر ہم درجن بہرے پڑ کر سو رہتے تھے۔ چونکہ کھانا پیٹ بھر کر نہیں تھا۔ اس لئے اکثر بہت رات گئی تک بکلتے رہتے مگر آخر تھک کر خود ہی سو جاتے۔ علی الصبح وہ ہمیں بھر بیدار کر دیتی۔ اور ہم پھر اسی طرح گلیوں میں آدراہ گڑھی شروع کر دیتے۔

میں نے بیان کیا کہ ہم بارہ کے قریب را کے اس بڑے صبا کی نگرانی میں رہتے تھے

جیسے ہم اہل بیس پہلے بچا کر لے گئے تھے۔ ہم میں سب بچے غریب والدین کی اولاد تھے۔ جو خود دن بھر محنت مزدوری کرنے اور بچوں سے نہایت محال کرنے کے لئے انہیں اس بڑھی عورت کے ہاں چھوڑ رکھتے تھے۔ ہم میں سے چند ہمسایہ کی خاموشیوں کی ناجائز اولاد تھے لیکن کم بیش ہر ایک کے والدین گاہ بگاہ انہیں دیکھنے آتے اور چند پنس خرچ کرنے کو دے دیتے تھے۔ میں اس لحاظ سے ان سب میں زیادہ پر نصیب تھا۔ کہ مجھے کبھی کوئی دیکھنے کے لئے نہیں آیا۔ یا اگر کوئی آیا۔ تو مجھے اس کا علم نہیں۔ اسی طرح میری عمر فرسٹ کی ہو گئی۔ اور اس وقت مجھے آنا معلوم ہوا کہ کوئی شخص ہر پچھتے سینچر کی صبح کو بڑی بات سادگی کے ساتھ ۲۰ پنس میرے گھر کے لئے اہل بیس کی خاطر اس کے سو م تہی دالے کی دوکان پر چھوڑ جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ اہل بیس کو بھی اس بات کا علم تھا کہ میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ کیونکہ یوں تو وہ ہم میں ہر ایک کو بہت دھمکا رہتی تھی لیکن مجھے باقیوں سے دس ہزار گنا زیادہ دھمکا یا کرتی تھی۔

جیسا میں نے پہلے بیان کیا۔ اس کا قاعدہ تھا۔ وہ ہم میں سے سب بچوں کو جن میں سے بعض اتنے چھوٹے تھے۔ کہ مکمل چل سکتے تھے۔ دن بھر گلیوں میں نکال رکھتی تھی۔ ایسے حالات میں قدرتی حد پر گاہ بگاہ ناگوار حادثات ظہور میں آتے رہتے تھے۔ کبھی کوئی بچہ کسی گلائی یا گھوڑے کی جھپٹ میں آکر زخمی ہو جاتا یا مر جاتا تھا آخر ان کے صدمہ میں لاش کے متعلق افسر مرگ کی تحقیقات نہ ہوتی تھی اور اس طرح ہر اہل بیس کی فحش حکام بالادست سے بالکل پرستشیدہ رہتی۔ اس کا قاعدہ یہ تھا کہ جو بچہ اس طرح مر جائے۔ اسے کسی درستی میں لپیٹ کر دیہات میں لے جاتی اور کسی خندق یا جڑ میں چھپک آتی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اہل بیس کو فرصت نہ ملتی۔ یا کوئی اور وجہ پیش آتی۔ تو کسی مردہ بچے کی لاش ہمارے کمرہ میں ہی دنوں بڑی سڑا کرتی تھی۔ ایسے موقعوں پر ہم باقی ماندہ بچے تاریکی میں اس لاش کے پاس جاتے خوف کھاتے تھے لیکن چونکہ ہماری خراب گاہ مری تھی۔ اس لئے ہم وہیں بیٹھ کر چنچا سہلا یا کرتے اور کبھی اس زور سے شور مچاتے کہ ہماری آواز ہمارے کے شراب خانہ میں جڑھیا کے کانوں تک پہنچ جاتی۔ اور اس وقت وہ شراب اور گفتگو کا مذاکرہ کر رہے ہوتے اور اس قدر راض ہوتے کہ ہمیں بددوری سے زور دے کر کہنے لگتی تھی۔

کبھی کبھی کوئی بچہ کم ہو جاتا۔ اس کی اطلاع پا کر اگر اس کے والدین مفسرہ یا ناراض ہوتے۔ تو ان میگیس اس کی تلاش شروع کر دیتی۔ ورنہ عام طور پر وہ ایسے مصلحت پر بہت کم توجہ دیتی تھی۔ بچوں کے لئے بورڈنگ ہوس کھولنے کے علاوہ اس نے مکان کے بعض صحنے مردوں اور عورتوں کو کرایہ پر بھی دے رکھے تھے۔ اور چونکہ اسے جبکہ زیادہ پردہ اگر ایہ کی ہوتی تھی۔ اس لئے میگیسوں کے اخلاق کی طرف بالکل توجہ نہ دیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا مکان کسی دوستدار رج کے کوٹھی خانہ سے کم نہ تھا۔ وہ ہر وقت عظیم الفرستی کی شکایت کیا کرتی۔ اور اگر شراب خانہ میں موجود رہتا فحش خاص سمجھا جاسکتا ہے۔ تو کچھ شک نہیں کہ اسے اور کاموں کے لئے بالکل وقت نہ مل سکتا تھا۔ وہ نہ کبھی مخمور اور نہ پورے طور پر ہمیشہ میں نظر آتی۔ البتہ نیم سرور کی سی حالت میں دکھائی دیا کرتی تھی۔ شراب پینے کی عادت نے اس کے مزاج کو اور بھی چڑچڑا اور نہ درج بنا دیا تھا۔ اور بار بار میں نے اسے دوسری عورتوں سے اس قدر لڑتے دیکھا۔ کہ ناخنوں سے چہرہ پھل جاتا۔ اور خون بہنے لگتا تھا۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سب واقعات جو میں اماں میگیس کے مکان کی نسبت آپ کو بتا رہا ہوں۔ یا اُمیندہ تباہی والا ہوں۔ اس وقت جبکہ میں دماغ بچہ ہی تھا میری نظروں میں نہیں آتے تھے اور نہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ لیکن جب میں بڑا ہوا اور میری عمر آٹھ نو سال کی ہو گئی۔ تو کچھ میں نے وہاں دیکھا۔ اسے بخوبی سمجھنے لگا۔ اس سے پہلے جو باتیں میں نے قابل فہم تھیں۔ وہ اب بعد کے تجربات اور غور و فکر کی بدولت پورے طور سے واضح ہو چکی ہیں۔

آپ کو اس بات کا تعجب ہو گا۔ کہ ہم چھوٹے چھوٹے بچے شب و روز صرف ایک ٹکڑہ روٹی پر کیونکر سیراوقات کرتے تھے۔ بات یہ ہے۔ گلیوں میں پھرتے ہوئے ہمیں جو چیزیں ملتی۔ بسی۔ کچی۔ پکی۔ گری پٹری نظر آتی۔ اسے اٹھا کر چٹ کر جلتے تھے اماں میگیس کے مکان کے پاس ہی رائٹ کر اس سٹریٹ میں ایک کوڑے کرکٹ کا پتلا رکھا رہتا تھا۔ دن کے ایک بجے ہم سب بچے اس کے پاس جمع ہو جاتے اور ہم سائے اس کے اندر آنٹوں کے چھلکے سبزی کے ٹکڑے۔ یا کھانے کی چیزوں کا بچا ہوا چورا ڈال دیتے تو ہم اسے نکال کر کھا جلتے۔ اس قسم کی فالو چیزیں جنہیں گریلاؤ سمجھ کر وہاں

پھینک جاتے تھے۔ ہم بڑے شوق کے ساتھ کھاتے تھے۔ ابلے ہوئے آؤڈن کے پھلے ہماری من بھائی خوراک تھی۔ اور چونکہ ہم میں سے ہر ایک نیم لگرسنگی کیمالت میں ہوتا تھا۔ اس لئے اہلی ہوئی پھلیوں کے مربا بیکار تھے ہی ہم بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ اس کے علاوہ ہمارا طریقہ تھا کہ گلیوں میں اردھرا دھڑ گھومتے پھرتے اور اگر موقع ملتا۔ تو کسب و کار کے ماں سے خام گوشت لاکھڑا یا پیرا بٹھالائے ریاسی بڑھیا ہری فروش کے ڈاکرے سے شلغم یا ککڑی یا کھجور چرا لیتے اگر کچھ اور نہ ملتا تو ادنیٰ بکے گوشت کی دوکانوں سے ناکارہ گوشت کے ٹکڑے ہی اٹھا لیتے۔ اس قسم کا گوشت چرما چونکہ ہمارے لئے بنتا سہل تھا۔ اس لئے ہم اسکے سب سے زیادہ شایان رہتے تھے۔ ہمارا تاعدہ تھا کہ سب لڑکے مل کر اس گوشت کو کسی تاریک مقام پر چھپا دیتے۔ اور باری باری جا کر اس وقت تک اس کا کچھ حصہ کھاتے رہتے۔ کہ وہ سب کا سب ختم ہو جاتا مجھے اندیشہ ہے۔ آپ ان تفصیلات کو سن کر مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے۔ لیکن چونکہ آپ نے مجھے اس بات کی اجازت دی تھی۔ کہ میں اپنی سرگزشت اپنے طریق پر بیان کروں۔ اور میں یہ بھی جملانا چاہتا ہوں۔ کہ اس قسم کی زندگی میری طبع سینکڑوں ہزاروں بچوں کو سرگرمی پڑتی ہے۔ اس لئے میں ان تفصیلات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جب کہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو گلیوں میں آوارہ پھرتے دیکھتا ہوں۔ تو اپنی حالت کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اور میرا خون اس خیال سے مرد ہو جاتا ہے۔ کہ اس وقت جبکہ بنی نوع انسان کا ایک فریق شاد نگار گلیوں میں سیر کرتا اور نفیس محلات میں سکونت رکھتا۔ ہے۔ ایک اور طبقہ ان لوگوں کا بھی ہے۔ جنہیں پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا اور جس کے افراد کو کسی حیوان کی سڑی ہوئی لاش ہی مل جائے۔ تو وہ اسے خوان بخور سمجھتے ہیں۔

آپ یہ سوال کریں گے کہ کپڑوں کا ہمارے لئے کیا انتظام تھا۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے۔ ۲۰ پنس ہفتہ وار میں اماں میگزین ہمارے لئے کپڑے جہان کر سکتی تھی۔ اس بارہ میں میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے تن پر صرف برائے نام کپڑا ہوتا تھا۔ ٹوپی۔ جوتا اور موزے ان چیزوں کی نسبت تو میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ نہایت چھوٹی عمر سے ایکسجن کی یاد میرے دل میں باقی ہے۔ ۹ سال کی عمر تک میں نے کبھی انہیں نہیں پہنا۔ عام طور پر ہر

بین پر صرف ایک دیدہ فراک ہوتا تھا۔ اور گرمی ہو یا سردی۔ اسی کو چارے لئے کافی سمجھا جاتا تھا۔ مگر دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ پچھٹے ہوئے فراک کہاں سے آتے۔ تو اس کا میرے پاس کچھ جواب نہیں۔ اور مجھے خود یہ سوچ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہ ایک کپڑا بھی کس لئے ہمارے واسطے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ کسی بچے کے والدین اسے لینے آتے اور وہ اس کے لئے نئے کپڑے ساتھ لاتے تھے۔ ایسی حالت میں اس لڑکے کے پچھٹے ہوئے کپڑے اس بچے کے لئے مخصوص کر دئے جاتے۔ جو باقیوں میں سب سے مشکستہ حال ہو۔ کبھی کبھی ہمسایہ میں کوئی ہمدرد شخص کوئی ایسا فراک اماں میگزین کو دے جاتا جو اس کے لئے بیکار ہو۔ اور اگر کبھی ہمارا دادا لگتا۔ تو ہم خود بھی اس قسم کا کپڑا کہیں سے چرا لاتے تھے۔ آپ پوچھیں گے۔ جوتے کس لئے نہیں چراتے جاتے تھے۔ بات یہ ہے کہ موثر ملتا۔ تو ہمیں ان کے چرانے میں بھی مدد نہ ہوتا تھا۔ لیکن چونکہ جوتے ہمارے لئے ایک نالتو چیز تھے۔ اس لئے ایسے موقعوں پر ہم میں سب بڑا لڑکا چراتے ہوئے جوتے کو کسی ادلے دوکاندار کے ہاتھ فروخت کر آتا تھا۔ اور اس آمدنی سے ہم اپنے لئے مزید خوراک کا انتظام کر لیتے تھے۔ لیکن ایسے واقعات شاذ و نادر ظہور میں آتے تھے۔ اور انہیں اگر ہم اپنی افسوسناک یکسانیت کی زندگی میں خوشگوار ایام قلیل قرار دیتے۔ تو کچھ بے جا نہ تھا۔ کیونکہ اس پاس کے دوکاندار ہمیشہ خبردار رہتے۔ اور ہمیں دوکان کے پاس ٹھہرا نہ ہونے دیتے تھے۔

اماں میگزین کے زیر اہتمام جس قدر بچے تھے۔ ان کی عمریں تین سے دس سال تک مختلف تھیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بڑے ہمیشہ چھوٹوں پر سختی کیا کرتے تھے۔ اور منتر میگزین ہم سب پر حکومت کرتی تھی۔ ہر چند کہ ہم سب مبتلائے مصیبت تھے۔ مگر اس مصیبت نے بھی ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے متعلق ہمدردی کا احساس پیدا نہ کیا۔ بخلاف ازیں ہم آپس میں لڑتے جھگڑتے اور جہاں تک ممکن ہوتا۔ ایک دوسرے سے برسلو کی کرتے تھے میں اپنے بیان کو واضح کرنے کے لئے آپ کو اس زمانہ کا ایک قاعدہ سناتا ہوں۔ اگرچہ اب جب میں اس پر غور کرتا ہوں تو میرے بون میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور لہذا بالبعد میں میں نے اس واقعہ کو سوچ کر بار بار رنج و تاسف کے آنسو بہاتے ہیں۔

ہم میں ایک لڑکا آٹھ سال کی عمر کا ٹب ٹکرو نامی تھا۔ جو باقیوں کے ساتھ انتہادرجہ کی

برسلو کی کیا کرتا تھا جب کبھی وہ مجھے تنہا روٹی کھاتے دیکھتا۔ تو میرے ہاتھ سے چھین کر لے جاتا اور امل میگیس کی الماری سے بہت سی چیزیں خود چرا کر دے انہیں مجھ سے غریب کر دیا کرتا تھا۔ اس پر وہ بڑھیا سخت قہر آلود ہو کر مجھے بیدردی کے ساتھ زد و کوب کرتی اور جب اس لڑکے کا ظلم و تشدد ناقابل برداشت ہو گیا۔ تو میں نے اسے ختم کرنے کے لئے کوئی انتہائی کارروائی عمل میں لانی ضروری خیال کی۔ ان دنوں ہر خیز کہ میری عمر ۱۵ سال سے صرف تھوڑی زیادہ تھی۔ تاہم میرے دل میں انتقام کا اہمیت خوفناک جذبہ پیدا ہو گیا میں نے اپنے پیٹھ پر دوں میں ایک بسی پن چھپا رکھی۔ اور ایک دن ٹب ٹکونے مجھ سے باسی روٹی کا ٹکڑا جو امل میگیس نے مجھے دیا تھا۔ چھیننا چاہا۔ تو میں نے وہ پن اس کی دائیں آنکھ میں گھونپ دی۔ اس نے زور کی چیخ ماری۔ جسے سن کر امل میگیس بھی دوڑی آئی۔ میں اس قدر خوف زدہ ہوا کہ اسی مقام پر کھڑا رہ گیا اور کہیں ہل کر نہ جاسکا۔ ٹب ٹکونے بڑھیا سے ساری داستان بیان کی۔ میں یہ سوچ کر رشتہ براہ نام ہو جاتا تھا کہ اب یہ ظالم مجھے جان سے مار دے گی۔ مگر آپ یسٹن کو حیران ہوں گے۔ کہ اس نے الٹا میری طرف داری شروع کر دی۔ اور کہنے لگی۔ تم نے جو کچھ کیا وہ بالکل مناسب تھا۔ ٹب ٹکونے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔ اگر تم اس لڑکے سے دوسری آنکھ بھی زخمی کر لو۔ تو اپنے والدین کے لئے مکمل خزانہ ثابت ہو گے۔ کیونکہ اندر سے بچوں کو ٹب ٹکونے سے زیادہ خیرات دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کانٹا ہونے سے کچھ بھی فائدہ نہیں مجھے ملے۔ یہ خوفناک الفاظ اس طرح یاد ہیں۔ گویا ابھی کل کی بات ہے خصوصاً اس لئے کہ بعد ازاں اس کی پیش گوئی لفظ بہ لفظ راست ثابت ہوئی۔ جیسا کہ میں گے چل کر آپ سے عرض کر دے گا وہ خوفناک انتقام جو میں نے اس لڑکے سے لیا۔ اس کی بدولت اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ کے لئے نہ صرف وہ مجھ سے خوف زدہ رہنے لگا بلکہ اسی لڑکے سے بھی میرا رعب تسلیم کرنے لگے۔ اور میری زندگی اس لحاظ سے قدرے بہتر ہو گئی۔ کہ اب مجھ سے اتنی برسلو کی نہ ہوتی تھی۔ جس قدر پہلے ہوا کرتی تھی۔ امل میگیس کا تسک بھی میرے ساتھ چلے سے بہتر ہو گیا۔ کہ اس کی صحیح وجہ مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ خدا معلوم اس پر بھی میرا رعب طاری ہو گیا۔ یا وہ میرے خصلت کی مداح بن گئی۔ بہر حال اب وہ مجھ سے نسبتاً کم بدسلوکی کرتی۔ گو کھانا پھر بھی پہلے ہی طرح کافی ہی ملتا رہا۔

واقعات مذکورہ کے قریباً ڈیڑھ ماہ بعد ٹب ٹکر کے والدین دیہات سے جہاں وہ
 فصل لکھنے گئے تھے۔ لندن کو واپس آئے۔ وہ شام انہوں نے اماں میگیس مکان پر ہی بسر
 کی۔ اور اس تقریب پر پاس کے شراب خانہ سے جن شراب کی بے شمار بوتلیں لائی گئیں۔ یہ
 باتیں مجھے بعد ازاں اپنے ساتھیوں سے معلوم ہوئیں۔ کیونکہ میں تو اس خوف سے اس لڑکے
 کے والدین کے سامنے ہی نہ ہوتا تھا۔ کہ وہ اپنے بچے کو لانا دیکھ کر مجھ سے اس کا انتقام لینے
 آخر جب ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔ تو میں مکان پر واپس آیا۔ اور اس افسردہ کن کرہ میں پہنچا
 جہاں میرے ساتھی پہلے ہی بھوسے کے اوپر بچھے ہوئے ٹاٹ پر پڑے سوتے تھے۔ ٹب
 ٹکر بھی انہی میں شامل تھا کیونکہ میں نے اسے بائیں کرتے سنا۔ وہ باقی لڑکوں کے
 ساتھ میرے والدین نے چند دن کے عرصہ میں مجھے بھی اپنے ساتھ دیہات کے چلنے
 کا وعدہ کیا ہے۔ لڑکیوں میں سے ایک نے... کیونکہ اگرچہ میں یہ بیان کرنا بھولی گیا۔ مگر
 امر واقعہ یہ ہے کہ اماں میگیس کے ہاں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہی نہ پر تھیں تھے۔ اس سے
 بچہ چاہتا تھا۔ والدین نے اس حادثہ کی نسبت کیا کہا۔ اس نے جواب دیا وہ اسے سنسکر
 ہنس پڑے تھے۔ اور کہنے لگے ہم اس سے بھی فائدہ کی کوئی صورت پیدا کر لیں گے۔ یہ
 بائیں ہو رہی تھیں۔ کہ اسے میں اماں میگیس نے دروازہ کھولا۔ اور شمع کاجھ میں لئے کرہ میں
 داخل ہوئی۔ ٹب ٹکر سے مخاطب ہو کر اس نے کہا تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ تمہارے والدین
 تمہارے لئے ایک تحفہ لاتے ہیں۔ ٹب یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور اماں میگیس کے ہمراہ ایک
 پچھلے کرہ میں گیا جہاں اس کے والدین بیٹھے تھے اور ہم باقی لڑکے اس تاریک کرہ میں
 پڑے ہوئے نیم گرہنگ کی حالت میں اس سچ کی حالت پر رشک کرنے لگے جسے انھیں کھانا
 کھانے کے لئے بلایا گیا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ اس رات میں بہت دیر تک رد و مار نہ کھاتا تھا۔ افسوس میری دوستوں
 یا رشتہ داروں میں سے کبھی کوئی مجھ سے ملے نہیں آیا۔ اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میرے
 والدین زندہ ہیں یا مر گئے۔ سنسکر میں نے اس بارہ میں سوالات پوچھے
 تھے کہ میرے والدین کہاں ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔ مگر جواب کی بجائے وہ مجھے ایک گھٹ
 رسید کیا کرتی تھی۔ اس لئے میں نے یہ سوال پوچھنا چھوڑ دیا۔ باوجود اس کے کئی بار میں
 اپنی افسوسناک اور زار حالت پر غور کر کے ہانسیاں اٹھاتا تھا۔ مگر ہونا معلوم ہوتا۔ میرا دل ٹوٹتا

جلد ہے کیونکہ اگرچہ میں بالکل نو عمر تھا۔ تاہم جب اپنی عمر کے یا نسبتاً چھوٹے بچوں کو دینا میں آسودہ حال دیکھتا۔ تو بے اختیار دل میں ایک کسک پیدا ہوتی تھی۔

جب ٹب ٹکروں سے چلا گیا۔ تو ہم باقیانہ لڑکے اس بارہ میں کھنکھانے لگے کہ وہ کتنا خوش نصیب ہے۔ کہ آج اسے نفیس کھانا کھانے کو ملیگا۔ پھر ہم نے اس بارہ میں قیامت اڑانے شروع کئے۔ کہ اسے کیا کیا کھانے کو دیا جائے گا۔ یکا یک ایک ہنایت جو خاک جگہ و زنج اس مکان کے ہر حصہ میں گونج اٹھی۔ جسے سنکر ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر چلا۔ مارے ہشت کے سانس روکے۔ ہم ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہو کر لیٹ گئے۔ کوئی اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکال سکتا تھا۔ کیونکہ ہر ایک پر ہم خوف طاری تھا۔ آخر کار اسی حالت میں نامعلوم کس وقت ہمیں نیند نے غوش میں لے لیا۔ صبح کی کھلی اور میں صبح میں نکلنا۔ تو پہلا نظارہ جو مجھے دکھائی دیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ بد نصیب ٹب ٹکروں کے والدین بازو سے پکڑے جاتے تھے۔ کیونکہ اب وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو چکا تھا یہ حالت دیکھ کر مجھ پر اس ترخونہ طاری ہوا کہ میں دوڑ کر گلی میں نکل گیا۔ اور کچھ گلیوں اور بازاروں میں آواہ پھرتا رہا۔ انتہائی خوف کی وجہ سے بھوک اور پیاس کا احساس بھی زائل ہو گیا۔ میرے دل میں اب اماں میگیس کی طرف سے اس قدر خوف جاگزیں تھا کہ باقیوں کے ساتھ ملکر اس کے سامنے روٹی کا ٹکڑا لینے کے لئے حاضر ہونے کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ برسات کے دن تھے اور پانی برس رہا تھا۔ اس حالت میں میں دن بھر خشکے پاؤں۔ خشکے سر۔ زار زار روتا مختلف گلیوں اور بازاروں میں آواہ پھرا کیا۔ کبھی خاموش ہو جاتا۔ کبھی پھر رونے لگتا۔ لیکن اس شخص کی طرح جسے حالت خواب میں پھرنے کی عادت ہو قدم بردار آگے کیا اٹھ کر رہے تھے۔ شام ہونے کو آئی۔ میں مارے بھوک اور پیاس کے فرش زمین پر گر جاتا تھا۔ اور آخر کو ٹی پارہ کا نہ دیکھ کر پھر اماں میگیس کے مکان ہی کی طرف بولتا۔ جہاں آخر میں بصد دھوا ری پہنچا۔ معلوم ہوتا ہے۔ سر میگیس نے صبح کی روٹی تقسیم کرتے وقت میری عدم حاضری کو محسوس نہیں کیا تھا۔ کیونکہ شام کا کھانا اس نے مجھے باقیوں کے ساتھ بغیر کسی اعتراض کے دے دیا۔ اور میں پھر اسی کیفیت کمرہ میں پڑ کر سو رہا۔

اسی طرح چھینے اور سال گذرتے گئے۔ یہاں تک کہ میری عمر نو سال کی ہو گئی۔ اب

میں جو کچھ دماغ دیکھتا تھا۔ اسے زیادہ اچھی طرح محسوس کرنے لگا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ مسٹر میکس کے مکان میں اس سے بہت زیادہ خرابیاں ظہور میں آتی ہیں۔ جن کا مجھے کبھی خیال ہی نہ ہو سکتا تھا۔ میں نے بیان کیا کہ ہم لڑکے اور لڑکیاں یکجا پڑھتے تھے۔ ان حالات میں اگر فریقین کے اخلاق پر برا اثر پڑے۔ تو تعجب کی کیا بات ہے۔ مکان کا باقی حصہ باغیچہ اشخاص کے لئے ایک تہوہ خانہ کا کام دیتا تھا۔ مسٹر میکس لڑکیوں کے ساتھ لڑکوں کے بہترین لڑکے کرتی تھی۔ مگر لڑکے لڑکیوں کے مانتوں زیادہ برباد ہوتے تھے تو نو دس دس سال کے بچوں میں باغیچہ اشخاص کے جو غلبہ آتے تھے لیکن میرے خیال میں اس شخص ذکاوت اور پڑھ و لکھ ہی بہتر ہوگا۔ اے صاحب میں اپنی چھوٹی سی عمر میں ہی کتنی نہایت خوفناک... نہایت روح فرسا نظارے دیکھے ہیں جنکی یاد وہاب بھی یہ خیالوں میں خون کو منجمد کر دیتی ہے۔

اہل بات یہ ہے ہمیں ابتدا سے ہی اس بات کی کبھی تعلیم نہیں دی گئی۔ کہ نیکی کسے کہتے ہیں۔ برم کی تعریف ہمیں صرف اس قدر معلوم تھی کہ وہ کوئی ایسا فعل ہے۔ جس کے لئے کلائمبل کوئی گرفتار کرے۔ ہمیں نہ حضرت مسیح کا کچھ خیال تھا۔ اور یہ بات تو ہم نے کبھی سنی بھی نہیں تھی کہ اس نے دنیا کے گناہوں کے کفارہ کے لئے صلیب پر جان دی۔ میں نے صرف ایک مرتبہ انجیل دیکھی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ میں اسے کسی دوکان سے چرا لایا۔ اور جب ایک لڑکی ہم میں سے اس کتاب کو فروخت کرنے لگئی۔ تو دوکان دار نے بتایا کہ یہ انجیل ہے۔ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا۔ کہ اس کتاب کو انجیل کہتے ہیں۔ تو بھی یقیناً اسے چرا لانا۔ کیونکہ ہم میں سے کسی کا تو کسی کو بھی علم نہ تھا۔ کہ انجیل کیا ہے۔ ہم نے خدا کا نام سنا ہوا تھا۔ اور چونکہ دن بھر گالیاں دیتے اور قسمیں کھاتے تھے۔ اس لئے یہ نام کئی بار ہماری زبان سے آتا ہوتا۔ لیکن اس کا ہمیں نہ مطلق علم نہ تھا۔ کہ خدا کسے کہتے ہیں۔ اور اگر ہمارے دلوں میں یہ جاننے کی خواہش بھی ہوتی۔ تو کوئی بتانے والا نہ تھا۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ ایک جذبہ ہنرمندی میں دس سال عمر کے بچے ایسے موجود ہیں جنہیں مذہب کے مطلق آشنائی نہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ دس سال کی عمر پر کیا موقوف ہے۔ میں نے ۱۱ اور ۱۶ سال کے لڑکے لڑکیوں کو اس بارہ میں قطعاً لاعلم دیکھا ہے۔

میری عمر نو سال کی تھی۔ کہ ایک دن مسٹر میکس مجھے گلی سے جہاں میں باقی بچوں کے ہمراہ جو دروہ کے پانی سے کھیل رہا تھا۔ اپنے ساتھ مکان پر لے گئی۔ اور وہاں پر

میں نے اول مرتبہ مشروب کو پیٹھ دیکھا۔ اس سے پہلے اگر میں نے اسے کبھی دیکھا ہو تو میرا حافظہ اس بارہ میں کسی قسم کی مدد نہیں دیتا۔ وہ دیر تک میری طرف دیکھتا رہا۔ اور اس کے بعد بڑھیا کی طرف رخ کر کے کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اس کی اچھی طرح خبر گیری نہیں کی۔ بڑھیا نے جواب دیا سو اب یہ تم کیا کہتے ہو۔ میں اسے ہر روز پیٹ بھر کر کھانا دیتی رہی ہوں۔ صبح شام روٹی اور کھن۔ دوپہر کو آدھ بیج میں پڑنگ اور آواد کو ہمیشہ اعلیٰ قسم کا کھانا۔ کیوں جب تک بیٹا ٹھیک ہے نا؟ اور یہ کہتے ہوئے اس نے اول لڑیتھ سے نظر ہجیا کو میری طرف بڑی خشکیوں لگا۔ سے دیکھا جس کا مطلب میں خود اُسم گھیا۔ اور میں نے ناچار ناں کہا جس سے اس کا اطمینان ہو گیا۔ مشروب کو نہ کھنے لگا۔ مسٹر میگلے باوجود اسکے میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس کی عراب اتنی ہو چکی ہے کہ یہ میرے کارآمد ثابت ہو گا۔ اماں میگلے اس پر کہنے لگی۔ اچھا تنہا ہی مرضی۔ لیکن اپنے دوستوں میں مزدوری سفارش کرنا مجھ سے جہاں تک ہو سکتا ہے ان نئے بچوں کو خوش کرنے کی بوری کوشش کرتی ہوں۔ آج اتفاق سے تم آنکلا۔ تو اس کے بدن پر یہ پٹے ہیستے کپڑے صرف اس لئے نظر آتے ہیں کہ میں نے اس کا نیا تھا کہ ہوئی کو دے رکھا ہے۔ ادبوتا اور روزے تو میں ان بچوں کو جان کر نہیں پہناتی۔ کہ نہیں نراکت پیدا نہ ہو جائے۔ مجھے یاد نہیں اول لڑیتھ نے اس کا کچھ جواب دیا یا نہیں البتہ تا کہہ سکتا ہوں کہ اس گھٹکو کا میرے چھوٹے سے دل پر بھی اتنا اثر ہوا کہ وہ مجھے اچھی طرح یاد رہ گئی۔ اور میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر اس بارہ میں کچھ اور گھٹکو ہوتی۔ تو وہ بھی میرے حافظہ سے نہ اترتی ایک اور بات جسے میں آج تک نہیں بھولا۔ یہ ہے کہ جب اول لڑیتھ مجھ ساتھ لیکر دکان سے چلنے لگا۔ اور اماں میگلے نے اودان کے وقت مجھے گھٹے سے لگایا تو میں نے خوف زدہ ہو کر چیخ ماری۔ کیونکہ اس نابینا لڑکے کا واقعہ زورائیر سے ذہن میں تازہ ہو گیا تھا۔

اب اول لڑیتھ مجھے وائیٹ کر اس سٹریٹ کی ایک دوکان میں لے گیا۔ جہاں اس نے مجھے کپڑوں کا ایک مکمل سوٹ لے دیا۔ جو اگرچہ میٹے اور ادنیٰ قسم کے تھے تاہم ان پیٹروں کے مقابلہ میں جو میں نے اس وقت امار کر پھینکے۔ شاندار لباس کا درجہ رکھتے تھے اور اس کے بعد جب مجھے جہاں میں اور بوٹ جیپا کے لگئے۔ تو مجھے اتنی جیسرمت اور

اسے ایسے طریق پر نکالا کہ اس شخص نے ہمیشہ نہ دیکھا۔ تو میں چھ مہینے نقد تبدیل انعام
 دوں گا۔ چھ مہینے۔ اور آتا ہوا خزانہ جیسے میں نے کبھی دیکھا یا سنا تک نہ تھا۔ ایک لمحہ کے
 سائل کے بغیر میں اس کام کی سرانجام دہی کے لئے روانہ ہوا میریوں کا موسم تھا اور
 اگرچہ تاریکی پھیلنے لگی تھی لیکن دوکانوں میں کسب روشن تھے۔ یہ امر ہر چند کہ میرے
 خلاف تھا۔ مگر دوسری طرف یہ بات میرے حق میں تھی کہ خلقت کا ہمیشہ ہجوم اور سدا بہر گزر
 رہا تھا۔ اولد ڈیٹھ فاصلہ پر کچھ ابھر کر میری طرف دیکھتا رہا۔ اور کچھ شگہیں بھی کر اگر مجھے
 دیکھ لیا جاتا۔ تو وہ چپکے سے کھسک جاتا۔ لیکن میں نے اپرواٹ کر اس شگہ پر دیکھنے
 پہنچنے کی چنویں اڑائے تیں ایسی مشق حاصل کر لی تھی۔ کہ اب میرے لئے اس کام میں کل تیار
 ہونا چند ان مشکل نہ تھا۔ اور میری یہ پہلی کامیابی اولد ڈیٹھ کی امید سے بدرجہا زیادہ
 ثابت ہوئی۔ کیونکہ جب میں واپس اس کے پاس پہنچا۔ تو میں نے نہ صرف ایک نوال
 بلکہ سونے کی بنی ہوئی لباس کی ڈبیا بھی اس کے حوالے کیے۔

آپ تارانی سمجھ سکتے ہیں کہ اس پرسر ہونز کتنا خوش ہو گا اور اس نے اس خوشنودی
 کے اظہار کے طور پر مجھے ایک شٹانک دیا۔ مجھے اس وقت اتنی خوشی ہوئی کہ کہیں پر
 آکر شاد بہفت اعلیم سمجھتا تھا۔ اور اس بات کا یقین نہ آتا تھا۔ کہ میرے پاس اس قدر
 نقد رقم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے اس بات کا قسم ارادہ کر لیا۔ کہ جب تک مجھے سی
 قدر معقول انعام ملتا رہے گا۔ مجھے جس قدر پسند آوی نظر آئیں گے۔ ان سب
 کی لباس کی ڈبیاں اڑاتا رہوں گا۔

اب اولد ڈیٹھ مجھے ساتھ لیکر ڈردی لین میں گیا۔ اور وہاں مجھے ایک ش
 دکھا کر کہنے لگا۔ جبکہ تم نو عمر لڑکے ہو۔ مگر بہت موثر اور بیدار معلوم
 ہوئے ہو۔ میں خیال کرتا ہوں۔ تم پر اعتماد کرنا بے جا نہ ہوگا۔ اگر تم مجھے اس بات کا
 یقین دلاؤ کہ تم اسی طرح کرو گے جس طرح میں چاہتا ہوں۔ تو میں تم پر اس طرح
 انعام و اکرام دیتا رہوں گا میں نے اسے یقین دلایا کہ آپ کے احکام کی حرف بحرف تعمیل
 کیے جائیں گے اس پر وہ مجھے کہنے لگا۔ اچھا تو تم جرات کر کے اس شہانہ میں داخل ہو جاؤ
 اس کے زینہ پر اس طرح چڑھو کہ معلوم ہو سیکر لوں مرتبہ اس پر چاہئے ہو۔ آگے چل کر ایک
 بہت بڑا گرو آئیگا۔ سید ہے اس میں داخل ہو جانا۔ اندر داخل ہونے کیلئے ہمیں صرف

ایک مہینے ادا کرنا ہو گا۔ سیر پر بھی کر دئی۔ پھر اور ایل شراب کا ایک گلاس طلب کرنا۔ وہ ایل جسے تم بے حد پسند کرتے ہو۔ اور ان چیزوں کو خوب مزے سے کھانا۔ وہاں پر کسی اور چیز لڑکے موجود ہونگے۔ جس قدر چاہو۔ ان سے گفتگو کرنا۔ میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے اس کمرہ میں آؤں گا۔ مگر نہ تو میرے پاس آنا۔ اور نہ یہ ظاہر ہونے دینا کہ تم مجھے پہچانتے ہو۔ اسکی بعض خاص وجوہ ہیں۔ جو میں سر و ست ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ تو میں بار بار تمہیں ایسے پر لطف مقامات کی سیر کرایا کروں گا۔ جب میں چلنے لگوں۔ تو ذرا فاصلہ پر میرے پیچھے پیچھے چلتے آنا۔ کیا تم میرا مطلب اچھی طرح سمجھ گئے ہو؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ اور اس کے بعد یہ ہرک اس انداز سے شرانچا میں داخل ہو گیا۔ گویا میں کوئی عادی شخص تھا۔ اور میرا وہاں ان شرابانا تھا۔ میری جیب میں نقدی موجود تھی۔ اور نقدی کی موجودگی سے طبیعت کو جو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ وہ مجھے اپنی زندگی میں اول مرتبہ حاصل ہوا۔

میں بہت جلد اس فزاح کمرہ میں پہنچ گیا۔ جس کا اولہ ڈیوٹے نے ذکر کیا تھا۔ لیکن کد داخلہ کی فیس ادا کی۔ اور میں اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑا اور نہایت وسیع کمرہ تھا۔ اور اس میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ ایک طرف گانا بجانا ہو رہا تھا۔ اور میں ایک مین کے قریب چن اور لڑکوں کے ساتھ جو سب کے سب عمر میں مجھ سے بڑے تھے۔ بڑے اطمینان کیا تھا بیٹھ گیا۔ میں نے دیر کر دئی۔ پھر اور ایل کا ایک گلاس لانے کا حکم دیا۔ لڑکوں میں سے ایک جو میرے پاس بیٹھا تھا۔ کہنے لگا۔ ایک گلاس سے کیا ہو گا۔ ادا تھا تو گلاؤں اسے ختم کرنے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں نے باقی ماندہ گیارہ مہینے سیر پر ڈال دیے۔ اور کہا اس رقم کی روٹی۔ پھر اور ایل لا دو۔ دیر نہ ہوئی دیر میرے منہ کی طرف تکتا رہا۔ مگر اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد وہ نقدی اٹھا کر یہ چیزیں لانے چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ شراب کی ایک مہنڈیا۔ روٹی اور پھر اور چند گلاس لیکر واپس آیا۔ اتنے میں سیر کے قریب بیٹھے ہوئے لڑکوں سے میرا دوست مانہ ہو چکا تھا۔ اور ہم چند لڑکے ملکر شراب پیتے رہے۔ انہوں نے جلد ہی مجھے بتا دیا۔ کہ ہم سب گرہ کٹ میں اور سیر ہی مصر فتنوں کے متعلق بھی انہوں نے جو کچھ پوچھا۔ میں ان کے ہر لفظ کا جواب ہاں میں دیتا گیا۔ اس کے ذرا بعد اولہ ڈیوٹے وہے پاؤں کمرہ میں داخل ہوا۔ لیکن میں نے اس کی طرف بالکل توجہ

نہ دی۔ اور دوسری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ اولڈ ڈیوٹیجھ کا منشا مجھے دہان بھجنے سے یہ تھا کہ میں ان لڑکوں کے اطوار سے لڑے طور پر واقف ہو جاؤں۔ جن کی طرز زندگی مجھے اختیار کرنی ہوتی۔ اور واقعی ان لڑکوں کے ساتھ گنتگو کرنے سے اولڈ ڈیوٹیجھ کا منشا بڑی حد تک پورا ہوا۔ شراب نے مجھے اس قدر محو کر دیا کہ میں اس وقت ہر ایسے فعل کیلئے آمادہ ہو گیا جس کے ذریعہ روپیہ حاصل کیا جاسکے۔ کیونکہ میں نے جان لیا۔ روپیہ ہی ساری تفریحات کی کنجی ہے اسکے تہوڑی دیر بعد میں نے ان لڑکوں سے کہا۔ میں کل رات پھر تم سے ملونگا۔ بازار میں جب میں اولڈ ڈیوٹیجھ کے قریب پہنچا۔ تو اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے جو کچھ دیکھا ہے کیا ان تک پسند کرتے ہو۔ میں نے اس کا جو کچھ جواب دیا۔ اس کا آپ سانی اندازہ کر سکتے ہیں وہ کھینے لگا۔ بس تو اگر تم مجھے ہر روز کوئی رومال ڈیوٹیجھ کی قسم کی اور چیز لادیا کرو گے تو میں تمہیں اس قدر روپیہ دے سکوں گا کہ تم نایاب گانے کے حلوں میں جاؤ۔ شراب نے مجھے اور ان لڑکوں کی وجہ سے دل کر جنہیں تم اس قدر پسند کرتے ہو میرے کی زندگی بسر کرو گئے۔ کیفیت شکریہ مستحی ہوئی۔ اور اگر صبح کے وقت اس نے پرانے کپڑے بیچنے والے کی دکان میں میرے کان پر ایک سکارسہ لپیٹا تھا۔ اس کے بعد کے طرز عمل سے میں نے اندازہ کیا۔ کہ وہ دنیا میں میرے حلیم الطبع اور فیاض آدمی ہے۔ بلکہ واضح ہے اب تک مجھے اس کا اصلی یا عرفی نام معلوم نہ تھا۔ اور نہ میرے ایسے معاملات میں پڑنے کی زحمت گوارا کی۔

اب وہ مجھے ساتھ لئے کیسل سٹریٹ لاگ ایکری میں پہنچا۔ اور چھ پنس کا سکہ میرا قبضہ میں دیکر اس نے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہنے لگا۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ اور جب کوئی کہوئے آئے۔ تو اس سے کہنا۔ میں رات بسر کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے ہمیں دو پنس ادا کرنے ہونگے۔ باقی چار پنس تہاری صبح کی حاضری کے لئے ہیں۔ جو ہمیں اس قدر می کے عوض مالک مکان سے مل سکے گا۔ جو لوگ ہمیں اس مکان میں ملیں۔ ان کے سوالات کا حتی الاسکان کم جواب دینا۔ اور میرے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نہ کہنا۔ اگر تم نے کچھ کہا۔ تو یاد رکھو۔ مجھے اس کا علم ہو جائیگا۔ امد میں ہمیشہ کے لئے تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اچھے لڑکے بنو۔ رات بسر کر کے اذ صبح کا ناشتہ کر کے

بعد مجھ سے نو بیٹے کے قریب گلی کی ٹکڑ پر ملے۔ میں نے ان سب بالوں کا اقرار کیا اور وہ جلد جلد قدم اٹھا کر ایک طرف کو چلا گیا۔ اور میں ان ادنیٰ اور جب کی سراؤں میں سے ایک کے اندر داخل ہوا۔ جو کیمیل سٹریٹ میں جا سکا واقع میں علی

لے سرچھو کہ جہاں مقصد جب تک سستہ کی سرگزشت کو ایک مسلسل داستان کی صورت میں پیش کرنا ہے جس میں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کس طرح وہ بچے جن کی تربیت سے غفلت برتی جائے۔ گناہ اور جرم کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ تاہم بہت سے واقعات اس قسم کے ہیں جنہیں جو جسے تن میں داخل نہیں کیا جاسکتا کہ ان کا اہلکار اس شخص کی طرف سے جو اپنی سرگزشت بیان کر رہا ہو غیر ممکن ہی اسلئے ضروری ہے کہ ہم اپنے مدعا کی تیسل کے لئے چند حاشی کا اضافہ کریں جو ہم نے نہایت مستحق مسائل سے اخذ کئے ہیں۔ حصہ صا اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں جب تک سستہ کی سرگزشت کو گون گون کی طرح اس سوال پر دلایا جائے کہ جو ثابت ہو کہ کس طرح بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق عمرہ تنظیمات نہ کر نیک نتیجہ ان کی تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

سٹرمانٹ نے افلاس۔ گہاگری اور جرم کے متعلق جو رپورٹ دار الامر پیش کی تھی اس میں مذکور ہے کہ ان علاقوں میں مروجہ عقائد کا تعلق اس وقت تک قائم رہتا ہے کہ ان میں ایک ستراب ہو جائے بچوں کی حالت از روئے افلاق بڑی حد تک اصلاح طلب ہے میرے خیال میں اپنی ذرا لے سے ان علاقوں میں جہاں غریب زیادہ تعداد میں رہتے ہیں۔ جرائم کو زیادہ تر موقوف ہے اس جگہ پر والدین کی غفلت کے متعلق بھی چند سطحوں لکنا چاہتا ہوں۔ اکثر غریب طبقہ کے لوگ دن بھر کاروبار میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ان کے بچے گلیوں اور بازاروں میں بھر کر رہتے ہیں۔ اسی آئینہ ان کا واسطہ ایسے لڑکوں سے پڑتا ہے جو جرم کی راہ میں زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ ان کے جرائم کو دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ جو جرم کرنا کس قدر سہل اور جرم کی ایسا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور چونکہ انہیں روکنے والا کوئی نہیں ہوتا بلکہ انسان کے ساتھ جتان کو سر وقت اکٹھے رہتے ہیں اس لئے وہ دن بدن جرم کے تاریک گہروں میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ لہذا والدین ایسے بھی ہیں جو اپنے بچوں کو علی البیاع کانے کیلئے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ اور اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ ان کی آمدنی کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ رات کو بچہ اس قدر نقد دے دے کہ جو ان کی شراب یا سر کے خرچ کے لئے کافی ہو بعض والدین ایسے بھی ہیں۔ جو اپنے بچوں کو ایک خاص رقم بتا دیتے ہیں۔ اور مجبور کرتے ہیں کہ سات کو کسی خاص طرح اتنی رقم حاصل کر کے گھر آئیں۔ خواہ اس کے لئے گداگری کریں۔ خواہ چوری کریں۔ اپنے بچوں کو تین پنس پونہ پر گزاروں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ لولا ہو۔ تو اس کا کرنا یہ چھ پنس پونہ ہوتا ہے۔ کسی عورتیں ایک عمر کے دو چھوٹے بچے کرنا۔ پر لیکر انہیں تو ام ظاہر کر کے لوٹا

خوشی ہوئی۔ کہ یہاں نہیں کر سکتا۔ وہ ایسی مکمل خوشی تھی کہ نہ میں نے اس سے پہلے اور نہ بعد کسی محسوس کی۔ شاید کسی اندھے کو بنیائی حاصل ہو جائے۔ تو وہ بھی اتنا خوش و ہوگا۔ جس تمدن چیزوں کو حاصل کر کے میں ہوا۔ اس لئے نہیں کہ مجھے انکی ضرورت تھی۔ کیونکہ میرے پاؤں ننگا رہنے کے عادی ہو چکے تھے۔ اور میں سخت پتھر پر فرش پر بھی بڑی آسانی کے ساتھ چل پھر سکتا تھا۔ البتہ اطمینان اور سخت کے مشترک احساس نے میرے دل میں ایک غیر معمولی خوشی پیدا کر دی تھی۔ لیکن اس خوشی کا مزاجلدی ہی کر کر رہ گیا۔ کیونکہ اولڈ ڈیٹھ نے میرے سر پر زور کا ایک سکارسید کیا جس کیوجہ یہ تھی۔ کہ میں خوشی سے بے اختیار ہو کر بہنے لگا تھا۔ سکا کھا کر میں نے روزا شروع کر دیا۔ جس پر اولڈ ڈیٹھ نے مجھے سختی سے ملامت کی اور کہنے لگا۔ اب تم ٹوپی سر پر کر لو اور میرے ساتھ چلو۔ ٹوپی ہی میرے لباس کا ایک ایسا جزو تھا جس کا میں اس سے پیشتر عادی نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسے پہن کر میرا رخ پھر خوشی میں بدل گیا۔

آخر کار کپڑے پہن کر میں اولڈ ڈیٹھ کے پیچھے اس دوکان سے نکلا۔ اتنا مجھے یاد ہے کہ میں ایک شرابی کی طرح لڑکھڑانا ہوا چل رہا تھا۔ جس کیوجہ خوشی کے غیر معمولی اثر کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ ٹوپی میرے سر پر جو چل سلوم ہوئی تھی۔ اور بوٹ بھی چمکا پاؤں میں بالکل نئے تھے۔ اس لئے ہر لمحہ گرنے کا اندیشہ لگا ہوا تھا۔ میں نے کبھی برف نہ چر چلنے کی کھڑاؤں کا استعمال نہیں کیا۔ لیکن اسے پہن کر کسی شخص کو جو احساس ہو سکتا ہے۔ وہی مجھے اس روز موزے اور بوٹ پہنکر ہوا۔ جس مقام پر اپرواٹ کر اس سٹریٹ اولڈ سٹریٹ روڈ کے ساتھ تھا ہے میں نے اپنے ساتھیوں کو ایک کباٹنگ لگا دوکان کے پاس جمع دیکھا۔ انہوں نے مجھے اس حالت میں پہنچا نہیں لیکن جیسے میں نے انہیں نام لیکر بلایا۔ تو وہ چونکے اور میری طرف اس انداز سے دیکھنے لگے۔ گویا انہیں اپنی قوت باصرہ پر پورے طور پر یقین نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ وہ مجھے اس قدر کسی شہزادے سے کم نہ سمجھتے تھے۔ وہ میرے گرد جمع ہو گئے اور طرح طرح کے سوال پوچھنے لگے۔ مگر اولڈ ڈیٹھ نے پیچھے کی طرف دیکھ کر مجھے سختی سے بلایا۔ اور میں انہیں پیچھے چھوڑ کر دوڑتا ہوا اس سے جا ملہ میں آپ سے صحیح کہتا ہوں نہ پہن سے اس وقت تک جن ساتھیوں میں عمر لمبر ہوئی تھی۔ ان سے اس طرح جدا ہونے پر میرے دل کو سخت

رج محسوس ہوا۔ اور اگرچہ مجھے معلوم نہ تھا۔ میری اپنی حالت کس حد تک بہتر ہونے والی ہے۔ تاہم یہ سوچ کر میرے دل کو بہت صدمہ پہنچا۔ کہ میں انہیں اس بد حالی۔ نیم گزشتگی اور پچھلے کپڑوں میں امان میگیں کے رحم پر چوڑے جاتا ہوں۔ مارتوت تک میرے دل میں ان بچوں کے لئے کبھی رحم یا مہربانی کا احساس پیدا نہ ہوا تھا۔ مگر اس وقت ایسا محسوس ہوا کہ جی چاہتا تھا۔ انہی کے پاس رہوں۔ اور ان کی کیا توجہ کی کروں۔

سٹرلینڈز مجھے ساتھ لے کر ایک شراب خانہ میں پہنچا۔ جو برک لین سینٹ لوکس میں واقع تھا۔ اور وہاں پر اس نے رنلی پنزا اور ایلن شراب طلب کی۔ وہ ایلن انیس کھانا میں نے اس سے پیشتر کابے کو کہا یا تھا۔ اور اتنا لذت اہک اس کے بعد کبھی مجھے نصیب نہ ہوا۔ پھر تازہ روٹی سفید اور شراب سرسبز کا طے قابل ترفیہ تھی۔ پھر حال مجھے اس وقت یہ چیزیں ایک نعمت سے زیادہ محسوس ہوئیں۔ سب سے زیادہ یہ امر مجھے اجازت تھی جس قدر چاہوں کہا لوں۔ آخر کہا نے پینے سے فارغ ہو کر اولد ڈیفہ مجھے ایک اور کمرہ میں جہاں تنہا بی بی۔ لیگیا۔ اور مجھے سے سنجیدگی کیا تاہم گفتگو شروع کی کہنے لگا۔ تم ابھی شیر خوار بچے تھے۔ جب میں نے انہیں ایک درگ ہوس کی بیرونی سٹر ہیوں سے اٹھایا۔ میں انہیں دہاں سے اٹھا کر ایک شریف عورت کے پاس چوڑا یا تھا۔ جو سناری کی بچپن میں خبر گیری کرتی رہی۔ اور پھر جب تم تین سال کے ہو گئے۔ تو میں نے انہیں سٹر میگیں کے حوالہ کر دیا۔ اس لحاظ سے تم جان سکتے ہو۔ کہ اول سے آخر تک تمہاری پرورش کا بار میرے ہی ذمہ رہا ہے یہ شکر قدی طور پر میرے دل میں اس شخص کی نسبت انتہائی شکر گذاری کا احساس پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے بتایا۔ کہ تم کئی طریقوں پر میرے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہو اور اگر تم نے میرے بتائے ہوئے احکام کی پورے طور پر تعمیل کی۔ اور ایک اچھے لڑکے ثابت ہوئے تو میں ہمیشہ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھوں گا۔ میں اسکی گفتگو کو بڑے ادب کیا تھا سننا رہا۔ اور اگرچہ اس نے جس قدر باتیں مجھ سے کہیں۔ میں ان سب کا مطلب پورے طور پر نہیں سمجھا۔ تاہم اس بات کا میرے دل میں کمال احساس تھا۔ کہ اسے مجھ پر ہر قسم کے اختیارات حاصل ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل میرا

فرق ہے۔

ہم تھوڑی دیر اس شراب خانہ میں ٹہرے۔ بلکہ یوں کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ جب ہم وہاں سے نکلے۔ تو تاریکی پھیلنے لگی تھی کیونکہ اولڈ ڈیچہ نے مجھے بہت سی باتیں سہجانی تھیں۔ اور میں چونکہ کم عمر اور جاہل مطلق تھا۔ اس واسطے کہ تعظیم سہل نہ تھا لیکن اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اس نے بڑی کوشش سے یہ بات میرے ذہن نشین کرادی کہ بعض شخصوں کو بعض اور شخصوں پر خاص حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ زیادہ صاف لفظوں میں اس نے مجھے بتایا کہ اگر تمہیں کسی شخص کا روال۔ بتوایا کوئی اذیت دینا چیز اپنے طریق پر عمل سکے۔ کہ کوئی تمہیں دیکھتا نہ ہو۔ تو تمہیں اس موقع سے ضرور فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔

سیری تربیت کے متعلق ابتدا سے ہی غفلت برتی گئی تھی اس لئے ان باتوں کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ دل میں نفرت کا احساس پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ مخالف اذیتیں بھی کچھ نہ تھیں۔ سے گوشت یا روٹی کے ٹکڑے۔ سبزی فروشنوں کے ہاں سے لکڑی یا شکر اور مقابلوں کے ہاں سے گوشت اٹھالانیکا عادی تھا۔ اس لئے میرے واسطے ایک قدم اگے بڑھنا چند ان مسئلہ نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اولڈ ڈیچہ یہ جانتا تھا۔ کہ ان سبکیں کی تربیت کی صحیح نوعیت کیا ہے۔ اور وہ اپنے زیر اہتمام بچوں کی پرورش کسی طریق پر کرتی تھی کہ ہر شخص کے لئے ان حالات سے واقف نہ ہونا غیر ممکن تھا۔ اور یہ بھی غیر اغلب ہے کہ وہ اس کی دروغ بیانیوں سے مطمئن ہو گیا ہو۔ جو اس نے میرے متعلق اس کے روبرو کہیں اگرچہ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ اس نے اس کے الفاظ پر بالکل توجہ نہیں دی تھی۔ اور اس نے مجھے وہاں رکھا اسی غرض سے تھا کہ میں جہنم کی خواہیاں دیکھ جاؤں۔ اور اس طرح جرم کی اس زندگی کو آسانی شروع کر سکوں۔ جس میں نفع کا مالک وہ خود تھا۔

وہ مجھے میرا بیانی کے انداز سے ساتھ لے سینٹ پالز چرچ یا روٹی کی طرف ہولیا اگرچہ ہم اس مقام سے تھوڑے فاصلہ پر ہی رہا کرتے تھے۔ مگر اس سے پہلے میں نے اس عادت کو لگبی نہیں دیکھا تھا۔ کبھی کبھی سن سیکس کے مکان کی کڑکیوں سے ایسے سوتوں پر جبکہ مطلع صاف ہو۔ اس غیظ و کراہ کا گنبد۔ جس کے اوپر صلیب بنی ہوئی تھی۔ سونے کی طرح چمکا کرتا تھا۔ لیکن مجھے معلوم تھا۔ یہ کیا ہے۔ اور نہ میں نے کبھی کسی سے پوچھنے کی ضرورت سمجھی۔ بلکہ موسم سرما کی لمبی راتوں میں جبکہ میں اس خوفناک مکان میں سڑی

اور پوک کیوجہ سے سوزہ رکھتا تھا۔ اس کے عظیم الشان گہریال کی آواز میرے کانوں میں پہنچا کرتی تھی۔ لیکن میں نے کبھی کسی سے نہیں پوچھا تھا کہ یہ کون گھڑیال ہے۔ جو اس زور سے بجاتا ہے۔ چنانچہ جس وقت میں اولڈ ڈیوٹھ کے ہمراہ اس گرجا کے قریب پہنچا۔ تو اس کی عظیم الشان عمارت کو دیکھ کر متعجب ہو گیا۔ عین اس وقت اس نے گھڑیال نے چھ بجائے۔ اور چوک میں نے یہ آواز اس سے پہلے بار بار سننا ہی اس نے اس کی بدولت میرے دل میں طرح طرح کے رنجہ خیالات پیدا ہو گئے۔ وہ مادی معیبتیں اور سختیاں جو میں نے سٹریٹس کے مکان پر چھیلی تھیں۔ مجھے یاد آ گئیں۔ اور پھر ایک بار ان بد نصیب بچوں کی حالت زار پر غور کر کے جنہیں میں دیکھ چھوڑا تھا۔ تب میں نے آندھانے شروع کئے۔

سٹرین فورڈ میں آپ سے بیچ عرض کرتا ہوں۔ کہ اس وقت اگر کوئی نیک طینت اور مینا من آدمی مجھے اپنی حفاظت میں لے لیتا۔ اور مجھے نیک کی تعلیم اسی طریق پر پڑھاتا۔ جس طرح اولڈ ڈیوٹھ نے بدی کی دی۔ تو مجھے یقین ہے کہ آج آپ مجھے اس سے بہت اچھی حالت میں دیکھتے

لیکن انہیں۔ مجھے اپنی داستان کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔ سٹریٹس میں مجھے ساجھ لے بڑی آہستگی سے اس گرجا کے صحن سے گزرنے لگا۔ وہ مجھے آس پاس کی خوش نما دوکانیں دکھاتا جاتا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ اگر تم نے نیک لڑکے کی طرح میرے احکام کی تعمیل کی۔ تو بہت جلد اس قدر مالدار بن جاؤ گے کہ ان دوکانوں میں جا کر عمدہ کپڑے یا زیورات اور جو چیز چاہو۔ خرید سکو۔ اس سے میرے دل میں اور بھی زیادہ خوشی پیدا ہوئی۔ اور میں نے اس بات کا صمیم ارادہ کر لیا۔ کہ جب میری حالت بہتر ہو جائے گی۔ تو میں فلاں فلاں چیزیں سب سے پہلے خریدوں گا۔ مجھے اس خوش آواز خواب سے اولڈ ڈیوٹھ نے یکایک بیدار کر دیا۔ جو مجھے کہہ رہا تھا۔ کہ میرے دو کپڑے لے جا رہا تھا۔ اور وہاں اس نے مجھے دکھا کر ایک عمر رسیدہ شخص کی طرف اشارہ کیا۔ جو اس مقام پر ایک دوکان کے سامنے کھڑا تھا۔ جہاں پر یہ بازار سینٹ پالز چرچ یا رڈ کیا تھا تھا۔ اولڈ ڈیوٹھ مجھ سے کہنے لگا۔ دیکھتے ہو۔ اس کے کوٹ کی جیب میں رو مال نظر آ رہا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ وہ بولا۔ پھر جا کر اسے نکال آؤ۔ اگر تم نے

اس مقام پر مجھے ایک نصف بستر ملا جبکہ مطلب یہ ہے کہ ایک ہی چارپائی پر ہم
دونے پڑ کر سو رہے۔ صبح کے وقت میں نے قبوہ کا ایک پیالہ ادا دیا اور کھین چائش
میں خریدی۔ ادا سے کہا پانی کر اولڈ ڈویتیج سے ملنے کو چلا۔ وہ وعدہ کیے مطابق مجھے کھانے کی
برطانیہ اس نے مجھ سے کئی سوالات اس بارے میں پوچھے کہ سرائے میں تمہاری ملاقات
کن شخصوں سے ہوئی۔ جہاں تک ممکن تھا میں نے اس کے سوالات کا جواب دیا۔ مگر بعض
واقعات ایسے بھی تھے جن کو میں نے شرم کی وجہ سے ظاہر نہ کیا۔ اس نے مجھ سے
کہا کہ تم ٹھوٹے فاصلہ پر میرے پیچھے پیچھے چلتے آؤ۔ لیکن خیال رکھنا میں تمہاری
نظروں سے اوجھل نہ ہو جاؤں۔ وہ مجھے سنا تب لیکر لندن کے حصہ ویسٹ اینڈ میں
پلازا ریم۔ بڑی آبشار کی سے چلتا تھا۔ تاکہ میں دوکانوں کو غور سے دیکھ لوں۔ ادا
مختلف بازاروں کی مقامیت سے واقف ہو جاؤں۔ تاکہ میرے رات بھر لےنے کا
امکان نہ رہے۔ میرے پیچھے ایک بچہ ہمیشہ شرب خانہ میں داخل ہوتے۔ ادا ہم کو
کہا پانی کر دھو گئے آرام گاہ اس کے بعد پھر آوارہ گردی شروع کر دی تھی۔ کہ شام
کے سات بجے ہم سینٹ گائلمز میں بٹری۔ جہاں اولڈ ڈویتیج نے مجھے کچھ نقد میٹھی کی

تقریباً ۳۶۷ کے دروں میں ہم دیکر پیدا کرتی ہیں۔ ادا اس مذہب سے یعقولی آدمی پیدا کر
لیتی تھی۔ جب چھوٹے چھوٹے بچے جن کی تربیت کا کچھ انتظام نہیں ہوتا ایک دوسرے سے ملنے میں
انہیں دیکھ کر کچھ جرم کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ ادا ان میں سے اگر کوئی بچہ اچھا بھی ہو تو وہ کچھ
برے اثرات سے ضرور بگڑ جاتا ہے۔ بچوں کی قوم مردوں سے بالکل علیحدہ ہے ادا ان کے اپنے
اشد سے خاص الفاظ اس قسم کے موجود ہیں جو جلد ہی اس طبقہ کے افراد میں پھیل جاتے ہیں انکی
سکونت کیلئے خاص سرائیں اور ان کے مسئلے کے لئے بعض قبوہ خانے کیلئے جو کچھ ہم نے ادا ان دونوں
مقامات کے مالک ان بچوں سے چوری کا بل کا خزانہ کا پیشہ بھی کرتے ہیں۔ جو کہ ایک طرف
مظہین کی طرف سے اس قدر غفلت کا اظہار ہوتا ہے ادا دوسری جانب بچوں کو جرم کے متعلق اس
قدر محبت حاصل ہوتی ہے اس لئے کسی بچے کا اثر بہت سے محفوظ رہتا غیر ممکن ہے کہ جب اس
بات کا جو۔ اگر ان میں سے کوئی دبا تیار نہ جائے۔ ان حالات میں میں جس قبوہ پر بیٹھا ہوں۔ وہ
یہ کہ ادا کی ملاقات میں والدین کا ناخالص بچوں کو جرم پر آمادہ کرنے میں بہت حصہ لیتا ہے لندن
جیسے شہر میں قدرتی طور پر ایسے بچوں کی بہت بڑی تعداد ہے۔ جو پیشہ و چھوٹے ہیں۔ ادا ہوا کی
جیل کے اخراجات کی صحت میں ان کی برقراری میں مدد دیتی ہے۔ اس کے علاوہ

اور مجھ سے ایک مہینی تعینہ میں جانے کو کہا۔ میں نے دن بھر کچھ چرایا نہیں تھا کہ میری
 اس نے مجھ اس کی بدایت نہیں کی تھی۔ اور نہ اس وقت کے بعد اس نے کبھی اپنی
 موجودگی میں میری قابلیت کی آزمائش کی۔ جس سے میں اندازہ کرتا ہوں کہ سیٹ پا
 چرچہ یا رٹو کے واقعہ کی بدولت اس کا اطمینان ہو گیا کہ میرے اندر چوری کی قابلیت
 موجود ہے۔ وہ دراصل یہ جاننا چاہتا تھا کہ میں اس کے کارنامہ ثبات ہو سکتا ہوں
 یا نہیں۔ اور جب اس بارہ میں اس کا اطمینان ہو گیا۔ تو اب وہ مجھے ایسے مقامات
 میں لیجائے اور ایسے نظارے دکھانے لگا۔ جن کی بدولت وہ مجھ کو ایک مکرر اخلاق
 کی زندگی کے حسب حال بن جائیگا اور میں اپنی قابلیت کی آزمائش کے لئے آمادہ ہو جاؤں
 میں اپنی داستان کے اس حصہ کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا کیونکہ چند ہی لوگوں
 کے عرصہ میں میں اچھی طرح سمجھ گیا کہ اولد تھ مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے اور عاید
 کہ جہاں پر وہ آؤں گے۔ میں چوری کروں۔ اور ہر شام کو ایک مقررہ مقام پر اولد تھ سے
 مل کر سارا مال اس کے حوالہ کروں اور وہ مجھے یوم آئندہ کے اخراجات کے لئے
 کچھ نقدی ادا کر دے۔ اس کے ساتھ ہی مجھ سے کہا گیا کہ تھلہ سے جیسے اور لڑکے
 بھی اگر مل سکیں۔ تو ان کی خدمات حاصل کر لینا۔ چنانچہ ان دنوں اول مرتبہ مجھے معلوم ہوا
 کہ میرے پاس سب سے زیادہ نام سٹریٹس ہونے سے میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ
 وہ لندن بھر میں چوری کے مال کا سب سے نامی سوداگر ہے اور اس کا نام غلام غلام
 تھلہ ہے۔ میں نے اس جگہ پر ایک بار یہ خیال آیا تھا ہوں کہ میرے آگے مجھے اس
 کی دشمنی سے تاکہ کروا دی تھی۔ کہ کبھی کسی حالت میں میرا ذکر اشارہ کیا گنا یا نہ کرنا
 اس صورت کے کہ تم میری ملازمت میں کچھ اور بچوں کو شامل کرنا چاہو۔ چنانچہ وہ
 نے مجھ کو ایک ممکن ہے۔ کبھی ایسا واقعہ پیش آئے۔ کہ کوئی کانٹیل یا خفیہ پیر
 کا آدمی تمہیں گرفتار کرے۔ لیکن جزوار ایسے موقعوں پر میرا ذکر بالکل نہ کرنا میں نہیں
 ہر شکل سے باسانی نکلواؤں گا۔ بخلاف انہیں اگر تم نے کہل میں فلاں شخص کا کہل
 ہوں۔ تو اس سے تمہیں تو کچھ فائدہ نہ پہنچے گا۔ مگر میں ہمیشہ کے لئے تم سے بے تعلق

اور یہ حاشیہ ہے کہ وہ ان کو چرایا ہوا مال پر غلام کے ہاتھوں تک پہنچا ہے۔ جس کے بعد اندازہ
 لگایا کہ کوئی صورت نہیں۔ درجہ اور سطح پر ایک چرلر کا پانچ شاٹنگ لور سے کہ غلام نہیں کرتا۔

دیکھا۔ کہ ایک فاحشہ عورت جس کا تعلق اسی سرے سے تھا۔ اسکی لاش فرسٹا پر رکھ دی گئی۔ اور اس کے ارد گرد موم بتیاں جلا دی گئیں۔ اور اس کے رشتہ داروں اور متعلقین نے خوب میٹ بھر کر شراب پی۔ جس کے بعد وہ جوٹل میں آکر اس لاش کو اپنے پاؤں سے ادھر ادھر پھینکنے لگے۔

میں اس سرے میں جو سینٹ گالٹز میں واقع تھی۔ قریباً ایک سہتہ پھلر اور صرف ایک دن شام کے وقت ایک گھنٹہ کے لئے ٹھہری کے شراب خانہ واقع لارڈز میں گیا۔ کیوں صاحب کبھی آپکو وہاں جانیکا اتفاق ہوا ہے؟ نہیں میرے خیال میں اچھا ہوا اگر آپ کبھی چلتے چلتے اُس مقام کو ایک نظر دیکھ لیں۔ جس جگہ لوگ میٹھ کر شراب پیتے ہیں۔ اُسیں عمدہ میزیں لگی ہوئی اور اونچی چوبی دیواریں بنی ہوئی ہیں۔ دروازہ کے سامنے ایک بہت بڑا تختہ سیاہ موجود ہے جس کے اوپر حروف ذیلی نمایاں طریق پر نقش ہیں:-

”پاپ کسی کو میں نہیں دیتا برائے کش

۔ کرنا اسی اصول پر موم کا رد بار میں

۔ پیاز سے صحیح مرا۔ نئے مری نہیں

۔ کرنا نہیں کسی پہ کبھی اعتبار میں

”علی سے محفوظ رہنے کے لئے یہ اصول رکھا گیا ہے۔ مگر شراب کی قیمت کم ہو گئی جس وقت اس واقعہ کا اثر دور ہوا۔ جس کی بدولت مجھے سینٹ گالٹز میں پناہ گزین ہونا پڑا تھا۔ تو میں دوبارہ اپنے مکان میں پہنچا۔ اور پہلے ساتھیوں سے جا ملا۔ اب میری عمر دس سال کے قریب تھی۔ اور مجھے اس قدر پوشیدہ رہا اور پھر تھکا سہیا جاتا تھا۔ کہ اولڈ ڈیٹھ نے مجھ سے چوری کے علاوہ امد کاموں میں بھی مدد لینے شروع کی۔ بعض اوقات وہ مجھے ایسے شراب خانوں میں بھیج دیتا تھا۔ جن میں شرکا کے خادموں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ اور جو اولڈ ڈیٹھ سے مل کر اپنے آقاؤں کے مکان میں نقب زنی کی وارداتیں کر لیا کرتے تھے۔ یہ سزا سنانے زیادہ تر حصہ ایٹ اینڈ میں واقع ہیں۔ اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۴) قسم کا انوسٹاکٹ اٹھ من گھڑت بیان کو ہے۔ یہی پہلے رد برد ایک افسر ملائیں نے جس نے یہ ٹھکانہ چشم خود دیکھا تھا۔ اسکی کیفیت بیان کی ساسی افسر پولیس کی نانی بسم کے سب سے مزور و افسانیت حاصل کی ہے۔ جس کا ذکر اس سلسلے کے ایک پہلے نوٹ میں۔

میں سب سے مشہور وہ ہیں۔ جو ڈیوک سٹریٹ (ماچھٹر سکوائر) اور پورٹ لینڈ سٹریٹ
میں واقع ہیں۔ وہاں میں یا تو نوکروں سے گفتگو شروع کر دیتا۔ یا محض ان کی باتیں سننا
کرتا۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جس قدر واقفیت مجھے حاصل ہوئی۔ میں اُسے سٹریٹ
یونٹ کے کالوں تک پہنچا دیتا تھا۔ اور وہ اس سے بہترین فائدہ حاصل کرنے کا موقع
نکال لیتا!

اس کے علاوہ اولڈ فیلڈ کے کام پر میرا لڈن کے اور شراب خالوں میں بھی جانا
آمار تھا تھا۔ جوں جوں اس کا کاروبار بڑھتا جاتا تھا۔ اسی قدر میری خدمات اس کے
لئے ضروری ہوتی جاتی تھیں۔ اور اس زمانہ میں وہ اتنا تکلیف بھی نہ تھا جس قدر اب
ہو گیا ہے۔ جب کبھی میں کسی شکل کام میں کامیاب ہو جاتا۔ وہ مجھے بڑی نیا مانی سے
الغام دیتا۔ اور اگرچہ میں نے کبھی اس سے دلی محبت نہیں کی۔ تاہم اس کا مجھ پر بہت
رعب تھا۔ میرے ساتھی بھی میری بہت عزت کرتے تھے۔ اور مجھے اولڈ فیلڈ کا نائب
سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ میں الیا مارگرٹ تھا۔ کہ بہت کم لڑکے میری برابری
کر سکتے تھے۔ اور مجھ پر سبقت تو کسی کو حاصل نہ تھی۔ اس کے علاوہ مجھ میں لکھی اور
مخصوصیتیں بھی تھیں۔ مثلاً ہلکی چال۔ سس کا انتہائی احساس اور مضبوط ارادہ۔

یہ ہے۔ ان دنوں میری صحت بہت اچھی تھی۔ اگرچہ اب میں نہایت مرعوض اور
شکستہ حال ہوں۔ کیونکہ میرے اندر ایک لاعلاج مرض جاگزیں ہو چکا ہے۔ اس زمانہ
میں میں باقی گرہ کٹ لڑکوں کی طرح نہایت ہلکے جوتے پہنا کرتا تھا۔ اس جگہ میں یہ بھی
بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جو شخص درابھی مضبوط قوت مشاہدہ رکھتا ہو۔ وہ بڑی مشکل
کے ساتھ بازار میں لڑکوں کو چلتے پھرتے دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے۔ کہ ان میں سے
گرہ کٹ کون ہیں۔ کیونکہ ایسے لڑکوں کے چہروں پر بھسم ارادہ کے مصنوعی اثرات
جالتے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ ایسے انداز سے چلتے نظر آتے ہیں۔ گویا کسی خاص انداز
ضروری کام پر جا رہے ہوں۔ وہ بازار میں سوائے اس کے کہ کام شروع کریں
کبھی نہیں رکتے۔ اگر وہ اپنے کسی رفیق کے ساتھ مشورہ کرنا چاہیں۔ یا انہیں کوئی
دوست مل جائے۔ تو وہ عموماً کسی ادنیٰ شراب خاں یا احاطہ یا گلی میں داخل ہو جاتے
ہیں۔ کوئی ہوشیار گرہ کٹ کبھی بازاروں میں آوارہ نہیں پھرتا۔ کیونکہ اس صحت

میں برائید مذکور کی نظر میں مثبتہ طور پر از خود اس کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔ میں نے اخبارات میں یہ بات پڑھی ہے ملازم میں مغرب آچکے ہوں گا۔ کہ میں نے پڑھنا کس طرح سیکھا تھا کہ بہت لوگ خیال کرتے ہیں۔ مگر کٹ بٹوے یا ادنیٰ چیز میں اٹھانے کے موقع پر ملازموں سے کام لیتے ہیں۔ لیکن اپنے متعلق میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں نے جس اوزار سے کام لیا۔ یا بجے کوئی بہترین مگر کٹ کام میں لانا ہے۔ وہ حقیقت ایک چوٹی تیز فینچی موتی ہے جس سے فوراً کسی شخص کی جیب کاٹ لی جائے۔ یا اس میں شکافت دیدیا جائے۔

میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ کم عمر چوروں کی حالت اس شہر میں بہت ہی بڑی ہے۔ ان میں خرابی کی بہت حد بہت جلد ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد مختلف موقعے اُنکی خرابیوں کو اور یہی زاد مضبوط کر دیتے ہیں۔ جیلانی کی قید اُن کی اصلاح کی بجائے انہیں ان کے ذہنوں کی نذر میں بنا دیتا ہے۔ جائے غور ہے۔ کہ ایک

لے مشر مالک ریور پورٹ میں لکھے ہیں کہ یہاں کے چوروں کو اپنے اخلاق و اہل کا چنداں اجاس نہیں۔ وہ بہت بگڑے ہوئے اور نیکی اور اخلاق سے بے بہرہ ہیں۔ چونکہ ان میں بہت سے چوروں یا انسانیت اور اخلاق کے لوگوں کے بچے ہیں۔ اس لئے اُن کے دل میں کبھی نامہ سفاک احاس نہیں پیدا ہوتا۔ وہ سوسائٹی کے متعلق اپنے فرائض کو باہل نہیں جانتے۔ انہیں اپنی گرفتاری پر انوس ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس سے انہیں تکلیف پہنچتی ہے۔ لیکن اپنے جرم پر وہ کبھی متاسف نہیں ہوتے۔ جیلانی میں وہ زمانہ گذشتہ پر غور کر کے اپنی برائیوں کو برا سمجھا لیتے ہیں۔ اور دہائی کے وقت کے منتظر رہتے ہیں۔ مگر ان کی طبیعتیں با عادات ایسی نہیں کہ ان کے اندر پشیمانی پیدا ہو۔ واپس اصلاح کے مشر چرٹن نے بتایا تھا۔ کہ کم عمر مجرموں کی اصلاح کا سوال بہت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ جن بچوں کی اصلاح اور اخلاق میں ہو۔ اُن کے بیان تیار بننے کا کوئی مکان نہیں۔ کیونکہ جیلانی نے نیک کو وہ اپنے قدیم مسکن میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور اچھے والدین یا مسکلفین کی مثال پر عمل کرتے ہیں۔ میں نے ویسٹ مشر برائڈ ویل کے ٹرسٹ ٹریسٹ سے بچے بعض ایسے لڑکے دیکھے۔ جو ہمیشہ جیلانی توں میں ہی رہتے ہیں۔

میں براؤڈ ویل کے کپتان کو لکھنے نے مجھے اطلاع دی تھی۔ کہ وہ جون کو تیس روز میں جیلانی کا سامانہ کرنے گیا۔ زیر حراست لڑکوں میں سے نصف ایسے تھے۔ جو دوبارہ جیلانی میں آئے تھے اور بہت اچھے ہوئے تھے۔ جو وہاں کئی مرتبہ آچکے تھے۔ کٹ سپرٹسٹ کو سپرٹسٹ کے مشر نے یہ اٹنے ٹاہری تھی۔ کہ کم عمر جو اکثر ناقابل اصلاح ہوتے ہیں۔ وہ بہت سے اُنکی اصلاح

بارہ ہندو سال کے یا شاید اس سے بھی کم عمر بچہ کو اس قسم کی بھاری اپنی سلاخوں کے نیچے رکھا جاتا ہے جنہیں دوس باہتی بھی نہیں ٹوڑ سکتے ان حالات میں اگر وہ یہ خیال کرے کہ میں نہایت چلاک یا کم از کم بڑی اہمیت رکھنے والا وجود ہوں۔ تو بچہ کی تائید نہیں۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے۔ قانون کو میرے متعلق ایسی فطرتیں اختیار کر گئی ہیں۔ وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ سو سائٹی بر میرا اقتدار حیرت خیز غریب ہے اس کے علاوہ اس وقت ہمارے ملک میں کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ امیر رستے اونٹوں کے کئی سال کے بچہ کے بقول نام کی ہے۔ برہمنوں کے مشر کپیر نے اپنی شہادت میں بیان کیا۔ کہ میں سو کم عمر مجھوں میں سے جو سزایا فنگان کے جازیرہ پائس پر رکھے گئے۔ سب سے بڑے کی عمر ست سو سال سے بھی کم تھی۔ ان میں سے ۱۳۳ واپس ایک سے زیادہ موقوفوں پر اچکے تھے۔ ادھ ایک بچہ کا چھوٹے بچہ سے بیان کیا کہ وہ انکی اصلاح ناقابل عمل اور بعد از اسکان سے اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ اصلاح کا زیور بھی ہے کہ انہیں دویا کے شہ کے پار بھیجا دیا جائے۔ کیونکہ اس طرح ہر وہ صحبت ہر کے دائرہ سے نکل جاتے ہیں۔

کسی کم عمر بچہ کو اگر مشر لکھوں کا پسندہ قرار دیا جائے تو بچہ بچہ ہو گا۔ ایک کم عمر بچہ کو شہ نامی نے بچہ سے بیان کیا تھا۔ کہ میرے والدین مجھے روزانہ بازاروں میں دیکھنے والی کی طرح سے بھینٹے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اسے جو چیز مل جائے اڑا لے۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ میرے خاص ساتھی میں جوان لڑکے ہیں۔ جو سب کے سب چھٹی کا کام کرتے ہیں اس کے بیان سے پتا چلتا ہے کہ اس سال کی عمر میں اس نے ایک گھوڑے کو قابو میں رکھا اور اس کے ساتھی کے ایک قتلگ سے بڑا کوٹ اڑایا۔ اور اس کام میں اسے ۶ پیش حصہ ملا۔ اس نے کہا۔ میں نے ہشتار و ارداتوں میں حصہ لیا ہے۔ کیونکہ اس کا نام میری عادت کا جزو ہو چکا ہے۔ اور ہماری گزراوتی اسی ذریعہ سے ہوتی ہے۔ دارالعوام کی منتخب کمیٹی کے روبرو سوال نمبر ۱۷ کے جواب میں مشر جیٹھن نے اپنی شہادت کے دوران میں کہا تھا۔ کہ بعض والدین عمدہ انٹے بچوں کو برے طریقوں پر پڑھاتے ہیں ہمارے قیدیوں اور ان کے والدین کے درمیان جو گفتگو ہوتی جاتی ہے۔ اس سے فائدہ ہر کے کی حالت کا پتہ چل جاتا ہے۔ پرانے چور اپنے ساتھ کم عمر بچہ کا لڑکوں کو بھی لے جاتے ہیں۔ چنانچہ جب کبھی بڑی عمر کے چور سڑیا پ جوتے ہیں۔ تو ان کے ساتھ کوئی کم عمر لڑکا لایا ہوتا ہے۔ سو ان نمبر ۵۶ کے جواب میں انہوں نے بیان کیا۔ کہ میرے چور بھٹ کے کم عمر لڑکوں کا اخلاق دکھاتا ہے اور ان کو جیل خانہ میں لاتے رہتے ہیں جسے معلوم ہوا ہے۔ کہ گھنٹان برہمن کے نزدیک کم عمر بچوں کی کل تعداد بارہ ہزار ہے گھنٹا کے دشمن اس تعداد کو ابھی زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور جو شہادت اوپر درج کی گئی ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ہر ایک بڑا مجرم دودھ دوز و دیک خرابی کی اشاعت کا معاون بنتا ہے۔

لاکھا سے زیادہ سزا دی گئی ہو۔ باقی چوروں کی نظروں میں غیر معمولی اہمیت حاصل کر لیتا ہے جس لڑکے کا مقدمہ اولیٰ کی عدالت میں پیش ہو۔ وہ اپنے آپکو اس چور کی نسبت بہت زیادہ اہمیت رکھنے والا سمجھتا ہے جس پر عدالت سشن میں مقدمہ چلا ہو۔ وہ اس عدالت کی شان نود کو دیکھتا ہے اور اگر کوئی اور لڑکے کو بھی پیش کر دے تو اس کے مقدمہ کی کارروائی سننے جاتے ہیں اور ان کی شوقین ایک شگفتہ خیر کرسمت مقدمہ کیلئے ان کے عدالت میں داخل ہوتے ہیں ان سب تو کو دیکھ کر فخر و کبر کے دل میں اپنے متعلق غیر معمولی اہمیت کا احساس پیدا ہوتا ہے اس امر کو اگر کوئی علم نہ کرے گا کہ عدالت کے معاملے کیا جاتے تو اپنے لڑکے کو مصنف حریف میں ڈال کر ایک تعلیمہ راز آگیا جاسکتا ہے ان حالات میں ہر اپنا خیال یہ کہ سب کو سزا کی بجائے اصلاح کا نام نہ چلا دیا جائے اور ان کو سزا کی نفرت تیسری زبان سے منکر تعجب ہو گا لیکن سچ پوچھئے تو مجھ سے زیادہ ایسے معاملات میں اور کس کی رائے صاحب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ فہم کے امکانات سے غور گزار چکا ہوں۔

یہاں ہر جگہ بتوڑی دیر کے لئے رک گیا۔ اداس نے نام رین سے پوچھا۔ کیا یہ سزا سزا کا تھا تو ثابت نہیں ہوتی تو رین نے جواب دیا۔ میرے دوست بالکل نہیں بلکہ وہ سزا میرے دوست کے مصروفیت میں تاہم میں ہمارے سرگرمی آخر تک سنا چا ہوں۔ اسلئے یہ سزا کا گلاس پی لو۔ اسکو بعد ازاں ہم اپنی سرگرمی کو بہتر طریق پر جاری رکھ سکے۔ میں نے میں ایک سگار سلگایا ہوں کیونکہ یہ گارانتیہ جوئے ہمارے داستان شکر زیادہ لطف حاصل ہوتا ہے۔ انا کہ ہر میغور و زیادہ دلچسپی کھینچ بیٹھ گیا۔ اور لڑکے نے اپنی سرگرمی ان لفظوں میں جاری کر دی۔

سلسلہ ثانی کی تیسری جلد ختم ہوئی

ابھی جلد ششم (۶) عرض کیا کہ نو عمر آبلوی کا ایک حصہ جرائم کی زندگی سے مخصوص ہے۔ ان میں سے اس فریق کو اس قسم کی تربیت دینا چاہی ہے۔ حالات اس کی تائید کرتے ہیں۔ تعلقات کسی اصلاح کو بلکہ میں نہیں آنے دیتے۔ اور سزا اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ وہ میں حیثیت القوم باقی سوسائٹی سے بالکل الگ ہیں۔ نہ صرف خیالاً اور عادتاً۔ بلکہ صورت کے لحاظ سے بھی اور ان کی زبان بھی مانی سوسائٹی سے بالکل جدا ہے۔ عادی چوروں کی قائم کردہ ایسی سزائیں موجود ہیں جن میں کم عمر مجرم بڑی تعداد میں جمع رہتے ہیں اور ان کے باہمی تعلقات ان کی حالت کو اور بھی زیادہ نگاہ سے کام لیتے ہیں۔ جو کچھ وہ چاہتے ہیں اسکو آدمی پر ان سزائوں میں جتنی جرات کم سن کینا بیان ہو گا۔ عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں اور اگر بہت کم عمر ہوئے ہیں۔ مگر ان کا تعلق لڑکیوں کیساتھ دیکھا جاتا ہے۔ اور وہ رفتہ رفتہ عیش پرستی کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ۱۲

مسٹر زآف لندن

سلسلہ اول

مکمل اردو ترجمہ ۷ اجلدوں میں

(از منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری)

ریٹائرس کے نولوں میں سب سے دلچسپ عبرت خیز سبق آموز ناول یہی ہے۔ تاہل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں۔ اور دونوں جوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کی پائی کی طرف اپنے چہرے پر ہلکی دھڑا دھڑا اور پریشانیت سے گزرتے ہیں۔ مگر اس کے کنارے جا بجا ایسا ایسی فریادیں اور آوازیں سنائی دیتی ہیں جو دل پر گہرے گہرے چھوڑنے والے کیلئے ہر قسم کے خطرات سے پرے سے مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔ یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع ایسے عجیبے اتنے حیرت خیز کہ کٹر شامل کنوٹو ہیں۔ کہ انسان پر چڑھا ہر گز سر نہیں ہوتا اور ایک بار شروع کر کے ختم کئے بغیر طبیعت کچھ نہیں ۱۶۔ غضب کا دلچسپ ناول ہے اور اس پر مصنف کی جاوید بانی اور شہرت طرز تحریر نے غضب کر دیا ہے۔

نیکی اور بدی، گناہ اور پاکبازی، ان فلاس و قول کے بیشمار حیرت خیز نظارے پیش کیے ہیں اس کتاب کا ترجمہ بڑی محنت سے کیا گیا ہے جو ہر لحاظ سے اصل عبارت کے مطابق ہے مگر پھر بھی ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ سیکڑوں منادات خوشنودی موصول ہوئی ہیں۔

صفحہ ۴۴۸ سے زیادہ قیمت ۱۰۰/- محمولہ ایک الگ جدا جدا حصے بھی طلب کئے جاسکتے ہیں حصہ اول کی قیمت ۱۰/- اور باقی حصہ کی ۷/-

لال برہورسکی پارسنرز وڈ نو لکھا لاپو

ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی

۱۹۲ء کی کافوری خستہ نہایت خوبصورت معنی درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور باقیمت و محصول ڈاک قدر دانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیج دیجئے خستہ ہو اسی خاک آپ کی خدمت میں روانہ کر دی جائیے گی۔

تفصیل ادویات مع قیمت

قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا
۸	امراض دندان	۱۲	خود دھونے کی ٹمبی	۱۶	عرق کاغذ
۱۲	ہیپرینٹ کاسٹ	۱۶	مقوی گولیاں	۱۶	دوسری دوا
۱۶	روغن ہیپرینٹ	۱۰	پرانے میرٹا بخار کی گولیاں	۱۶	بخار کی دوا (کھلاں)
۱۲	روغن ریٹڈی	۱۶	ہیپنمی و ہیپنمی کے دست	۱۰	بخار کی دوا (خود)
۱۲	روغن صندل	۱۲	کونین کی ٹمبی	۱۶	پہانہ سوزاں
۸	روغن اجڑن	۱۲	دوسری دوا	۱۶	خروچی آتشک
۱۲	روغن سونٹھ ۹ درجہ	۹	جلاب کی گولیاں	۱۶	مکولا ٹانگ
۱۲	روغن وچھنی	۱۶	طاعون کی گولیاں (بڑی ڈبیہ)	۱۶	لکھ کے کھانے کی دوا
۸	روغن نوکھا	۱۲	چھوٹی ڈبیہ	۱۶	لکھنے کی دوا
۱۶	روغن لیو	۱۶	سلسلہ	۱۰	لکھ کے کامریم
۱۲	روغن الاچی	۱۶	سپنی لائن	۱۶	بین پیلہ
۱۲	لیونڈر	۱۲	عرق پودینہ	۱۶	کھانسی کی دوا (بڑی)
۱۶	نورڈ کا بکس	۸	کلوروڈائن ۸ (دجین صبر)	۱۰	چھوٹی
۱۶	تھرماسٹر انگریزی	۱۶	خارشٹ کھجی کی دوا	۱۶	کان بھنے کی دوا
۱۶	دود	۱۲	خارشٹ کھجی کی دوا	۱۶	دوا کا مریم
۱۶	روغن سونف	۱۶	امراض مستورات کی دوا	۱۶	رخ کا مریم

مستشرق ڈاکٹر الیس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۵ - کلکتہ

دوبائیں (۲)

یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے سے آپ بیماری کی تکلیف و تشویش سے بچ سکتے ہیں۔
اول۔ آرت دھارا تقریباً ان گل امراض کا جو عام طور پر نگھروں میں بڑھتوں۔ بچوں۔ جو لڑکے یا عورتوں کو بلکہ مال مویشی کو ہوتی ہیں چمکی علاج ہے اور استعمال کرنے والوں سے

۲۳ ہزار

کی یہ رائے ہے کہ آرت دھارا اس وقت اپنے پاس رکھنی چاہیے۔ آرت دھارا کی مشہور دھاری لوگوں نے جو نقلیں شریک کر دی ہیں۔ وہ سخت امراض میں دھوکا دیتی ہیں ہمیشہ اصل کو خرید کر اس کھنا چاہئے مفصل حالات کیواسطے رسالہ آرت "معنت" منگو لیں۔

قیمت دو روپے آٹھ آنے (دو روپے) نمونہ صرف آٹھ آنے (۸ روپے)

دوم۔ آرت دھارا کے موبد کو سی و نو روپے کی پینٹ تھاکروٹ سفراوید تین طبی اجزاء کے ایڈیٹر اور تین دجن کے قریب مفید عام کتب کے مصنف ہیں۔ اور آپ کی زیرنگار ہندوستان کا سب سے بڑا اور مشہور ایڈیٹر جس کی عمارت پر ۲ لاکھ روپے خرچ کیا ہے۔ چل رہے ہیں۔ آرت دھارا کے علاوہ ۴۰ سو کے قریب دیگر ادویات تیار رہتی ہیں۔ آپ مریضوں نہایت غور سے علاج کرتے ہیں۔ جہاں جس دوا کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ آپ امراض مردمان و زنانہ کے بھی خاص علاج ہیں۔ اور ہزاروں انسان خط و کتابت کے ذریعہ علاج کر کر پھر سے نئی قوت حاصل کر چکے ہیں۔ نمونہ طبی اخبارات دیش اپکار کر دو۔ خاصیت طبی کتب۔ بہترین ادویات کا رخانہ اور رسالہ امراض مخصوصہ مردمان ایک آٹھ ہائے حصول اور آرت دھارا قیمت بھیجے جائے گی۔

المشہور۔ مینجر کارخانہ آرت دھارا اوشدلیہ۔ آرت دھارا
بلنگٹن۔ آرت دھارا اسٹریٹ۔ آرت دھارا اداکار خانہ نمبر ۳۹۔ لاہور

